تاریخ اسلام کا گم کردہ
ایک زریں باب

سادات بنی رقیہ رض

مؤلفہ

حکیم فیض عالم صدیقی

ناشر:
حکیم فیض عالم صدیقی
محلہ مستریاں
جہلم

تاریخِ اسلام کا گم گردہ ایک زرّیں باب

ساداتِ بنی رُقیّہؓ

حکیم فیض عالم صدیقی

ناشر

حکیم فیض عالم صدیقی محلہ مستریاں جہلم

نام کتاب ——— ساداتِ بنی رقیہؓ

بار ——— اوّل

تعداد ——— ایک ہزار

مؤلف ——— حکیم فیض عالم صدیقی

تقطیع ——— ۲۲×۱۸/۸

ناشر ———

طابع ———

قیمت ———

سنِ طباعت ——— ۱۹۸۰ء

صفحات ———

ملنے کے پتے

۱- حکیم فیض عالم صدیقی محلہ مستریاں جہلم

۲- پیر عبد المجید احمد رضا علوی القادری محلہ ستار پورہ کھاریاں ضلع گجرات

۳- مکتبہ عثمانیہ ۱۶/۴ مسلم لیگ کوارٹرز کراچی

۴- الحاج نانزادہ ولی اللہ خان محلہ خان دربار ہنگو ضلع کوہاٹ

۵- مولانا عبد الرشید حنیف مکتبہ علوم اسلامیہ سمن آباد جھنگ صدر

تعارف

از رشحات قلم السید مولانا پیر عبد المجید احمد رضا العلوی القادری مدظلہٗ

صدر اسلام میں جب خلفائے راشدین تاریخ اسلام کے ابواب صفحہ ہستی پر منقوش کر رہے تھے تو عجمی وسیسہ کار تاریخ اسلام کے ان زریں اور تابناک ابواب کو مسخ کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ ایک مجاہد فی سبیل اللہ جب اپنے تن اور من کی بازی لگا کر سربکف اور دیوانہ وار میدان جہاد میں کود پڑتا ہے تو اس کے دل میں اس بات کا تصور تک نہیں ہوتا — کہ میرے متعلق کوئی کیا کہہ رہا ہے یا کہے گا۔ اور جن طاغوتی اور ابلیسی طاقتوں کے خلاف وہ معرکہ آراء ہوتا ہے ان کے نیچے کھچے افراد ایسے مجاہدین فی سبیل اللہ کے خلاف اپنی زہر آلود کینچلیاں لٹکا کر ہر ناگفتنی کو چار دانگِ عالم میں پھیلانے کے لئے سب کچھ کر گذرتے ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ حضور نبی اکرمؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواجؓ تمام صنف اناث میں ہی نہیں بلکہ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں سے شرف مجد میں بلند ترین مقامات پر فائز تھیں۔ تمام صحابہ کرامؓ آسمانِ ہدایت کے نیّر تاباں تھے۔ مگر مجمیت کے شاطر عیار اور خبیث افراد نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر بڑی چابکدستی سے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کر کے سب سے پہلے سیدنا فاروق اعظم رضؓ کو شہید کیا پھر سیدنا ذوالنورینؓ کو شہید کیا۔ مگر جب دیکھا کہ اسلام کی سبیل آسا فتوحات کسی فرد واحد کی موت سے رکنے کی نہیں تو اسلامی مسلمات میں نقب زنی کی طرح ڈالنی شروع کی سب سے پہلے یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالےٰ بھی بھول چوک سے ذبح رکا اور اسے بداء کا نام دیا پھر کہا کہ حضور اکرمؐ پر ایمان لانے والے سوائے چند ایک کے تمام منافق تھے۔ اور ازواج النبیؐ بھی سوائے ایک کے منافقہ تھیں ذرا آگے بڑھے اور یہ شوشہ چھوڑا کہ حضور کی صرف ایک بیٹی تھی اور بقول دونا لدسن تمام فضیلتوں کا تاج اُس ایک بیٹی کی اولاد میں سے چند غیر معروف قسم کے لوگوں کے سر پر رکھدیا۔ اگر یہ سلسلہ یہاں پہنچکر ہی رُک جاتا تو کسی حد تک نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ مگر ہوا یوں کہ قرآن کو محرف قرار دیکر اس کی

آیات کی من مانی تاویلات شروع کردیں مسلمانوں کے ذخیرہ احادیث میں اس قسم کی روایات داخل کردیں جنہیں سادہ لوح مسلمان نہ سمجھ سکا اور آج وہی ذخیرہ ہمارے لئے "قال الرسولؐ" کے مقدس کلمات کی وجہ سے عین اسلام ہے ان تلبیسی اور تدلیسی حرکات سے مسلمانوں کو باخبر کرنے کے لئے چند دردمند قسم کے باشعور مسلمانوں نے اسماء الرجال کے فن کو ایجاد کیا اور پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ اس "قال الرسولؐ" کے مقدس نعرے میں قال الرسولؐ کے پردے میں منسوب الی الرسولؐ کی غلاطتوں سے بچو۔ مگر اس بحرِ ناپیدا کنار میں قال الرسولؐ کے جواہر ریزوں کے ساتھ منسوب الی الرسولؐ کے خزف ریزے اس طرح خلط ملط ہو چکے تھے کہ ان کی چھان پھٹک سہل طبع ذہنوں کے بس کا روگ نہ رہی۔

زیرِ نظر تالیف میں فاضل مؤلف ـــ محقق اسلام، رئیس التحریر السید علامہ حکیم فیض عالم صدیقی مدظلہ العالی جو اس سے پہلے اسی قسم کی ڈیڑھ درجن سے زائد تحقیقی تالیفات سے فرزندانِ توحید کو مستفیض فرما چکے ہیں نے "تاریخ اسلام کا ایک گم کردہ باب" اپنے مخصوص محققانہ انداز میں قلمبند کر کے ملک و قوم کے سامنے پیش کیا ہے۔

سیدنا عبداللہ الاکبر بن سیدہ رقیہؓ الزہراء بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہمارے علمی ذخیرہ میں ایک غلط روایت داخل ہوئی اور بعد میں آنے والوں میں سے چند ایک نے اُسے اس طرح رو بہ اشاعت درج کر دیا کہ وہ ایک مسلّمہ حقیقت بن گئی۔ حالانکہ اس روائیت کا دوسرا پہلو ٹھوس حقائق پر مبنی تھا۔ مگر اُسے بالکل نظر انداز کر دیا گیا

پہلی روائیت کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا عبداللہؓ بچپن میں فوت ہو گئے۔ اس پر حاشیہ آرائی کرنے والوں نے عبداللہؓ کی موت کی وجہ مرغ کی ٹھونگ قرار دی۔ مگر مرغ کی ٹھونگ کی روایت پر تمام متفق نہ ہو سکے کہ اس وقت عبداللہؓ کی عمر کیا تھی۔

سیدنا عبداللہؓ کے زندہ رہنے، شادی کرنے اور صاحب اولاد ہو کر مرنے کے قائل اوّل الذکر گروہ کی نسبت زیادہ ٹھوس اور وزن دار دلائل رکھتے ہیں اور سب سے اہم تر یہ کہ اس وقت دُنیا میں لاکھوں افراد اس بات کے مدعی ہیں اور ان کے اس دعوے کی تائید میں سینکڑوں شواہد موجود ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن رقیہؓ کی بچپن میں

موت کا افسانہ محض ایک ہوائی گپ ہے ۔

اس گپ کے اوّلین خالق کے مالہ وما علیہ کے متعلق فاضل مؤلف نے جس تحقیق انیق کو پیش کیا وہ عالم اسلام پر موصوف کا رہتی دنیا تک احسان عظیم رہے گا فاضل مؤلف نے بالکل غیر جانبدارانہ انداز میں مخالف وموافق شواہد کو بلاکم وکاست پیش کر کے اپنے تحقیقی منصب اور علمی مقام کو منصف مزاج اصحاب کے ہاں اور بلند کر لیا ہے مگر شخصیت پرستی کے کابوس کے مریض، بزعم خویش معروف معنوں میں عالم اور عجمی فریب کاریوں سے مسحور جب کسی تحقیق کے جواب میں کچھ کہنے سے اپنے آپ کو بے بس پاتے ہیں تو چلا چلا کر دہائی دینا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو بھئی فلاں آدمی ہمارے فلاں کو برا کہہ رہا ہے ۔ مگر خود یہ سوچنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے کہ اگر فلاں شخص فلاں کے متعلق ایسی باتیں کہہ رہا ہے جو تمہارے اپنے مقرر کردہ خیال کے خلاف ہیں تو بندہ خدا! عقل سے کام لے کر یہ تو بتادو کہ جو کچھ قائل کہہ رہا ہے اپنے پلے سے کہہ رہا ہے، یا اکابرین اسلام کے اقوال کے مطابق کہہ رہا ہے

ہمارے ہاں پہلی تین صدیوں میں جو کچھ لکھا گیا اس کا معتدبہ حصہ عجمی ذہنوں کی تخریب کارانہ سعی وعمل کا نتیجہ ہے چوتھی صدی اور اس کے بعد کے لوگوں نے الاّ ماشاء اللہ ما الفینا علیہ اباء نا کے مصداق اسی عجمی ملحدانہ تلبیس وتدلیس کے ذخیرے کو دین خالص سمجھ لیا ۔ اس مقام پر گنجائش ہے نہ وقت ہیں اس تفصیل کو انشاء اللہ الگ کتابی صورت میں پیش کروں گا ۔

ورنہ کیا وجہ ہے کہ بخاری، مسلم، نسائی، طحاوی، تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۹۵/۲۰۰، تفسیر بیضاوی جلد ا صفحہ ۱۰۱ تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۴۷۴، تفسیر ابن جریر جلد ۵ صفحہ ۹ تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ وغیرہ میں زنا کی غلیظ ترین صورت یعنی متعہ کے جواز کے نظائر موجود ہیں ۔ میں نے متعہ کو غلیظ ترین زنا اس لئے کہا ہے کہ زنا کے مرتکب نہایت راز داری اور پوشیدگی میں اس بدترین فعل کا ارتکاب کرتے ہیں ۔ مگر یہاں ڈنکے کی چوٹ اس فعل بد کا ارتکاب کیا جاتا ہے ۔

کیا کسی ماں کے لعل "تقیہ کا حنفی مولوی لعل شاہ بخاری نہ سمجھیئے" میں کہیں یہ جرأت پیدا ہوئی ہے کہ وہ اس قسم کی لغویات کو جمع کر کے غرق مے ناب کر سکتا ۔ یہ دور حاضرہ کا

مولوی الاماشاء اللہ اپنے مزعومہ مسلک کا بڑا پکا ہے اپنے مسلک کو مبنی برحق ثابت کرنے کیلئے تقیہ تک کے ثواب سے محروم نہیں رہنا چاہتا۔ دیکھئے ادارہ الاعتصام والوں کی تالیف اہل حدیث اور اہل تقلید کا صفحہ ۳۱۔ مگر جب شیعیت کی طرف سے کوئی للکارتا ہے کہ میاں تم تو تقیہ کو حرام کہتے ہو پھر یہ قلابازی کیسی تو ٹک ٹک دیدم دم نکشیدم ہو کر رہ جاتا ہے دیکھئے پندرہ روزہ آفتاب کوئٹہ ۲۲ دسمبر ۷۳ء۔ یہ بزعم خویش معروف معنوں میں علمیت کے بوجھ سے لدا ہوا مولوی خواہ کسے تھیٹر جھنجھوڑ کر گھورا جائے کہ حضرت! کبھو تقیہ اور متعہ کے متعلق کیسی رہی تو اسے سانپ سونگھ جاتا ہے مگر ایسے مقامات پر اس کی رگِ علمیت فوراً پھڑک اٹھتی ہے جب کوئی مجاہد فی سبیل اللہ ازواج النبیؐ یا صحابہ کرامؓ کے دامان ہائے عفت وطہارت اور عظمت وعدالت سے عجمی تلبیسات کے متعفن داغ دھبوں اور بقول ڈاکٹر محمد اسلم دلدل کی ابد صاف کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کئے ہوئے ہو۔

اس مولوی کو اس تطہیر سے نفرت ہے اسکا متعفن دماغ ایسی عطر بار اور عطر بیز فضا میں اسے مخبوط الحواس کر دیتا ہے۔ یہ مولوی صدیقہ کائناتؓ جیسے عظیم شہکار کو ملحدانہ تالیف کہے گا۔ مگر حرمتِ متعہ اور تقیہ کا جواب اسے قیامت تک نہیں سوجھے گا۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ دورِ حاضر میں "سادات بنی رقیہؓ" کے فاضل مؤلف نے اس پُرخار وادی میں قدم رکھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے امتِ مرحومہ کے لاکھوں بے خبر لوگوں کو ان حقائق سے باخبر کیا جو اس مولوی کے علمی ذخیرہ میں ان تدلیسی روایات کے پہلو بہ موجود تھے مگر یہ مولوی اپنی بزدلی یا جلب زر کی وجہ سے انہیں صدیوں سے دبائے بیٹھا تھا۔

(پیر) عبدالمجید احمد رضا علوی القادری
محلہ ستار پورہ کھاریاں ضلع گجرات
۲ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ

عبدالمجید احمد رضا علوی القادری

★

من التمس رضی اللہ بسخط الناس رضی اللہ عنہ وارضی الناس ومن التمس رضی الناس بسخط اللہ سخط اللہ علیہ واسخط علیہ الناس۔

(سیّدۃ نساء العالمین صدیقہ کائنات رض)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے عوام کو ناراض کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگا اور بالآخر عوام کو بھی اس سے راضی کردے گا اور جو شخص عوام کو خوش رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوجائے گا اور بالآخر عوام کو بھی اس سے ناراض کردے گا۔

(او کما قال)

★

مؤلف کی دیگر تحقیقی تالیفات

۱۔ اختلافاتِ اُمت کا المیہ پہلا ایڈیشن ۱۹۶۹ء دوسرا ایڈیشن بترمیم و اضافہ نومبر ۱۹۸۰ء قیمت ۲۸ روپے

۲۔ حقیقت مذہب شیعہ پہلا ایڈیشن ۱۹۷۰ء دوسرا ایڈیشن بترمیم و اضافہ مجلد ۱۹۸۱ء قیمت ۳۶ روپے

۳۔ بنات الرسول ۱۹۷۱ء (۴) مقام صحابہؓ امریکن یونیورسٹیوں کے کیٹلاگ پر آچکی ہے دوسرا ایڈیشن زیر طبع

۵۔ واقعہ کربلا ۱۹۷۲ء ۔ پنجاب اور سرحد میں ضبط ہو چکی ہے۔

۶۔ عترت رسول ۱۹۷۴ء دوسرا ایڈیشن بترمیم و اضافہ زیر طبع ہے۔

۷۔ شہادت ذوالنورینؓ پہلا ایڈیشن ۱۹۷۵ء دوسرا ایڈیشن بترمیم و اضافہ ۱۹۷۸ء قیمت ۹ روپے

۸۔ مشکوٰۃ المصابیح کے فوائد غزنویہ پر ایک نظر ۱۹۷۶ء صوبہ سندھ میں ضبط ہو چکی ہے

۹۔ امیر المومنین امیر مروان بن الحکم ۱۹۷۷ء دوسرا ایڈیشن زیر طبع۔

۱۰۔ سلطان ٹیپو شہید ۱۹۷۸ء خوبصورت ڈسٹ کور قیمت ۲۵ روپے

۱۱۔ صدیقہ کائناتؓ پہلا ایڈیشن ۱۹۷۸ء دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۹ء تیسرا ایڈیشن زیر طبع قیمت ۲۵ روپے

۱۲۔ اہلحدیث ہی صحیح معنوں میں اہلسنت والجماعت ہیں ۱۹۷۷ء

۱۳۔ سیدنا حسنؓ ابن علیؓ ۱۹۷۹ء دوسرا ایڈیشن زیر طبع قیمت ۸/۲۵ روپے

۱۴۔ سرزمین پاک راجوری ۱۹۷۹ء قیمت ۲ روپے

۱۵۔ خلافتِ راشدہ ۱۹۷۹ء قیمت ۱۲ روپے

۱۶۔ سیدنا حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع ۱۹۷۹ء قیمت ۲ روپے

مقدمات و تقاریظ و تعلیقات

۱۔ التفقہ فی الدین (۲) مودودی صاحب کی غلط بیانیوں کا جواب (۳) اُمہات المومنینؓ (۴) انبیاء کی دعائیں (۵) امیر حجاج بن یوسف (۶) افادات بنگش (۷) ثعلبہ بن حاطب بدری

زیر طبع تالیفات

۱۔ دافع الظنون فی رد جلاء العیون (۲) جہاد اور اسلام قرآن کی روشنی میں

۳۔ خواجہ اہل فراق (۴) الاسماء الحسنیٰ

انتساب

عیار اور مکار اشرار کی تلبیسانہ یلغار نے اسلامی اقدار کو بھرپور چابکدستی سے مسخ کرنے میں تن من دھن کی بازی لگادی۔

مگر ہمارے بزعم خویش ابرار بجائے اس کے کہ اغیار کے ان تلبیسانہ اور تدلیسانہ حربوں کے سامنے سینہ سپر ہو کر اُمت کو ان کے ایمان سوز خرافات سے بچنے کی ہدایت کرتے اپنی مُبزدلانہ حرکات کو مصلحت اندیشی کا نام دے کر اسلامی تاریخ کے بگاڑ میں غیر شعوری طور پر بالواسطہ ان کی ہمنوائی کو دین اسلام کی خدمت سمجھ بیٹھے حقیقت میں وہ صرف تاریخ اسلام کا بگاڑ ہی نہیں تھا بلکہ دین حقہ کا بگاڑ تھا

اس تالیف کا انتساب صرف ان ارباب علم وفضل کے نام جو نام نہاد مصلحتوں کا نقاب نوچ کر صرف اعلائے کلمۃ الحق کے لیے انتہائی ناسا عد حالات میں بھی تاریک وادیوں میں دیوانہ وار تطہیر تاریخ کا چراغ جلائے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

فیض عالم

رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ

پہلا باب صفحہ ۱۰ تا ۵۰

حرفِ آغاز

سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادتیں
آیت مباہلہ۔ حدیث کساء
افضل بنت رسولؐ اور عروہؒ بن زبیرؓ
بنات الرسولؐ اور شیعہ
اپنا ایک پُر لطف واقعہ (حاشیہ)
جھوک وڑھیل کا مناظرہ (حاشیہ)
بنات الرسول کی حقیقت سے شیعی فرار
نبیؐ نے اپنی بیٹیاں مشرکین کو کیوں دیں (شیعیت کا اعتراض)
نبیؐ نے تبلیغ کے لئے مشرکین کو بیٹیاں دیں (شیعیت کا شوشہ)
سیدہ اُم کلثومؓ بنت علیؓ کا سیدنا فاروق اعظمؓ سے نکاح۔
سیدنا علیؓ کی بیٹیاں غیر ہاشمیوں کے نکاح میں
مزعومہ آئمہ میں سے سات لونڈی زادہ تھے۔
مزعومہ بارہویں امام کے کارہائے نمایاں
اُم المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور شیعہ
فتاویٰ نذیریہ اور سیدنا معاویہؓ
مسند اہل بیت اور اہلحدیث۔

حرفِ آغاز

میں اپنی اکثر تالیفات میں بالوضاحت اسباب کو بیان کر چکا ہوں کہ اسلامی عقائد جن پر آج اہل سنت والجماعت کے تمام فرقے بلا استثناء اہلحدیث، احناف، شوافع، حنابلہ اور مالکی وغیرہ عمل پیرا ہیں۔ ان میں رخنہ اندازی کے مخترع اور موجدوہ لوگ تھے جو تقریباً ڈیڑھ صدی ہجری تک مجوسیت، یہودیت، عیسائیت اور مزدکیت کے گٹھ جوڑ کی صورت میں سیاسی طور پر اسلام دشمنی میں جٹے رہے

سیّدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت

ان لوگوں کا مورثِ اوّل مشہور مجوسی غلام ابولؤلؤ فیروز تھا جس کی ایک ضرب خنجر نے بظاہر تو صرف شاہکار رسالت فاروق اعظمؓ کو شہید کیا مگر بباطن اس خنجر کی ضرب نے قلب اسلام کو مجروح کرنے کا کام کیا جس سے اسلام کی سیل آسا فتوحات میں وقتی قسم کا ایک ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ سیدنا ذوالنورینؓ اما س ملت کے اسی جراحت قلب کے بے مثل چارہ گر ثابت ہوئے مگر ان کے دور رافت و رحمت اور شفقت و عدالت میں ایک اور فتنہ نے سر لکالا یعنی مجوسی دشمنی نے ابولولو فیروز کے ہاتھوں خنجر ظلم و شقاوت کا سنگِ بنیاد رکھوایا تھا اس پر گلکاری کرنے کے لئے عبداللہ بن سبا نامی ایک یمنی یہودی نے اسلام کا نقاب اوڑھ کر مجوسی سیاست کو دینی رنگ دینے میں اپنی پوری توانائیاں صرف کر دیں۔ نتیجۃً وہ عظیم انسان جسے کامل الحیاء والایمان کہا جاتا ہے یعنی سیدنا ذوالنورینؓ کو ۸۴ سال کی عمر میں نہایت شقاوت، بربریت اور بے دردی سے خاک و خون میں تڑپا دیا گیا۔

اُمت میں سیّدنا عثمانؓ کی شہادت عظمٰی

حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کے قتل کی طرح[1] تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ اگر لوگ سیّدنا ذوالنورینؓ کی شہادت کے قصاص کے لئے کھڑے نہ ہوتے تو آسمان سے پتھر[2]

---

[1]: مولانا حمیدالدین فراہی نے اپنی تفسیر میں بغیر کسی سند اور ماخذ کے سیدنا علیؓ کو ناقہ صالحؑ کا مثیل قرار دیا ہے [2]: مشہور شیعہ علی بن مظاہری واسطی نے شیخ الشیعہ احمد بن اسحاق بن عبداللہ بن سعد القمی الاحوص سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ بن خویاب کہا باقی ص۱۵) پر

کی بارش برسائی جاتی۔

یہود و مجوس کے گٹھ جوڑ سے جو تخریبی عنصر پیدا ہوا اس کے ذہین دماغوں نے اس بات پر بڑی کاوش اور دیدہ ریزی سے غور و فکر شروع کیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک ایسی ہستی کو آڑ کے طور پر استعمال کئے بغیر ہم کما حقہ اپنی منصوبہ بندی میں پیش رفت نہیں کر سکیں گے ایسی ہستی جو اُمت مرحومہ میں اہم شخصیت و مقام کی حامل ہو اور ساتھ ہی ہم اس سے کسی حد تک ہی سہی اپنے ڈھب کے مطابق کام لے سکیں یہ گروہ جو بس عاقبت اندیش عیار اور چالاک تھا بڑے سوچ و بچار کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ سیدنا علیؓ کا نبی علیہ السلام سے دوہرا تہرا تعلق ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد سیدنا علیؓ نے کسی جہاد میں شرکت نہیں کی بلکہ قادسیہ کی جنگ کے موقع پر سیدنا فاروق اعظمؓ کی خواہش کے باوجود آپ نے انکار کر دیا تھا اور اس کے بعد جب ایران سے مجوسی غلام مدینہ میں پہنچنے شروع ہوئے تو ان کے کمپ کا انتظام سیدنا علیؓ کے سپرد کیا گیا اگرچہ آپ نے اپنی پاک باطنی کی وجہ سے ان سے حلم و شفقت اور مہربانی کا سلوک کیا تھا مگر اس سے ان لوگوں نے یہ غلط تاثر لیا کہ سیدنا علیؓ کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہیں ـــ ایسے ہی اُمور کو سامنے رکھ کر اس عیار گروہ نے "اہل بیت" کی اصطلاح وضع کر کے سیدنا علیؓ اور آپ کی اولاد کے فضائل میں روایات کے انبار در انبار تیار کرنے شروع کر دیئے ـــ غرضیکہ مسلمان مجاہدین اسلامی فتوحات میں مشغول تھے اور یہ اسلام دشمن گروہ جعلی اہل بیت کے فضائل میں روایات گھڑنے میں مشغول تھا۔ اور ستم بر بالائے ستم یہ کہ اس عیار گروہ نے بڑی چابکدستی سے قرآنی آیات کے مفہوم کو اپنے مطلب کے مطابق بیان کرنے کا ایک ڈھنگ ایجاد کیا اور اس فنکاری سے اسے اہل سنت کی احادیث و تفاسیر کے ذخیرے میں شامل کیا کہ "معروف معنوں میں سنی علماء" کا وہ گروہ جسے تحقیق و درایت سے کوئی غرض نہیں اندھا دھند اسی مکار گروہ کے دام ہمرنگ زمین میں اپنی گردنیں پھنساتا چلا گیا۔

آیت مباہلہ | ایک موٹی سی بات سے ہی اندازہ کیا جا سکتا ہے:۔
سورۃ آل عمران کا زمانہ نزول ۳ ہجری ہے اسی زمانہ میں غزوہ احد کا

واقعہ پیش آیا اور اسی دور میں یہود کی ریشہ دوانیاں اپنے عروج پر نظر آتی ہیں۔ اسی زمانہ میں عیسائیوں کا ایک وفد یمن سے اپنے ایک عیسائی عالم کی قیادت میں جسے عیسائی سید اور عاقب کہتے تھے مدینہ پہنچا۔ اسی وفد کو لاجواب کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے حضور خاتم المعصومینؐ کو ان کے سامنے سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر ۶۱ فمن حاجك ... الخ لعنت اللہ علی الکاذبین کی تلاوت کا ارشاد فرمایا۔

انتہائی طور پر ایک غور طلب بات آیت مباہلہ کا نزول غزوہ احد کے زمانہ یعنی ۳ ہجری کے قریب ہوا اور آیات تطہیر کا نزول غزوہ احزاب یعنی ۵ ہجری کے قریب ہوا۔ مگر حضرات حسنینؓ کی پیدائشیں بالترتیب غزوہ خیبر یعنی ۷ ہجری اور فتح مکہ یعنی ۸ ہجری کے بعد ہوئیں۔

حضرات حسنینؓ نہ ہی مباہلہ کے وقت موجود تھے اور نہ ہی آیت تطہیر کے نزول کے وقت، اب دیکھنا یہ ہے کہ مباہلہ کے وقت حضور خاتم المعصومینؐ نے اگر بلایا تو کن لوگوں کو بلایا تھا۔ اب رہ گیا سوال آیت تطہیر کا یہ کس کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ سورۃ احزاب کے اس تمام رکوع میں اُمہات المومنینؓ سے خطاب ہے[۱]۔ مگر جب ان لوگوں نے دیکھا جو سیدا شباب اہل الجنۃ وغیرہ کے خالق تھے کہ یہاں تو معاملہ اُلٹ جا رہا ہے تو ان تمام باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پہلے حدیث کساء کے نام سے منسوب الی الرسول ایک بات گھڑی اور پھر اس کی نوک و پلک کی سنوار میں جُٹ گئے اور ہمارے کسی عطاء اللہ قسم کے مولوی کو جب شوق چرایا کہ میں کیوں پیچھے رہ جاؤں تو اس نے بڑھ چڑھ کر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں یہ واقعہ کئی دفعہ پیش آیا۔

۱۔ ایک مرتبہ صدیقہ کائناتؓ کے ہاں حضور نبی اکرمؐ نے ان چاروں (علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ) کو بلایا چادر اُڑھائی پھر اس طرح دعا کی۔

---

[۱]: راقم الحروف بڑی تفصیل سے سیدنا حسنؓ بن علیؓ، عترت رسولؐ، خلافت راشدہ اور صدیقہ کائناتؓ میں اسی موضوع پر بحث کر چکا ہے۔

(۱) اے اللہ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں ان سے ناپاکی دور کردے اور انہیں پاک کردے۔ صدیقۂ کائنات نے عرض کی میں بھی تو اہل بیت میں سے ہوں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا تم علیحدہ رہو تم تو بہتر مقام پر ہو۔ (یعنی تمہیں دعا کی ضرورت نہیں تم کو تو اللہ تعالے نے خود پاک کرنے کا ارادہ کرلیا ہے (تفسیر ابن کثیر)

(۲) اُم المؤمنین سیدہ اُم سلمہؓ کے ہاں بھی ایک بار یہی واقعہ پیش آیا حضور اکرمؐ نے اُم المؤمنین سیدہ اُم سلمہؓ کو مخاطب کرکے فرمایا تم اپنے مقام پر ہو اور تم بہتر مقام پر ہو (ترمذی ابواب تفسیر القرآن وابواب المناقب)

ان ہر دو روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیت کا یہ ٹکڑا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الخ صرف اور صرف ازواج النبیؐ کی شان میں نازل ہؤا اور حضور اکرمؐ اپنی بیٹی، داماد اور نواسوں کو اس فضیلت میں شامل کرنے کے لئے اللہ تعالے کے حضور میں دعا کرتے رہے ان سے اگلی روائیت میں مزید اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۳) حضرت واثلہؓ کے سامنے بھی یہ واقعہ پیش آیا سیدنا واثلہؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ میں بھی ان میں شامل ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا تم بھی شامل ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

بات بالکل صاف ہے جس طرح سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کے لئے حضور اکرمؐ نے دعا کرنی ضروری سمجھی سیدنا واثلہؓ کی عرض پر انہیں بھی شامل کرلیا۔ مگر ازواج مطہراتؓ کو تو روزِ ازل سے ہی یہ مقام عطا فرما دیا گیا تھا۔

حدیثِ کساء | یعنی یارانِ سرِ پل نے ایک حدیث گھڑ کر پوری آیت کی وہ معنوی تحریف کی ہے کہ الامان والحفیظ اور اس حدیث کا نام حدیث کساء رکھ کر فوراً اس چادر سے سیدنا علیؓ، سیدہ فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کو ڈھانپ دیا اللہ رے شرف۔

اور تمام اُمہات المومنینؓ، تمام اَنفُسَنَا اور باقی تمام بیٹیاں اور ان کی اولاد یعنی سیدنا علیؓ بن ابی العاصؓ سیدنا عبداللہؓ بن عثمانؓ منہ دیکھتے رہ گئے۔

اور اسباب پر غور کیجئے کہ سیّدہ فاطمہؓ کی بڑی اولاد سیدہ ام کلثومؓ ہیں ان کو بھی اس شرف سے محروم کردیا۔ شاید اس لئے کہ جس وقت حدیث کساء کسی ٹکسال میں مضروب ہو رہی تھی اس سے پہلے سیّدہ اُم کلثومؓ کو سیّدنا فاروق اعظمؓ کی زوجیت کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔

ارشاد ہوتا ہے پھر اگر یہ لوگ عیسٰیؑ کے بارے میں تم سے جھگڑیں درانحالیکہ تمہیں حقیقتِ حال تو معلوم ہو ہی چکی ہے تو ان سے کہو آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں۔ تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔

ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں تم خود بھی آؤ پھر دونوں فریق (اللہ تعالٰی سے) دُعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔

یہاں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ کیا عیسائی وفد اپنے ہمراہ اپنی عورتوں اور اپنے لڑکوں کو لایا تھا۔

۲۔ کیا حضور صادق و مصدوقؐ کی ازواج میں سے کوئی موجود نہ تھی اور آپ اُنہیں نہ بلا سکے۔

۳۔ کیا نِسَاءَنَا کا اطلاق بیٹیوں پر کسی زمانہ میں ہوا ہے؟

۴۔ کیا اَنفُسَنَا کا اطلاق داماد اور صرف ایک داماد پر ہوتا ہے؟

۵۔ کیا ما کان محمدؐ ابا احد من رجالکم کی موجودگی میں نواسوں کو بیٹے کہا جا سکتا ہے۔

پھر یہ کیسے برداشت کیا جا سکتا تھا کہ سیدہ ام کلثومؓ کو اس شرف میں شامل کیا جاتا اس کے مقابلہ میں یہ آسان تھا کہ حضرات حسنینؓ کو عالم شہود میں پیش کرکے حدیث کساء میں شامل کیا جائے۔ سیدنا حسنؓ غزوہ خیبر کے بعد

یعنی ۷ ہجری کے آخر میں یا ۸ ہجری کے شروع میں پیدا ہوئے اور سیدنا حسینؓ فتح مکہ کے بعد پیدا ہوئے۔ اور یمن کے عیسائی ۳ ہجری میں وارد مدینہ ہوئے۔

اس روایت کے متعلق نہ معلوم وہ طرق و اسناد ان کی نظروں سے کیوں نہیں گزریں جن میں ہر سند کے کسی نہ کسی راوی کے متعلق غیر صدوق، کذاب، لا لیعابہ، لیس بشئ اور تشیع کی زد نہ پڑ چکی ہو۔

ھؤلاءِ کو کس نے کلمہ حصر بنا کر چار تک محدود کر دیا۔ اور بیت بمعنی گھر اور اہل بیت یعنی گھر کے لوگوں کو چھوڑ کر دوسرے محلہ سے سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا علیؓ کو کیوں بلایا گیا۔ یہ وضعی حدیث بارہ طریقوں سے مروی ہے اور اس کا ہر طریقہ موضوع اور ہر سند کا کوئی نہ کوئی راوی مجروح ہے۔ مولانا حبیب احمد کیرانوی نے اپنی تصنیف حدیث کساء اور مولانا سراج الحق نے اپنے رسالہ اہل بیت اور اہل سنت کے صفحہ ۸۴ لغایت ص۹۲ پر بدلائل حدیث کساء اور جعلی اہل بیت پر تحقیقی بحث کی ہے[1]۔

سیدہ ام کلثومؓ کا نام تو محض اس وجہ سے لکھا گیا ہے کہ وہ بھی سیدنا علیؓ کی دختر تھیں ورنہ ۲ ہجری میں غزوۂ بدر کے بعد سیدہ فاطمہؓ کا سیدنا علیؓ سے نکاح ہوا تھا۔ اور یمن کے اس نصرانی وفد کا زمانہ بھی ۳ ہجری ہے۔ اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ سیدہ ام کلثومؓ بھی ابھی پیدا نہیں ہوئی ہوں گی۔ البتہ سیدنا عبداللہ اکبر بن سیدہ رقیۃ الزہراؓ اور سیدنا علیؓ بن سیدہ زینبؓ زندہ موجود تھے۔ اور یہ حقیقت اسباب کی شاہد ہے کہ سیدہ رقیۃ الزہراؓ غزوہ احد سے ایک سال پہلے عین غزوہ بدر کے وقت فوت ہوئی تھیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ الاکبرؓ اس وقت کم و بیش چھ سات سال کے ضرور ہوں گے۔ سیدنا علیؓ بن سیدنا قاسم (ابی العاصؓ) جو فتح مکہ کے روز نبی علیہ السلام کے ناقہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ردلیف تھے اور آپ کے ہاتھوں سے ہی آنحضرتؐ نے آپ کو اپنے دوش ہائے مبارک پر سوار کر کے کعبۃ اللہ کی دیواروں سے تصویریں مٹوا کر اپنی افضل ترین

---

[1] :۔ راقم نے اپنی تالیف سیدنا حسنؓ ابن علیؓ کے ص۹۰ تا ص۹۲ پر آیت مباہلہ اور حدیث کساء پر تحقیقی بحث کی ہے۔

بیٹی کے افضل ترین بیٹے علیؓ یعنی اپنے محبوب نواسے کو بت شکنی کا شرف بخشا تھا۔ اور سیدہ امامہؓ بنت سیدہ زینبؓ بھی پیدا ہو چکی تھیں جو عین حالت نماز میں آنحضرتؐ کے دوشہائے مبارک پر سوار رہنے کا شرف حاصل کر چکی تھیں ان میں سے نہ تو سیدہ زینبؓ کو بلایا جاتا ہے نہ اُن کی اولاد کو اور نہ ہی عبداللہ الاکبرؓ کو۔ اگر بلایا جاتا ہے تو حضرات حسنینؓ کو جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے یا للعجب ؎

گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بتکدہ میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

چند مزید اقوال علیؓ جیسا کہ ابن عساکر اور صاحب روح المعانی نے بیان کئے ہیں یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شفیق چچا سیدنا عباسؓ، اپنے محبوب رفیق صدیق اکبرؓ اور اپنے دوہرے داماد سیدنا ذوالنورینؓ کو طلب فرمایا تھا۔

ایک روایت میں سیدنا عباسؓ اور ان کے اہل بیت کا ذکر ہے۔ ایک دوسری روایت میں سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا ذوالنورینؓ اور ان کے اہل بیت کو بلانے کا ذکر ہے۔

ان روایات میں اس طرح تطبیق دی جا سکتی جیسا کہ ابن عساکر اور صاحب روح المعانی کی بیان کردہ روایات میں موجود ہے۔ یعنی سیدنا عباسؓ سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا ذوالنورینؓ کو معہ ان کے اہل بیت کے طلب فرمایا تھا۔

مگر ـــــ حدیث کساء میں ان کے ذکر کے بجائے اُن کے اسماء موجود ہیں جو اس واقعہ سے چار پانچ سال بعد پیدا ہوئے۔ اور ان سب سے عجیب تر یہ کہ سیدنا سلمانؓ فارسی کے متعلق حضور اکرمؐ کا واضح ارشاد ہے۔ سلمان منا اہل البیت، اور سیدنا زیدؓ بن حارثہؓ اُم المومنین سیدہ زینبؓ بنت جحش کی طلاق یعنی ما کان محمدؐ ابا احد من رجالکم کے نزول یعنی ۵ ہجری تک زیدؓ بن محمدؐ مشہور رہے۔

ان کا نام بھی اس فہرست سے خارج کر دیا گیا۔ گویا نہ سلمانؓ شامل کئے گئے اور نہ اُس وقت کے ابن محمدؐ۔

وقت گذرتا رہا اور ان ہفوات میں اضافہ ہوتا رہا۔ ایک اور واقعہ سے اندازہ کیجئے کہ

نوبت کہاں تک پہنچ گئی تھی۔ سیدہ زینبؓ صلوات اللہ علیہا بنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ سے تنِ تنہا ہجرت فرماکر مدینہ منورہ پہنچیں تو شدائد سفر سے کپڑے تار تار اور پاؤں زخموں سے لہولہان تھے۔ اس حالت میں جب حضور صادق و مصدوق نے اپنی بیٹی کو دیکھا اور تڑپ اُٹھے اور بے اختیار یہ الفاظ زبان پر جاری ہوگئے۔

"ھی افضل بناتی" یہ میری افضل بیٹی ہے۔

افضل بنت رسولؐ

سیدنا عروہؒ مسجد نبوی میں درس حدیث فرمایا کرتے تھے اس میں ھی افضل بناتی کا درس بھی ہوتا تھا[1]۔

آگے امام طحاوی کی زبان سے سُنیئے:

فبلغ ذلک علیؒ بن الحسینؓ بن علیؓ فانطلق الی عروۃ فقال ماحدیث بلغنی عنک انک تحدثہ تنقیص فیہ حق فاطمۃ فقال عروۃ اما لیعد ذلک	اس بات کا علم علیؒ (زین العابدین) کو ہوا اور وہ سوار ہو کر مسجد میں پہنچا اور عروہؒ کو کہا تو ایسی باتیں کرتا ہے جو (میری دادی) کی منقبت کے نقیص ہے عروہؒ نے (ذکر) کہا

[1]: سیدنا عروہؒ بن زبیرؓ مدینہ کے قدیم ترین محدثین میں سے تھے۔ ان کا شمار مدینہ کے فقہائے سبعہ میں ہوتا ہے ۲۳ اور ۲۹ ہجری کے درمیان پیدا ہوئے ۹۱ ـ ۹۹ھ کے درمیان امیرالمومنین ولیدؒ بن عبدالملکؒ کے زمانہ میں وفات پائی۔

سیدہ اسماءؓ کے بیٹے ام المومنین خدیجہؓ کے بھتیجے تھے عبداللہؓ بن زبیرؓ سے بیس بچیس سال چھوٹے تھے سیاست سے الگ تھلگ رہے۔ اپنی جائداد کو وسیلہ معاش بناکر تمام زندگی علمی کاموں میں معروف رہے امیرالمومنین عبدالملکؒ کی فرمائش پر خلفائے اسلام کے مراسلات کی تدوین شروع کی۔

رات کو چوتھائی قرآن ختم کرتے۔ سرطان زدہ پاؤں کاٹا گیا تو اُف تک نہ کی۔ اپنی خالہ سیدہ صدیقہؓ کائنات کی خدمت میں بالالتزام حاضر ہوئے تھے۔ اپنے والدین، سیدنا علیؓ اور سیدنا ابوہریرہؓ سے احادیث کی روایت کی۔ ان سے محمد بن مسلمہ، ہشام، سلیمان بن لیسار، عبداللہ، عثمان اور ان کے اپنے صاحبزادے محمد روایت کرتے ہیں۔ ان کا اپنا کتب خانہ تھا انہوں نے المغازی نام کی ایک کتاب بھی تالیف کی تھی۔ ایسے جلیل القدر تابعی کو صحیح حدیث بیان کرنے سے جبراً روکدیا گیا۔

ان لا احد شد۔ ملخ از آئندہ ایسا نہیں کروں گا (مشکل الآثار ج ۲ ص ۵۵)

عام درس حدیث میں اقتدارِ سیّدہ فاطمہؓ کے لئے حضور صادق و مصدوقؐ کی چہیتی اور افضل ترین بیٹی کے فضائل سے متعلق مسجد نبوی میں عین روضہ رسول اللہؐ کے سامنے عروہ بن زبیرؓ جیسے جلیل القدر تابعی کو بجبر باز رکھا جاتا ہے تو دیگراں راچہ رسد۔

ابتداء تو یہاں سے شروع ہوئی کہ پہلے "تھی افضل بناتی" کو پس منظر میں دھکیلنے کے لئے مسجد نبوی تک کی حرمت اور تقدس کو پامال کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ اور بڑھتے بڑھتے نوبت بایں جا رسید کہ ینساء النبی لستن کاحد من نساء کے علی الرغم نبی علیہ السلام کی صرف ایک بیٹی سیّدہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا کو سیّدۃ نساء کے مقام پر لا بٹھایا۔ بلکہ اس پر بھی صبر نہ کیا اور آنحضرتؐ کی تین صاحبزادیوں کے وجود سے ہی انکار کر دیا بنات الرسولؐ کے متعلق ہم تفصیلی بحث اپنی تالیفات رنبات الرسولؐ اور عترت رسولؐ میں کر چکے ہیں۔ اس مقام پر صرف یاد دہانی کے لئے بنات الرسولؐ کے منکرین کی چند کتب کے حوالجات پر اکتفا کی جاتی ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری مذکورہ کتب کا مطالعہ کیجئے۔

بنات الرسولؐ یہ بات چمکتے دمکتے سورج کی طرح درخشاں و تاباں ہے کہ حضور صادق و مصدوقؐ کی چار دختران عظامؓ تھیں اب رہا یہ معاملہ کہ سب سے بڑی کون تھیں اور منجھلی کون کون تھیں اور سب سے چھوٹی کون تھیں اس کے متعلق فریقین کے پاس کوئی حتمی یا یقینی ثبوت نہیں بیرونی قرائن و شواہد سے جو کچھ اخذ کیا جا سکتا ہے اس سے یہ بات یقین کی حد تک درست تسلیم کرنے میں کوئی امر مانع نہیں کہ سب سے بڑی سیدہ زینبؓ رضی اللہ عنہا تھیں ان سے چھوٹی سیدہ رقیۃ الزہرا رضی اللہ عنہا ان سے چھوٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سب سے چھوٹی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا تھیں۔

میں سینکڑوں کتب کی ورق گردانی کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اور اگر کہیں فرصت کے لمحات میسر آئے تو انشاء اللہ اس ترتیب پر تفصیلی بحث کروں گا۔ اگر فریق مخالف کے کسی ایک آدھ آدمی میں ہی شرافت و دیانت یا معقولیت کی ایک رمق بھی ہوتی تب بھی بات کرنے میں

لہ:۔ مزید تفصیل کے لئے ہماری تالیف خلافت راشدہ کا مطالعہ کیجئے۔

لطف آتا۔ مگر جہاں شرافت سر پیٹ کر رہ گئی ہو، معقولیت کا جنازہ نکل چکا ہو دیانت نام کی کوئی چیز سرے سے موجود نہ ہو۔ وہاں مخاطب کسے کیا جائے۔ جن لوگوں سے سیدنا علیؓ جیسا نابغہ عصر بھی نپٹ نہ سکا ان سے کسی قسم کی معقولیت کی توقع عبث محض ہے۔

ہماری کونسی کتاب ہے جس میں کہیں نہ کہیں کوئی رافضی چھپا بیٹھا نہیں۔ بلکہ ستم ظریفی یہ کہ خالصتہً قرآن وحدیث کے حامل اصحاب کے پلیٹ فارم سے فوائد غزنویہ کی قسم کے شیعی نظریات کی ترجمانی ہو رہی ہے مسند اہل بیت کی قسم کی کتابیں طبع کرائی جا رہی ہیں۔ فتاووں میں سیدنا حسینؓ کو شہید اعظم کہا جا رہا ہے ینساء النبی لستن کاحد من النساء کے علی الرغم نبی علیہ السلام کی صرف ایک بیٹی کو سیدۃ نساء العالمین کا تمغہ دیا جا رہا ہے نبی علیہ السلام کے اصحاب اور دوسرے نواسوں کو چھوڑ کر اور تمام انبیاء علیہم السلام کو نظر انداز کر کے دو تابعین[1] یعنی سیدنا حسنؓ وحسینؓ کو سید شباب اہل الجنۃ کہا جا رہا ہے۔

اغیار کی عیاریاں

اس کے خلاف فریق مخالف کی چابکدستی، ہشیاری بلکہ سینہ زوری ملاحظہ ہو کہ جب ان کے سامنے ان کی کتب سے کوئی ایسی روائت پیش کی جائے جسے اسلامی اعمال کی ترجمانی میں مقام دیا جا سکتا ہو تو یہ لوگ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ روایت اہلسنت کی کتب سے ہے یا تقیہ کے طور پر ہماری کتب میں لکھی گئی ہے۔ انہیں کہا جائے کہ سیدنا علیؓ اہلسنت کی طرح خلفائے راشدین کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے یا آنجنابؓ وضو میں پاؤں دھوتے رہے ہیں یا کلمہ واذان میں اشھد ان علی ولی اللہ کے کلمات الحاقی ہیں اور ایسا کہنے والے ملعون ہیں تو فوراً جواب ملتا ہے کہ یہ سب کچھ اہل سنت کی کتب سے لکھا گیا ہے اور اب تو ان لوگوں نے اپنی کتب کے جو نئے ایڈیشن شائع کرنے شروع کئے ہیں

---

[1] :۔ اس موضوع پر میری تالیف سیدنا حسنؓ بن علیؓ کا مطالعہ کیجیئے۔ اس میں بدلائل شواہد ثابت کیا گیا ہے کہ سیدنا حسنؓ کی ولادت غزوہ خیبر سنہ ہجری کے بعد ہوئی اور سیدنا حسینؓ کی ولادت فتح مکہ ۸ھ کے بعد ہوئی۔ ہر دو حضرات کو اصطلاحی معنوں میں ہم صحابی کہہ سکتے ہیں مگر حقیقی معنوں میں ان کا شمار زمرہ تابعین میں ہی کیا جا سکتا ہے۔

ان کے حواشی میں اس قسم کی تمام روایات کے متعلق لکھ دیا ہے کہ یہ اہلسنت کی کتب کی روایات ہیں۔ مثال کے طور پر صرف جلاء العیون کا مطالعہ کافی ہوگا۔

یہاں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:۔

۱۔ اگر یہ روایات اہلسنت کی کتب میں سے نقل کی گئی ہیں تو کیوں ایسا کیا گیا؟

۲۔ اگر ایسا کیا گیا تو اصول اربعہ وغیرہ کے مؤلفین تم سے زیادہ علم رکھتے تھے یا تم زیادہ عالم ہو۔

۳۔ تمہیں ایسی کتب کے حواشی میں ایسا لکھنے کا حق کس نے دیا ہے۔ اور تم ایسا کہنے والے کون ہو؟ اور تمہارا مبلغ علم کیا ہے؟

ان لوگوں کے ہاتھوں میں ان کے ایک امام نے فریق مخالف سے زچ ہو کر بچ نکلنے کے لئے ایک معقول ہتھیار تھما دیا ہے کہ: میں ستر پہلو رکھ کر بات کرتا ہوں[۱] اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ جس امر کے متعلق امام نے ستر پہلو سامنے رکھ کر بات کی قاری بیچارے کو کیا علم کہ ان ستر پہلوؤں میں سے کون سے انہتر پہلو جھوٹ ہیں۔ اور کونسا ایک پہلو سچا ہے اور کیا معلوم کروہ ستر واں پہلو بھی آگے چل کر از سر نو ستر پہلوؤں میں تقسیم ہو جاتے۔ ایسے مذہب کی کسی بات کو سچ مان کر اس پر عمل کرنا حماقت کے سوا کیا ہے؟

شیعہ اور بنات الرسول ؐ فریق مخالف کی مندرجہ ذیل کتب میں حضور خاتم المعصومین ؐ کی دختران عظام ؓ کی تفصیل موجود ہے۔

۱۔ اصول کافی طبع نولکشور ۱۳۰۲ھ ص ۲۷۸ جس طرح اہلسنت کے ہاں صحیح بخاری شریف کو

---

[۱] :۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال انی لاکلم علی سبعین فی کلھا المخرج وایضاً عن ابو بصیر قال سمعت ابی عبد اللہ علیہ السلام انی لا اکلم لا الکلمۃ واحدۃ لھا سبعون و جھاً ان شئت اخذت کذا وان شئت اخذت کذا اساس الاصول مصنفہ دیدار علی مجتہد ص ۶۵
امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا میں ستر پہلو رکھ کر بات کرتا ہوں ہر پہلو سے نکل جانے کا موقع رہتا ہے ابو بصیر بھی روایت ہے کہ میں نے امام جعفر علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ میں جب کوئی کلام کرتا ہوں تو اس میں ستر پہلو رکھ لیتا ہوں چاہوں تو اس پہلو کو اختیار کر لوں اور چاہوں تو اس پہلو کو لے لوں۔

اصح الکتاب لبعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے اسی طرح اصول کافی کے سرِ صفحہ پر فرقہ مخالف کے مزعومہ امام غائب کا یہ ارشاد مرقوم ہے الکافی کاف لشیعتنا - اپنے امام کے اس ارشاد کے منکرین اپنے لئے خود ہی فیصلہ کر لیں کہ وہ کیا ہیں۔

۲۔ تنقیح المقال فی احوال الرجال - فریق مخالف کے علامہ عبد اللہ المامقانی کی تالیف ہے - مامقانی چودھویں صدی کے امام فن رجال تسلیم کئے جاتے ہیں - سنِ ولادت ۱۲۹۰ھ اور وفات ۱۳۵۱ھ ہے - طبع نجف ۱۳۴۹ھ کے صفحہ ۷۴ تا ۸۹ کا مطالعہ کیجئے۔

۳۔ حیات القلوب شیعہ مذہب کی مستند متداول تاریخ ہے اس کے صفحات ۵۲، ۳۲۱، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۳، ۵۶۶ جلد ۲ پر بنات الرسول کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے

۴۔ اعلام الوریٰ با علام الہدیٰ طبع ایران علامہ طبرسی۔

۵۔ کشف الغمہ تالیف علی بن سعیدی ص ۱۳۲ ۔

۶۔ تحفۃ العوام معتبر - تحفۃ العوام کے پہلے تمام ایڈیشنوں میں بنات الرسول کے الگ الگ اسماء مبارکہ کے بعد یہ کلمات مرقوم تھے والعن من اذی نبیک فیھا - یعنی جس آدمی نے نبی علیہ السلام کو آنحضرت کی اس بیٹی کے معاملہ میں ایذا پہنچائی اس پر لعنت - مگر ۱۳۵۱ ہجری میں تحفۃ العوام جب نظامی پریس آہنی پھاٹک لکھنؤ میں طبع ہوئی تو الفاظ میں ردّ و بدل کر دیا گیا اور تیسری بار جب لاہور میں طبع ہوئی تو سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ باقی تمام صاحبزادیوں کے نام ہی غائب کر دئے گئے

لہ:- ستمبر یا اکتوبر ۱۹۶۹ء کا واقعہ ہے کہ راقم جہلم، نیو جہلم ٹرانسپورٹ کے اڈہ پر کھڑا تھا - اچانک ایک طرف نظر اُٹھی تو دو آدمیوں کو اپنی طرف گھورتے پایا - اور چند لمحات کے بعد وہ میرے سامنے موجود تھے - ان میں سے ایک نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا تمہارا نام حکیم فیض عالم صدیقی ہے - عرض کیا خاکسار کو ہی فیض عالم کہتے ہیں میری زبان سے ابھی یہ فقرہ پوری طرح ادا نہیں ہوا تھا کہ وہ دونوں مجھ پر پھٹ پڑے - تم کذاب ہو جھوٹے ہو، مکار ہو، فریبی ہو کمینے ہو، پیشتر اس کے کہ میں اُن کی دشنام طرازی کے متعلق اُن سے

(باقی اگلے صفحہ پر)

۷۔ نہج البلاغۃ مصری جلد ۲ ص ۸۵
۸۔ فیض الاسلام سید علی نقی ص ۵۱۹
۹۔ قرب الاسناد ص ۲۶ سطر آخری
۱۰۔ منتہی الامال جلد ۱ ص ۷۹، ۸۰ شیخ عباس قمی۔
۱۱۔ تفسیر صافی ص ۱۴ اسطر ۱۵
۱۲۔ مراۃ العقول شرح الاصول والفروع جلد ۱ ص ۳۵۲
۱۳۔ مجالس المومنین ص ۸۷ (۱۴) تہذیب جلد ۱ ص ۱۵۴
۱۵۔ تفسیر مجمع البیان جلد ۳ صفحہ ۱۸۴، ۲۳۳ (۱۶) فلک النجاۃ جلد ۱ ص ۳۸۶

(بقیہ حاشیہ برصفحہ گذشتہ) کچھ دریافت کرتا ان کے شور و غوغہ سے وہاں اچھا خاصہ مجمع ہو گیا۔ بڑی مشکل سے اس قدر الفاظ زبان سے نکلے کہ کم از کم مجھے بھی معلوم ہو کہ میں نے آپ سے کیا جھوٹ کہا ہے اور آپ کو مجھ سے کیا تکلیف پہنچی ہے۔ ان میں سے جو ذرا قدر کو قسم کا تھا اس نے کہا اختلاف اُمت کا المیہ تم نے لکھا ہے۔ عرض کیا یہ کتاب میں نے ہی لکھی ہے خیال گذرا کہ کوئی متشدد قسم کے مقلد ہوں گے مگر شکل و صورت سے اس کی تصدیق نہ ہوتی تھی۔ آخر صورت اور ہی سامنے آئی۔ اس نے پہلے اختلاف اُمت کا المیہ نکال کر اس کے صفحہ ۸۰ کا وہ حاشیہ سامنے کیا جس میں بنات الرسولؐ کے متعلق شیعی کتب کی فہرست تھی اس فہرست میں تحفۃ العوام کے نام پر انگلی رکھ کر اس نے تحفۃ العوام کا مذکورہ صفحہ نکالا تو اس میں بنات الرسولؐ کا تذکرہ ندارد۔ میں کتاب مذکور میں یہ کلمات نہ پاکر سخت پریشان ہوا۔ زمین پاؤں تلے سرکتی محسوس ہوئی وہ دونوں للکار رہے تھے اور مجمع میں سے بھانت بھانت کی آوازیں آ رہی تھیں میرے لئے نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن ایسے مواقع پر اللہ ہی یاد آتا ہے وہ ضیق کے لمحات اب بھی یاد آتے ہیں تو پسینہ آ جاتا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمائی کی اور مجمع میں ایک شناسا صورت نظر آئی اُسے کہا میرے بھائی ذرا امام باڑے تک جاؤ اور وہاں جو بھی موجود ہو اُسے پچاس روپے بطور ضمانت دیکر تحفۃ العوام لاؤ وہ آدمی تحفۃ العوام لایا تو پرانا ایڈیشن دیکھ کر کچھ اطمینان ہوا۔ کتاب کھولی اس میں وہ کلمات مل گئے

(باقی اگلے صفحہ پر)

نہ معلوم ان کتب کے علاوہ ان کی اور کس قدر کتب میں حضور خاتم المعصومینؑ کی دختران عظامؓ کا ذکر موجود ہے۔ مگر بایں ہمہ یہ رٹ لگائے چلے جاتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی صرف ایک بیٹی تھی اور اس ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ کئی مقامات پر منہ کی کھا چکے ہیں[له]

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) جن کا مفہوم اس قسم کا ہے کہ اے اللہ سیدہ زینب بنت نبی علیہ السلام پر درود ہو اور حبار نے نبی کی اسی بیٹی کے معاملہ میں نبی کو ایذا دی اس پر لعنت یہی کلمات نبی علیہ السلام کی ہر چہار دختران عظامؓ کے متعلق دیکھ کر کتاب مجمع کے سامنے کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہے ان بد کرداروں کا عمل۔ خدا ان سے پوچھے کہ تم لوگوں کو مصنف کی اصل کتاب میں قطع و برید کرنے کا حق کس نے دیا ہے چند لمحات پہلے جو حالت میری تھی وہ تو تھی مگر اب مجمع بھی پڑھ گیا تھا اور جب ان لوگوں کو معترضین کے اسی بغض باطن اور تلبیس کا علم ہوا تو اللہ دے اور بندہ لے ہر چہار طرف سے ان پر لعنت ملامت اور پھٹکار کے ڈونگرے برس رہے تھے۔ آخر چند شرفا کے بیچ بچاؤ کرنے سے وہ اپنی پگڑیاں سلامت لے کر وہاں سے بھاگ نکلے۔ اب ان لوگوں کے لئے مشکل تو یہ ہے کہ اپنی تمام امہات الکتب سے اس قسم کی عبارتیں حذف کرنے پر وہ قادر نہیں۔ اس کے بجائے انہوں نے ہر ایسی روایت کے متعلق حاشیہ میں لکھنا شروع کر دیا کہ یہ روایت تقیہ کے طور پر بیان ہوئی ہے یا یہ روایت اہل سنت کی کتابوں سے نقل ہو گئی ہے۔ (یہ حوالہ نئے ایڈیشن کے ص۱۰۸ پر ہے)

[له] :- ۷ر شوال ۱۲۸۷ ہجری کو مقام جھوک وڑھیل ریاست بہاولپور میں بنات الرسولؐ کے موضوع پر مولوی عبدالستار تونسوی اہلسنت اور مولوی اسماعیل شیعہ کے درمیان ایک مناظرہ ہوا جس کی روداد طبع ہو چکی ہے مناظرہ کی کارروائی کافی طویل ہے البتہ اس میں جو لطیفہ ہوا مختصر طور پر نذر قارئین ہے مولوی اسماعیل کے کہنے پر مولوی سعید الرحمٰن شیعہ نے تونسوی صاحب کو کہا کہ اصول کافی سے ثبوت پیش کیجئے تونسوی صاحب نے اصول کافی کا صفحہ ۲۷۸ نکال کر تیسری سطر پر نشان لگایا اور سید محمد علی شاہ سنی عالم کو کہا کہ کتاب لے جاؤ اور فریق مخالف کو دکھاؤ مگر شیعہ مولوی سعید الرحمٰن نے کتاب مذکور دیکھتے ہی کتاب سے وہ ورق پھاڑنا شروع کر دیا حاضرین نے بمشکل مولوی سعید الرحمٰن سے اصول کافی چھین کر تونسوی صاحب کو واپس کی اسی مناظرہ میں اس سے بڑھ کر ایک اور لطیفہ ہوا اصول کافی کی روایت ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

بنات الرسولؐ کی حقیقت سے شیعی فرار

۱۹۷۱ء میں ایک شیعہ ڈاکٹر بنات الرسولؐ کے موضوع پر مجھ سے اُلجھے میں نے ایک سوالنامہ مرتب کر کے اُنہیں دیا کہ اسے اپنے علماء کو بھیج دیجئے اُنہوں نے میرا مرتب کردہ سوالنامہ مکتوب مفتوح کے نام سے طبع کرا کے پاکستان بھر کے دو درجن سے زیادہ شیعہ علماء کو بھیجا مگر جواب ندارد انہوں نے دوبارہ متوجہ کیا تو عجیب عجیب جوابات موصول ہوئے میں نے وہ تمام خطوط "بنات الرسولؐ" نامی ایک کتاب میں شائع کرا دیئے اس کے جواب میں البتول اور بنت رسولؐ نامی دو کتابچے طبع ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) تزوج خدیجہ وھو بضع وعشرین سنۃ فولد منھا قبل مبعثہ القاسم ورقیۃ وزینب وام کلثوم وولد له بعد المبعث الطیب الطاھر وفاطمہ علیھا السلام وروی ایضاً انہ لم یولد بعد المبعث الا فاطمۃ وان للطیب والطاھر ولد قبل مبعثہ

جناب رسول اللہؐ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا جب آنحضرتؐ کی عمر بیس سال سے کچھ زیادہ تھی حضرت خدیجہؓ سے قبل از بعثت قاسمؓ، رقیہؓ، زینبؓ اور ام کلثومؓ پیدا ہوئے اور بعثت کے بعد طیبؓ وطاہرؓ اور فاطمہ علیھا السلام پیدا ہوئے اور یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ کے ہاں بعد از بعثت صرف فاطمہؓ پیدا ہوئیں اور طیبؓ وطاہر بعثت سے پہلے پیدا ہوئے

یہاں اس امر سے بحث نہیں کہ پہلے کون پیدا ہوا اور بعد میں کون پیدا ہوا۔ یہاں صرف مناظرہ مذکور کی کاروائی دکھانی مطلوب ہے۔ مناظرہ میں مولوی اسماعیل آنجہانی نے مذکورہ روایت کا نصف اوّل چھوڑ دیا اور صرف اس قدر عبارت پڑھی۔

روی ایضاً انہ لم یولد بعد المبعث الا فاطمہ علیھا السلام۔ مگر تونسوی صاحب نے جب حاضرین کو پوری روائیت نکال کر دکھائی تو مولوی اسماعیل آنجہانی کے چودہ طبق روشن ہوگئے مولوی اسماعیل تو بچ نکلے مگر یہی واقعہ ایک مجلس میں مجھ سے پیش آیا اور جب میں نے حاضرین مجلس کو پوری روائیت دکھائی تو حاضرین نے میرے مخاطبین کی جوتوں سے تواضع فرمائی۔

بنات الرسولؐ کی حقیقت کو جھٹلانا توان کے بس کا روگ نہ تھا البتہ اس سلسلہ میں البتول اور بنت رسولؐ کے مرتبین سے جو جواس باختگیاں سرزد ہوئیں وہ علمی دنیا میں فسانہ آناد کے کیرکٹر فوجی سے کم نہیں۔

چنانچہ مؤلف[1] البتول اپنی تالیف میں مشہور شیعی تالیف ناسخ التواریخ کے متعلق لکھتا ہے کہ اس کا ماخذ طبری ہے جو کچھ مؤلف نے طبری میں دیکھا لکھ دیا (البتول ص۱۱۲)

اسے کہتے ہیں "ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ" میاں ناسخ التواریخ بھی تمہاری کتاب اور طبری بھی تمہارا اپنا شیعہ بزرگ[2] اس میں سنیوں کا کیا قصور۔ اور پھر ناسخ التواریخ میں اگر بنات الرسولؐ کا ذکر موجود ہے تو تم پر یہ الہام کہاں سے نازل ہوا کہ نبی علیہ السلام کی دختران عظامؓ چار نہیں تھیں بلکہ ایک تھی۔ ملا باقر مجلسی کی تالیف حیات القلوب کے متعلق بڑی گھاٹیاں عبور کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ مراۃ العقول میں مجلسی کا عقیدہ پڑھ کر اپنی عقلوں کا ماتم کریں۔

میاں اگر مجلسی کے عقائد اتنے ناگفتہ بہ تھے تو تمہارے لگے بندھے اس کے نام کے ساتھ خاتم المفسرین رئیس المحدثین حضرت علامہ کے سابقے اور علیہ الرحمۃ والرضوان کے لاحقے کیوں ٹانکے ہوئے ہیں ہمت کیجئے اور جلاء العیون، حیات القلوب وغیرہ کو کسی بند ڈبہ میں پھینک دیجئے اور پھر آٹے دال کا بھاؤ خود معلوم ہو جائے گا شاید اسے یہ بھی معلوم نہیں صاحب مراۃ العقول بھی حضور اکرمؐ کی چار دختران عظامؓ کا قائل ہے۔

نہج البلاغہ میں حضور صادق و مصدوق کی چار دختران عظامؓ کے تذکرہ کے متعلق مؤلف البتول کہتا ہے کہ یہ لفظ علیؓ کے نہیں اس کلام کی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی" ص۱۱۷ کیا عجیب استدلال ہے اصول کافی کی روایت کے متعلق اسمٰعیل کہتا ہے کہ یہ تاریخی روایت ہے جو سنیوں کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے مگر اسماعیل الکافی کفایت لشیعتنا اپنے امام کا قول ہضم کر گیا۔ کتاب الخصال کی روایت کے متعلق یہی مولوی اسماعیل کہتا ہے کہ اس کا آخری راوی . . . .

---

[1] مرزا یوسف حسین

[2] طبری متوفی ۳۱۰ھ اسی حد تک سنی تھا جو سنیوں کو جل دینے کے لئے کافی ہو سکتا تھا تفصیل میری تالیف "اختلاف امت" میں دیکھئے۔

علی بن حمزہ ابوبصیر کا قائد تھا اور جھوٹا تھا

اے میاں جھوٹا تھا یا سچا آپ کے ابوبصیر کا قائد تھا۔ اگر علی بن حمزہ جھوٹا تھا تو باقی کتب کے مصنفین بھی جھوٹے ہیں۔

حیات القلوب کی روایت کے متعلق مولوی اسماعیل کہتا ہے کہ اس کا راوی سعدہ بن صدقہ سُنی تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں یوسف حسین ہو یا اسماعیل اب وہ اپنی اُمہات الکتب کی روایات کو تاریخی روایات کہیں یا ان کے راویوں کو جھوٹا کہیں ان کا گلا اس پھندے میں پھنس چکا ہے اور یہاں تک پھنس چکا ہے کہ بموجب روایت تحفۃ العوام، زاد المعاد مجلسی، تہذیب الاحکام وغیرہ سزاوار لعنت ہو چکے ہیں۔

اللھم صل علی رقیۃ بنت نبیك والعن من اذی نبیك فیھا۔	"اے اللہ درود ہو اوپر رقیہ کے اور اس پر لعنت بھیج جس نے نبی کی اس بیٹی کے متعلق نبی کو ایذا دی"
اللھم صل علی ام کلثوم بنت نبیك والعن من اذی نبیك فیھا	اے اللہ درود نازل فرما ام کلثومؓ پر اور جس نے نبی کو اس کی بیٹی ام کلثومؓ کے بارے میں ایذا دی اس پر لعنت بھیج۔

تحفۃ العوام میں سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ کے متعلق بالکل اسی قسم کے کلمات مرقوم ہیں۔

گویا نبی علیہ السلام کی دختران کا انکار نبی علیہ السلام کو ایذا پہنچانا ہے اور نبی علیہ السلام کو ایذا پہنچانے والے لعنتی ہیں۔

نبی نے اپنی بیٹیاں مشرکین کو کیوں دیں

(شیعیت کا اعتراض)

شیعہ مولویوں کی طرف سے بڑے دھڑلے کے ساتھ قرآن مجید کی یہ آیت پیش کی جاتی ہے: لا تنکحو المشرکین حتیٰ یومنواؕ۔ "اور تم نہ نکاح کرو عورتوں کا مشرکوں سے یہاں تک کردہ

ؔ ملاحظہ ہوں جوابات بشیر انصاری مندرجہ بنات الرسول صـ۱۲۲ اور ظہور الحسن کا خط صـ۳۷

مومن ہو جائیں ۔

اس آیت پر بڑی تفصیل سے بحث کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اگر زینبؓ، رقیہؓ، کلثومؓ نبی کی اپنی بیٹیاں تھیں تو وہ مشرکین کو کیوں دی گئیں ۔

ان عقل کے اندھوں کو یہ کیوں نظر نہیں آیا اگر نبیؐ کی بیٹیاں نہ تھیں ربائب تھیں تو اس صورت میں جبکہ وہ نبیؐ کی تربیت میں تھیں اور لبقول تمہارے وہ نبی کی بیٹیاں کہلاتی تھیں اس صورت میں نبیؐ نے کیسے گوارہ کر لیا کہ منہ بولی بیٹیوں کو مشرکین سے بیاہ دیں ۔

اوّل تو یہی درست نہیں کہ نبی علیہ السلام نے اپنی بیٹیاں مشرکین کو دیں ۔ سیدہ زینبؓ کا نکاح سیدنا قاسم (ابی العاصؓ) سے قبل از بعثت ہوا تھا ۔ اور ابولہب کے بیٹوں سے سیدہ رقیہؓ یا سیدہ ام کلثومؓ کی روایات سراسر سبائی ٹکسال کی گھڑی ہوئی ہیں اور سبائیت کے ذخیرہ سے درآمد کردہ ہیں ۔ دلو فرضنا ان کے نکاح ہو بھی چکے تھے تو ان کی رخصتی کے شیعہ بھی قائل نہیں قبل از رخصتی طلاق ہو گئی تھی ۔ بیان کیا جاتا ہے وانذر عشیرتک الاقربین کے موقعہ پر ابی لہب نے فوراً اپنے بیٹوں کو کہہ کر طلاق دلوادی - - - - قرآن کے ان کلمات کا زمانہ نزول بعثت کا پہلا سال ہے اُس وقت سیدہ رقیہؓ بالغ تھیں سیدہ فاطمہؓ ان سے چھوٹی اور سیدہ ام کلثوم سب سے چھوٹی تھیں پھر یہ کیا تک بازی ہے کہ منجھلی بیٹی کو چھوڑ کر اس سے بڑی اور چھوٹی کے نکاح کر دیئے شاید اسی لئے سیدہ فاطمہؓ کو انہوں نے اُم ابیھا کہا ہے ۔ اس مقام پر میں دنیائے سبائیت کے ان ۓ علاموں سے کیا یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ ان کے مدحضرت ابوطالب علیہ السلام" نے اپنی بیٹی ام ہانی اپنے بھتیجے کو نہ دی جو تمام قوم میں امین اور صادق کے نام سے مشہور تھا اور جس بھتیجے کا اُسی ابوطالب کو کفیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور اس کے بجائے ہبیرہ کافر سے اُم ہانی کا نکاح کر دیا جو موذیئے رسولؐ کے نام سے آج تک مشہور ہے اور بحالت کفر کہیں بھٹکتا ہوا فی النار ہو گیا ۔

نبیؐ نے تبلیغ اسلام کے لئے مشرکین کو اپنی بیٹیاں دیں

(شیعیت کا شوشہ)

ادھر تو علامہ ولا تنکحوا المشرکین کا ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں اور دوسری طرف

ان کے گرو مصنف حیات القلوب ان سب کے کان کاٹ گئے۔ اس نے سرے سے نبیؐ کی نبوت پر ہی کلہاڑا چلادیا۔ لکھتا ہے۔

" پس اگر دختر بعثمان دادہ باشد بنابرآں کہ در ظاہر داخل مسلمانان بودہ است دلالت نمے کند برآں کہ در باطن کافر بودہ است و تالیف قلب ایشاں و دختر خواستن از ایشاں و دختر دادن بایشاں در ترویج دین اسلام و اعلائے کلمۃ الحق مدخلیت عظیم داشت و درانیہا مصالح بے شمار بود کہ اکثر آنہا بر عقل مقابل پوشیدہ نیست و اگر آنجناب اظہار نفاق ایشاں مے نمود و اسلام ظاہر ایشاں را قبول نمی فرمود بان جناب بغیر از قبیلے ضعفائے ماندند۔ چنانچہ بعد از آں جناب با میرالمومنین علیہ السلام بغیر از سہ چہار نفر نماندند (حیات القلوب ج ۲ ص ۵۶۲)

ترجمہ:۔ اگر نبیؐ نے اپنی بیٹی عثمانؓ کو دی ہے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ عثمانؓ بظاہر مسلمان تھا اس کی مسلمانی اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ وہ بباطن کافر نہ تھا اور ان کی تالیف قلب کرنا اور ان سے رشتے چاہنا اور ان کو لڑکیاں دینا دین حق کی تقویت اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے بڑا کام تھا اور اس میں بے شمار مصلحتیں تھیں جو اکثر عقلمندوں پر پوشیدہ نہیں اور اگر نبی علیہ السلام ان کا نفاق ظاہر فرماتے اور ان کے ظاہری اسلام کو قبول نہ فرماتے تو آنحضرتؐ کے ساتھ چند کمزوروں کے سوا کوئی نہ ہوتا چنانچہ نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ تین چار آدمیوں سے زیادہ کوئی نہ تھا"

تضاد ہی تضاد | بنات الرسولؐ کے متعلق ان کی اُمہات الکتب کہتی ہیں کہ وہ چار تھیں ان کے چند پس آئندگان الاپتے ہیں کہ اگر وہ نبیؐ کی بیٹیاں تھیں تو نبیؐ نے مشرکین کو کیوں دیں حالانکہ قرآن مجید میں ولا تنکحوا المشرکین کا ارشاد موجود ہے اور نبیؐ کو نبوت سے پہلے بھی اپنی نبوت کا علم ہوتا ہے مگر مصنف حیات القلوب کا دیا کھیان ہے کہ نبیؐ نے مشرکین کو اس لئے لڑکیاں دیں کہ تبلیغ اسلام کے لئے ان کی تالیف قلب مطلوب تھی۔ گویا نبیؐ مشرکین کو بیٹیاں دیکر اُنہیں مسلمان بناتا رہا مگر وہ پھر بھی مسلمان نہ ہوئے اور منافق ہی رہے۔ بقول ان کے جیسا کہ نبیؐ کی وفات کے بعد معلوم ہو گیا۔ یعنی سوائے تین چار کے کوئی مسلمان نہ رہا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہاں ایک معمولی سوجھ بوجھ کا آدمی بھی ان کی لغو بیانیوں، بہتان طرازیوں اور غلط بیانیوں کو دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ لوگ یہود و مجوس کے گٹھ جوڑ کی بہت بڑی سازش کے بُری طرح شکار ہو چکے ہیں اور ان کی اس حد تک مت ماری گئی ہے کہ یہ لوگ جامۂ انسانیت میں اولئک کا الانعام بل ھم اضل سے بھی اسفل ترین مقام پر پہنچ چکے ہیں۔

اسی ضمن میں کسی ظہور الحسن[1] کوثری کا ایک خط جو بنات الرسولؐ میں طبع ہو چکا ہے قابل مطالعہ ہے وہ لکھتا ہے کہ۔

"رسول اُمت کی جن عورتوں سے نکاح کرے وہ اُمت کی مائیں ہیں اور مسلمان ان کو اُم المومنین کہتے ہیں۔ جب اُمتی عورتیں نبی کے نکاح میں آکر اُمت کے لئے حرام ہو جائیں تو رسولؐ کی بیٹیاں اُمت کے لئے کیسے حلال ہوں گی اور ہم رسولؐ کی ازواج کو اُم المومنین کہتے ہیں اسی لئے نکاح حرام کہ اُمت کے بیٹے اور یہ ماں کی بیٹی کیا لگی مومنین کی۔ مسٹر پوستی اس دلیل سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی سوائے فاطمہؓ کے دوسری بیٹیاں نہ تھیں۔ اگر تھیں تو وہ اُمت کے لئے حلال نہ تھیں۔ یہ لکھتے ہوئے اسے یہ نظر نہ آیا کہ اس طرح میں علیؓ اور علیؓ کی تمام اولاد کو اُمت سے خارج کر رہا ہوں۔"

---

[1] :۔ ظہور الحسن نے جلاء العیون کا ترجمہ کیا ہے اور بعض مقامات پر اس نے حاشیہ آرائی میں بڑے بڑے گل کھلائے ہیں۔ اپنا خاندانی شجرہ نسب بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہمارے بزرگوں میں چار بھائی تھے ان کی اولاد سادات فضلو، سادات سوندو، سادات اڈسے اور سادات موجو کے نام سے مشہور ہوئے۔

ظہور الحسن موجو کی اولاد سے ہوا جو سادات پوستی کے نام سے مشہور ہوئے (جلاء العیون جلد ۱ ص ۱۲)

معلوم نہیں آئمہ معصومین میں سے کسی امام سے بشارت پاکر کسی فتح محمد جلیر طرح اپنی اولاد کے نام اس قسم کے رکھے ؎ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس مقام پہ وہ اس بات کو بھی بھول گیا کہ ایک مسلمان یا نبی ہو گا یا اُمتی ہو گا اور یہ تو مسلّم ہے کہ علیؓ اور اولادِ علیؓ میں سے کوئی بھی نبی نہ تھا۔ اُمت سے اُنہیں پوستی نے خارج کر دیا تو بتایئے وہ کون تھے اور تم فاطمیت کے مدعی کون ہو؟ کیا تم پیغمبر ہو یا اُمتی دنیا میں ہزاروں فاطمی شہزادیاں تمہارے "گنہگار اُمتیوں" کے گھر اولادیں پیدا کرتی رہیں اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور لاکھوں "امتیانیاں" تمہارے ان فاطمی پیغمبروں کے گھروں میں "پیغمبر پیدا" کرتی رہیں اور آج تک پیدا کرتی چلی آرہی ہیں۔ اللہ تعالےٰ جب کسی کا نورِ ایمان سلب کر لیتا ہے تو وہ ایسی بے تکی واہی تباہی بکنا شروع کر دیتا ہے جس کا نہ کوئی سر ہوتا ہے نہ پیر اور جُہلا کا ایک گروہ ایسے مخبوط الحواس لوگوں کے پیچھے بھیڑوں کے ریوڑ کی طرح چل پڑتا ہے۔

سیّدنا علیؓ کی بیٹیاں ۱۔ سیدہ اُم کلثومؓ بنتِ سیّدہ فاطمہؓ کا نکاح سیدنا فاروق اعظمؓ سے شمس النہار کی طرح روشن ہے ان لوگوں کی تمام اُمہات الکتب سے لے کر تھرڈ کلاس کتابوں تک میں اس نکاح کا ذکر موجود ہے مگر آج کے یہ لوگ نکاح تو درکنار سرے سے سیدہ ام کلثومؓ کی ہستی کے ہی منکر ہیں۔ اور اگر بعض نے سیدنا علیؓ کے گھر میں کسی سیدہ اُم کلثومؓ کی ہستی کو تسلیم کیا تو اُس کے متعلق یہ پھلجھڑی چھوڑی کہ وہ سیدنا علیؓ کی ربیبہ تھی۔ ایک اور گروہ نے یہ گرہ لگائی کہ عمرؓ سے جس ام کلثومؓ کا علیؓ نے نکاح کر دیا تھا وہ ایک جنّیہ تھی مگر ان کی بے سروپا حواس باختگیاں کہاں تک کام دیتیں حقیقت کا ڈنڈا سر پہ معلق دیکھ کر گھبرا اُٹھے تو اس پاکدامن مومنہ، دخترِ سیدہ فاطمہؓ، نواسیٔ حضور صادق و مصدوقؐ کی ذاتِ اقدس کے متعلق وہ بے ہودہ سوقیانہ اور انتہائی طور پر شرمناک ہانک لگائی کہ شیطان بھی پناہ مانگتا ہوا بھاگ نکلا ہو گا۔

کہا گیا "ھذا اوّل فرج غصب منا" یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم سے چھینی گئی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم انہیں اتنی حیا بھی نہ آئی کہ ہماری اس بکواس کی زد میں فاروق اعظمؓ کی نسبت سیدنا علیؓ جنہیں یہ لوگ غالب علے کل غالب، مظہر العجائب

لافتے الا علی غرضیکہ کیا کچھ کہتے ہیں، کی ذات زیادہ آتی ہے۔ مگر ان کی بلا سے ان کے حمام میں جو بھی آئے گا اس کا مونڈن ہو کر رہے گا۔

شیعہ مذہب کی کتب جن میں اس نکاح کا ذکر ہے:۔

۱۔ طراز المذہب جلد ۱ ص۵۷، ۵۸، ۶۲، ۶۵، ۶۸ (تفصیل بر صفحات ۸۴ تا ۶۸) (عباس قلی خان)

۲۔ منتہی الآمال عباس قمی طبع جدید جلد ۱ ص۱۸۶

۳۔ مناقب آل ابی طالب ابو جعفر رشید الدین محمد بن علی بن شہر بن آشوب ۵۸۸ طبع جدید مطبع قم ج ۳ ص ۳۰۴، ۱: ۲۷۵

۴۔ فروع کافی ۶: ۱۱۵، ۱۱۶ باب متوفی عنھا زوجھا طبع ایران۔ کتاب النکاح جلد ۲ ص۱۴۱ میں اس نکاح کے متعلق پورا باب ہے۔

۵۔ الکافی کتاب النکاح باب فی تزویج ام کلثوم
زرارہ کہتا ہے قال الامام ذلک فرج غصبناہ

۶۔ استبصار کتاب النکاح باب العدہ ۳: ۱۸۴، ۱۸۵ ابو جعفر طوسی

۷۔ تہذیب الاحکام طبع ایران ۸: ۱۶، کتاب المیراث ۹: ۲۶۲ ابو جعفر طوسی
جلد ثانی مطبوعہ مطبع جعفریہ ص۱۸۵

۸۔ مجالس المومنین قاضی نور اللہ شوستری ۱ ۱۹۵

۹۔ شرح مسالک الافہام شہید ثانی شیخ زین الدین جلد اول کتاب النکاح

۱۰۔ طبری اردو جلد ۳ ص۸۵، ۲۸۴

۱۱۔ اعلام الورٰی با علام الھدیٰ فی آئمۃ الھدیٰ المعروف بتاریخ آئمہ لابی علی الفضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ ھ مطبع شیراز ۱۳۱۲ھ

۱۲۔ دربار علیؓ بحوالہ قاموس المشاہیر جلد ۲ ص۱۱۷

۱۳۔ الصافی شرح اصول کافی مطبع نولکشور کتاب الحجہ جزسوم باب ۶۱ ص۲۸۱، ۲۸۲ خلیل قزوینی۔

۱۴۔ شرح ابن ابی الحدید جزو ثانی مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبرٰی مصری ص۱۲۴

۱۵- سیف صارم ۱۶- خرائج وجرائج

۱۷- کتاب شہادت ۱۸- حیات القلوب

۱۹- انوار نعمانیہ نعمت اللہ الجزائری

متفرق کتب:- المعارف صـ۹۲ - جمہرۃ الانساب العرب صـ۳۴، ۳۸

طبقات ابن سعد جلد ۸ صـ۴۶۵ - الفرق

اس مقام پر اگر مجھے اجازت دی جائے تو میں مسٹر کوستی اور اس کے دوسرے ایرے غیروں سے یہ پوچھنے کی گستاخی کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ مجھے سیدنا علیؓ کی کم و بیش سترہ بیٹیوں کے متعلق یہ بتانے کی زحمت گوارہ فرماسکیں گے کہ حضور ممدوح نے ان کے نکاح کن پیغمبرزادوں سے کئے تھے۔

۲- سیدہ زینبؓ بنت علیؓ جنہیں کربلا کا ہیروئینا کر پیش کیا جارہا ہے ان کا نکاح جس عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا تھا وہ عبداللہؓ کس پیغمبر کے بیٹے تھے۔

۳- سیدہ رملہؒ بنت سیدنا علیؓ کا نکاح جس معاویہؒ بن مروانؓ سے ہوا تھا کیا وہ امتی نہ تھا۔ اور غضب یہ کہ صرف امتی ہی نہیں بلکہ مروانؓ کا بیٹا (جمہرۃ الانساب ۸۰ مقام بنی امیہ ۱۱۸)

۴- اور اس سے بڑھ کر یہ کہ سیدنا علیؓ نے دوسری بیٹی سیدہ خدیجہؒ مروانؓ کے دوسرے بیٹے عبدالملک سے بیاہ دی (تاریخ الامت ۷، البدایہ ۹: ۲۹)

۵- آپ کی تیسری بیٹی عبدالرحمٰن بن عبداللہؓ سے بیاہی گئی اور علیؓ کے اس داماد کا باپ یعنی عبداللہ صفین میں سیدنا معاویہؓ کے لشکر میں تھا اور مزید ستم یہ ہوا کہ معرکہ صفین کے بعد سیدنا علیؓ نے اسی "جانی دشمن" عبداللہ کی بیٹی ہند کا رشتہ اپنے بیٹے حسینؓ کے لئے طلب کیا۔ یہ طویل داستان میں اپنی تالیف "تحقیقت مذہب شیعہ" میں بالتفصیل بیان کرچکا ہوں مگر اس مقام پر باوجود اختصار کے سیدہ سکینہ بنت حسینؓ کے ذکر کے آگے نہیں بڑھا جاتا جن کا آج محرم میں بڑی دھوم دھام سے تابوت نکالا جاتا ہے ان کا پہلا نکاح عبداللہ بن حسنؓ سے دوسرا مصعب بن زبیرؓ سے تیسرا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکم اموی سے اس ان کے مرنے

کے بعد چوتھا نکاح اصبغ بن عبد العزیز بن مروانؓ سے اور پانچواں نکاح زید بن عمرو بن عثمانؓ سے ہوا سٹر لوستی کی قسم کے حواس باختہ لوگوں کی معلومات میں اضافہ کے لئے فروع کافی اور تہذیب سے ایک آئینہ پیش کرنا اس مقام پر ضروری سمجھتا ہوں

العجم یجوزان یتزوجوا فی العرب — عجمیوں کے لئے جائز ہے کہ عربوں سے شادی

قال نعم فالعرب یتزوجوا من قریش — کریں اور عربوں کے لئے جائز ہے کہ قریش سے

قال نعم فقریش یتزوجو من بنی ہاشم — شادی کریں اور قریش کے لئے جائز ہے

قال نعم (فروع کافی جلد ۲ جزو اول ص۱۰۱ — کہ بنو ہاشم سے شادی کریں۔

تہذیب جلد ۲ ص۲۲۵)

شرائع الاسلام شیعہ مذہب کی فقہ کی اہم ترین کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ

یجوز نکاح العربیہ العجمی والہاشمیہ غیر الہاشمی ص۱۸۳

عربی عورت کا نکاح عجمی مرد سے اور ہاشمی عورت کا نکاح غیر ہاشمی مرد سے جائز ہے۔

اب ہم کیا جانیں سٹر لوستی کی قسم کے لوگ سچے ہیں یا ان کے روحانی باپ دادا اگر ان کے روحانی اباو اجداد کو یہ علم ہوتا کہ ہماری ناخلف اولاد کے لئے ہمارا لکھا پڑھا کسی وقت بلائے جان بن جائے گا تو شاید وہ اس قسم کی خیال آفرینیوں اور داستان سرائیوں کے سراب ہیں یوں بھٹک کر نہ مرتے۔

ان افسانہ نگاروں کی پیغمبر زادیوں کو ان کے آئمہ جنہیں یہ لوگ رب اللوح والقلم اور رب السموٰت والارض کہتے کہتے نہیں تھکتے مگر ان کے رب اللوح والقلم اپنی دختران عظام کے نکاح امویوں اور دیگر قریشیوں کے علاوہ عجمیوں سے بھی کرتے رہے اور ان سے بڑے بڑے گرانقدر عطیات و وظائف قبول کرکے بڑے ٹھاٹھ سے زندگیاں گذارتے رہے۔ اور بڑی پُرلطف بات یہ ہے کہ یہ تمام رب اللوح والقلم خود لونڈی زادہ تھے غالباً انہیں اپنے قبیلہ کے شرفا اپنی لڑکیاں دینے سے متنفر تھے یا وہ خود تماش بین قسم کے لوگ تھے کہ انہیں خاندانی اور شریف عورتیں

مطمئن نہ کر سکتی تھیں اور وہی لونڈیاں پسند آتی رہیں جو ان کے حرم آباد کرنے سے پہلے کئی افراد کی خانماں بربادی کا سبب بن چکی تھیں عقل یہ بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ کوئی آدمی اپنے شریف الطبع غلام یا نیک چلن لونڈی کو فروخت کرنے کے لئے تیار ہو سلہ

مزعومہ آئمہ میں سے سات لونڈی زادے تھے

۱۔ علیؒ (زین العابدین) کی ماں ایک سندھیہ لونڈی تھی۔ آج جس شہر بانو کے نام کی ڈھنڈیا پیٹی جا رہی ہے وہ ایک تخیلاتی وجود اور محض افسانوی کردار ہے۔ شہر بانو نام کی کوئی لونڈی یزدگرد کے بیٹی نہ تھی یزدگرد تو خود ۲۸ سال کی عمر میں بعہد خلافت سیدنا ذوالنورینؓ ایک پن چکی والے کے ہاتھ سے واصل بجہنم ہو گیا تھا سلہ علیؒ (زین العابدین) کی سندھیہ ماں کے متعلق زمخشری نے تفصیلی بحث کی ہے اور ابن قتیبہ لکھتا ہے ویقال امہ سندیۃ یقال لہا سلافۃ ویقال غزالۃ یعنی علیؒ کی ماں کا نام غزالہ یا سلافہ تھا اور وہ سندھیہ تھیں سیدنا حسینؓ کے مرنے کے بعد سیدنا علیؒ نے اپنے غلام عبداللہ کو آزاد کر کے اس سے اپنی اس والدہ کا نکاح کر دیا جس سے زبیر پیدا ہوا اور ایک لونڈی آزاد کر کے اس سے خود نکاح کیا (المعارف)

۲۔ موسیٰ کاظم کی ماں کا نام حمیدہ بربریہ یا اندلسیہ تھا جو لونڈی تھی جلاء العیون ص ۲۴

۳۔ علی بن موسیٰ رضا کی ماں تکتم یا اروی نامی لونڈی تھی ″ ص ۴۳

۴۔ تقی کی ماں سبکیہ یا خیزران وریحانہ نامی لونڈی تھی ″ ص ۶۰

۵۔ علی نقی کی ماں بھی ایک لونڈی تھی جس کا نام سمانہ مغربیہ تھا ″ ص ۷۰،۷۴

۶۔ حسن عسکری کی ماں کا نام سلیل یا حدیثہ تھا وہ بھی ایک لونڈی تھی ″ ص ۷۵

۷۔ ان لوگوں کے بارھویں امام بھی ایک نرگس نامی سیہ لونڈی کے بطن سے تھے ″ ص ۸۲،۸۴

سلہ اسماعیلی شہزادیاں غیر علویوں کے نکاح میں اس تفصیل کے لئے میری تالیفات حقیقت مذہب شیعہ اور سیدنا حسنؓ بن علیؓ دیکھیے۔

سلہ ۔ اس فرضی، خیالی اور افسانوی شہر بانو کے متعلق میں اپنی تالیف عترت رسول کے صفحہ ۱۱۱ تا ۱۲۹ تفصیلی بحث کر چکا ہوں۔ نیز دیکھیے افادات نگش کے صفحہ ۳۶ پر شہر بانو کے نام سے میرا تعلیقہ

مزعومہ دوازدہم امام کے کارہائے نمایاں کی چند جھلکیاں

شیعوں کے یہ مہدی بھی عجیب ستم ظریف قسم کے بزرگ ہیں جو ابھی تک سیدنا علیؓ کا چالیس پاروں والا ستر گز لمبا اور اونٹ کی ران کے برابر موٹا قرآن سینے سے لگائے صرف ۳۱۳ مومنین کے انتظار میں کسی سردابے میں چھپے بیٹھے ہیں معلوم نہیں شیعہ مومنین کی تعداد کب ۳۱۳ پوری ہوگی اور وہ اپنے کارہائے نمایاں دکھانے کے لئے سردابے سے باہر تشریف لائیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے

۱۔ در احادیث بسیار منقول است کہ علماء و سائر آئمہ، ابو بکرؓ را فرعون ایں امت وعمرؓ را ہامان ایں امت وعثمانؓ را قارون ایں امت فرمودہ اند و در رجعت نیز غرق آب شمشیر آل محمد خواہند شد (حیات القلوب ج ۲ ص۳۲۵)

متعدد احادیث میں آیا ہے کہ علماء اور تمام آئمہ نے ابو بکرؓ کو اس امت کا فرعون عمرؓ کو اس امت کا ہامان اور عثمانؓ کو اس امت کا قارون فرمایا ہے اور جب آل محمد (مہدی) رجعت کریں گے تو یہ سب ان کی تلوار سے ہلاک ہوں گے۔

۲۔ بدرستیکہ خدا فرعون وہامان را کشت وقارون را در زمین فرو برد لیعنی عثمانؓ زیرا کہ ایشاں حق خلافت غصب کردند و توبہ ایشاں مقبول نیست و ایشاں در عذاب خدا ہستند در برزخ تا بجہنم روند و در رجعت اماماں را با ایشاں بدنیا خواہد برگردانید کہ تا انتقام بکشند از ایشاں (حیات القلوب جلد سوم ص۲۰۲)

خدا نے فرعون (ابو بکرؓ) وہامان (عمرؓ) کو ہلاک کیا۔ اور قارون کو زمین میں غرق کیا یعنی عثمانؓ کو کہ انہوں نے حق خلافت کو غصب کیا اور ان کی توبہ مقبول نہیں اور وہ برزخ میں خدا کے عذاب میں ہیں یہاں تک کہ جہنم میں پہنچ جائیں گے۔ اور اماموں کی رجعت پوری کرنے کے لئے انہیں دنیا میں لایا جائے گا تاکہ ان سے انتقام لیا جائے۔

۳۔ تفسیر آیت:۔ لئن لم ینتہ المنافقون الخ جھوٹی حدیث بیان کرنیکی بنا غاصبِ اوّل نے کی اور تائید غاصب ثانی نے انہی دونوں کے جوارِ رسولؐ ہونے کا فخر کیا جاتا ہے اب فخر کرنے والے لا یجاورونک کو غور سے تلاوت کریں اور جناب صاحب النعال کی اس حدیث کو جس میں یہ ہے کہ وہ حضرت ان کی قبریں کھدوا کر ان کے لاشے نکلوا ئینگے اور سوکھے درختوں پر ان کو لٹکوا دیں گے اور بغرض امتحان وہ درخت ہرے ہو جائیں گے پھر ان سے بیزاری کا حکم دیا جائے گا مگر منافقین یعنی سُنّی نہ مانیں گے اور مومنین سے الگ ہو جائیں گے۔ انہی ملعونین کے ساتھ قتل کئے جائیں گے

(حاشیہ مترجم قرآن مجید مقبول سورۂ احزاب ع ۸ صفحہ ۸۵)

۴۔ چوں حضرت قائم آل محمد ظاہر شود۔ عائشہؓ را زندہ گرداند تا آنکہ او را حد بزند وانتقام بکشد برائے حضرت فاطمہؑ، راوی گفت فدائے تو شوم چہ سبب او را حد میزند، فرمود کہ برائے افترا ... بر آنکہ حق تعالیٰ محمدؐ را برائے رحمت فرستادہ است وقائم (یعنی مہدی رافضی) را برائے انتقام و عذاب خواہد فرستاد (حیات القلوب تالیف خاتم المفسرین، رئیس المحدثین حضرت علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ والرضوان جلد ۲ صفحہ ۸۷)

"جب قائم آل محمدؐ ظاہر ہوں گے (حضرت) عائشہؓ کو زندہ کریں گے تاکہ اس پر حد جاری کریں اور اس سے حضرت فاطمہؑ کے لئے انتقام لیں۔ راوی نے کہا میں آپ پر قربان ۔۔ اس پر کیوں حد جاری کریں گے آپ نے فرمایا کہ بہتان کی وجہ سے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو رحمت بنا کر بھیجا تھا اور مہدی کو انتقام اور عذاب کے لئے بھیجے گا"

اقول:۔ رافضہ کے امام دوازدہم کے اس قسم کے مجاہدانہ کارنامے متعدد شیعی کتب میں موجود ہیں[1]۔

---

[1]: خانزادہ غلام احمد خان بنگش مرحوم نے ماہنامہ شمس الاسلام اپریل ۱۹۶۵ء میں اس مہدی کے متعلق دو نظمیں لکھی ہیں جو افاداتِ بنگش کے صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱ پر موجود ہیں ملاحظہ کی چیزیں ہیں۔

ان خصائل کے مہدی کے منتظرین سے دعوتِ اتحاد کے مدعیان کی حسِ ایمان کے متعلق اگر کچھ سمجھ میں نہ آئے تو مودودی صاحب کی قسم کے بزرگوں سے رجوع کیجئے وہ آپکو صالحیت کے کسی چٹ پٹے نسخے سے ضرور مستفید فرمائیں گے مگر ایک سچے مسلمان کا عقیدہ قرآنی روشنی میں واضح ہے کہ صحابہ کرامؓ سے دشمنی رکھنے والے لیغیظ بہم الکفار کے زمرے میں آتے ہیں اور ازواج النبیؐ کے گستاخ اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا جہاں ملیں انہیں پکڑو اور ان کی گردن مارو ۔

خدا دارم، دل بریاں زعشق مصطفٰے دارم
ندارد ہیچ کافر ساز و سامانے کہ من دارم

اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ اور شیعہ

ازواج مطہراتؓ نبی علیہ السلام کے متعلق میں "اُمہات المومنینؓ" نامی کتاب جو محمود صوابؒ کی تالیف ہے کے مقدمہ میں کچھ بحث کر چکا ہوں اور تفصیلی بحث میری تالیف "سعد الیقین کا سنات" میں دیکھی جا سکتی ہے ۔

اس مقام پر اس قدر کہدینا کافی ہے کہ یہ لوگ ازواج النبیؐ میں سے سوائے اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃؓ الکبریٰ کے دیگر تمام اُمہات المومنینؓ کی ذوات قدسیہ ومطہرہ کے متعلق علی الاعلان نہایت غلیظ قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر اپنے خبث باطن کی وجہ سے انہوں نے اپنے مخصوص اشارات وکنایات کے پردوں میں سیّدہ خدیجہؓ کو بھی نہیں بخشا ۔

چنانچہ احمد بلاذری اور ابوالقاسم نے اپنی کتابوں میں اور سید مرتضٰی علم الہدیٰ نے شافی میں اور ابوجعفر نے تلخیص میں بیان کیا ہے کہ جب حضرت خدیجہؓ کا عقد آنحضرتؐ سے ہوا تو وہ باکرہ تھیں یعنی پہلے شوہر سے بکارت محفوظ رہی (مناقب آل ابی طالب جلد اوّل ص۱۵۹ طبع بمبئی ۱۳۱۳ھ مرآۃ العقول ص۳۵۲ بحوالہ البتول ص۸۸)

ایک استفتاء کے جواب میں مؤلف البتول لکھتا ہے و باللہ التوفیق اصح یہی ہے کہ

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیھا کا کوئی شوہر سوائے جناب رسالت مآبؐ کے نہ تھا۔ اس امر کا ثبوت کتاب البدع المحدثہ سے بخوبی ہوتا ہے (ایضاً ص ۸۹)

کوئی ان بدباطن اور کذاب لوگوں کی بدباطنی اور کذب کا کہاں تک رونا روئے اسی کتاب کے صفحہ ۸۸ پر لکھتا ہے کہ پہلے شوہروں سے بکارت محفوظ رہی یعنی آپ کے شوہر تھے اور صفحہ ۸۹ پر سرے سے نکاح سے ہی انکار کر دیتا ہے۔

اب شیعوں کے ایک اور محققؒ کا دیاکھیان ملاحظہ ہو تحفۃ العوام کی عبارت کے جواب میں لکھتا ہے بنت بنیک کی اضافت حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے یعنی ربیبہ لڑکیاں مراد ہیں حقیقی مراد نہیں آگے چل کر لکھتا ہے بنات رسول اللہ من خدیجہ کہ حضرت خدیجہؓ آپ کی بیوی کی لڑکیوں کو بنات رسول اللہ کہا جاتا ہے[1]۔

ان حضرات کی تضاد بیانیاں دیکھیں کہ اُم المؤمنین سیدہ خدیجہؓ کا مقام بلند کرکے دکھلانے کے لئے یہ لوگ کس قسم کی کذب بیانیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں، ایک آپ کو باکرہ کہتا ہے، دوسرا کہتا ہے شوہر دار تھیں لیکن ان سے بکارت محفوظ رہی تیسرا کہتا ہے نبی علیہ السلام کی بیٹیاں سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے تھیں۔ مگر پہلے خاوندوں سے تھیں اور وہ آپ کی ربیبہ تھیں اللہ تعالیٰ ایسے بدباطن لوگوں کی محبت سے اُم المؤمنین سیدہ خدیجہؓ کو محفوظ رکھے۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد اگر ان کی کوئی ملنے والی بھی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی تو آپؐ اس کی انتہائی تعظیم فرماتے تھے۔ اُم المؤمنین سیدہ خدیجہؓ کے فضائل بے شمار ہیں۔ اور حقیقی فضائل کو نظر انداز کرکے اس قسم کی بحث کہ وہ باکرہ تھیں وغیرہ وغیرہ کتنا سوقیانہ اور مبتذلانہ انداز ہے۔

سیدہ اُم کلثوم بنت علیؓ کی طرح سیدہ نفیسہ بنت زید بن حسنؓ کا نکاح امیر المومنین امیر مروانؒ کے پوتے ولید بن عبدالملک سے ہوا جن سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ مگر عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب کے منہ پھٹ اور گستاخ مؤلف نے اس نکاح پر خرجت الی الولید

[1] :۔ مولوی اسماعیل کی بنات الرسول میں اسماعیل کا مکمل خط ملاحظہ کیجیے۔

یعنی لقیہ خود بھاگ کر ولید کے پاس چلی گئی کی پھبتی کسی ۔

معز الدولہ بویہی نے جب عباسی خلافت کی ونار سنطنے پر جبراً قبضہ کیا تو اُسنے علے الاعلان بغداد میں ماتمی بدعت کا اجراء کیا۔ مساجد میں جبراً خلفائے ثلاثہ اور امیر معاویہؓ کے اسمائے مبارک کے ساتھ لعنت کے کلمات لکھوائے جب اُسے معلوم ہوا کہ فاروق اعظمؓ سیدنا علیؓ کے داماد تھے تو وہ سکتے میں رہ گیا کہ ہمیں کیا تبلایا جاتا ہے اور اصل صورت کیا ہے اگر فاروق اعظمؓ علیؓ کے دشمن تھے تو علیؓ نے اپنی بیٹی ان کے نکاح میں کیوں دی تھی اُسے مطمئن کرنے کے لئے سبائیوں کا ایک وفد اس کے پاس پہنچ گیا اور غالباً "اوّل فرج غصب منا" کی پھبتی اسی وقت انہوں نے تخلیق کی مگر معز الدولہ بجائے مطمئن ہونے کے یہ بے ہودگی سنکر آگ بگولہ ہوگیا اور کہنے لگا اگر علیؓ اس وقت خلیفۂ اسلام کے خوف سے کچھ نہ کر سکے تو دوسرے مسلمان مر گئے تھے۔ اور دھکّے دیکر اُنہیں دربار سے نکالدیا۔ وہ بار بار یہ لفظ دہراتا تھا ما سمعت ھذا قط۔ میں نے تو اس نکاح کے متعلق بالکل نہیں سُنا اس کے بعد امام ابن کثیر لکھتے ہیں ورجع الی السنۃ و متابعتھا۔ یعنی وہ مسلمان ہوگیا اور اسلام پر ثابت قدم ہوگیا (البدایہ جلد ۱۱ صہ ۲۶۲)

اس قسم کے لوگوں نے جس ہشیاری و پرکاری، عیاری و مکاری سے اہلسنت کی کتب میں الحاقی عبارتیں بڑھائی ہیں اور ہمارے "معروف معنوں میں علماءؒ نے جس طرح اُنہیں قبول کر کے عوام میں پھیلایا ہے یہ داستانِ دردجہاں دلخراش، جانگداز، دلسوز اور قابل افسوس ہے وہاں ان بے شعور بزعم خویش علماء کی دینی بے حسی، بے بصری، بے خبری پر ماتم کناں ہے ۔

میں یہاں صرف علمائے اہلحدیث کی کتب سے چند نظائر پیش کرتا ہوں ۔

فتاویٰ نذیریہ اور سیدنا معاویہؓ

اگر آپ کے پاس فتاویٰ نذیریہ مطبوعہ اہلحدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور موجود ہے تو اس کا صہ ۲۹۴ نکالئے

سوال ہے ۔ کہ بمقابلہ ذکر حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ و معاویہ کہ نیز صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بود۔ معاویہ را خاطی باغی باید گفت یا امیر المومنین معاویہ و بغیر مقابلہ ذکر حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ در دیگر جا ہا با امام معاویہ لفظ حضرت یا رضی اللہ عنہٗ فرمانا نہ ۔

مفتی کی طرف سے اس سوال کا جواب نقل کرنے سے پہلے میں اپنے ایمان اور وجدان کی روشنی میں علی الاعلان یہ کہنے میں ذرہ بھر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا کہ یہ سوال پیش کرنے والا کسی صورت میں مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں سیدنا علیؓ کے نام کے ساتھ حضرت بھی اور امیر المومنین بھی اور رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی مگر اس مردود سائل کو اس قدر توفیق بھی حاصل نہ ہوئی کہ امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے نام کے ساتھ رضؓ کی علامت ہی لکھ دیتا ۔ اب جواب صفحہ ۴۴ پر ملاحظہ ہو ۔ جواب لکھنے والا کوئی مولوی فصیح الدین غازی پوری ہے ۔ جو یوں اپنے باطنی سنڈاس کو اُگلتا ہے ۔

بمقابلہ ذکر حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہٗ وکرم اللہ وجہٗ ہر گاہ تذکرہ در پیش شود دراں مقام ذکر لفظ حضرت والفاظ دعائیہ تعظیمیہ مناسب نیست ۔ زیرا کہ بمقابلہ خاتم الخلفأ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ خطاء و بغاوت او شان ثابت شدہ است لہٰذا باغی وخاطی باید داشت چند الفاظ کے بعد ملا جامی کا شعر سند میں پیش کرتا ہے ۔

آں خطائے کہ رفت منکر بود ÷ حق در آنجا بدست حیدر بود

فصیح الدین کی یہ یاوہ گوئی ۴۸ تک چلی گئی ہے ۔ مجھے یہاں فصیح الدین کی مکفرانہ بکواس سے غرض نہیں ۔ میں یہاں صرف ان علماء سے شرف تخاطب حاصل کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے حضرت مولانا سید نذیر حسینؒ کے فتاوے میں فصیح الدین جیسے بد باطن شخص کی ان ہفوات کو جگہ دی ۔ پھر اسے طبع کرایا اور عوام کے ہاتھوں تک پہنچایا ۔ کیا اس گناہ کبیرہ میں ایسے سب لوگ حصہ دار اور شریک نہیں ۔ رہا معاملہ سیدنا علیؓ کا خاتم الخلفاء ہونا یا امیر معاویہؓ کا باغی و خاطی ہونا میں اس پر آگے چل کر ایک فیصلہ کن بحث کروں گا ۔ فی الحال شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد اسی سوال کے جواب میں سن لیجئے ۔

الجواب :۔ (از جناب سید محمد نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) اہل عقل و دیانت پر مخفی نہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ۔
حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالیاں نہ دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان کا ایک ساعت بیٹھنا تمہارے

چالیس سال کے اعمال سے بہتر ہے، اور وکیع کی روایت میں عمر بھر کے اعمال سے بہتر ہے کے الفاظ ہیں آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے آپ سے ایک سو تریسٹھ احادیث مروی ہیں جو صحاح ستہ میں اور دوسری کتابوں میں مروی ہیں ان سے بڑے بڑے صحابہ نے روایت کی مثلاً عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، ابو درداءؓ، جریر بن عبداللہ بجلیؓ، نعمانؓ بن بشیر وغیرہ اور تابعین میں سے سعید بن مسیبؒ، حمید بن عبدالرحمٰنؒ وغیرہ روایت کرتے ہیں چنانچہ اس کی تصریح کتب اسماء الرجال و سیرت میں موجود ہے اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ اسے ہادی و مہدی بنا دے۔ اور مسند احمد میں ہے کہ اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم سکھا اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ وصیت فرمائی کہ "جب تو بادشاہ ہو جائے تو احسان کرنا" مجھے اسی روز سے اپنے بادشاہ بننے کا یقین تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ امیر معاویہؓ نے ایک رکعت وتر پڑھا۔ ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام پاس تھے۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا ساتھ دیجئے حضور اکرمؐ کے صحابی ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ٹھیک کیا وہ ایک فقیہ صحابی ہیں۔ ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے کہا کہ تم ایسی نمازیں پڑھنے لگے ہو جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا حالانکہ ہم لوگ آپؐ کی صحبت میں رہے آپؐ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

صحیح بخاری میں جو کہ حدیث کی کتابوں میں سے صحیح ترین کتاب ہے آپ کا صحابی ہونا اور بزبان ابن عباسؓ عادل اور فقیہ ہونا ثابت ہو گیا تو اب رضی اور ترحم کے مستحق ہوں گے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک رضی اللہ عنہ کہنا بالاتفاق مستحب ہے اور صحابی ہونے کی حیثیت سے ان کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بھی حضرت اور رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہنا مستحب ہے ممنوع نہیں ہے

کیونکہ آپس کی لڑائی سے صحابہ صحابیت کی بزرگی سے محروم نہیں ہوجاتے۔ ہاں رافضی کا مذہب اس کے خلاف ہے البتہ امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں درجے کا فرق ہونا بھی بعید نہیں ہے کیونکہ حضرت علی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، کثیر الصحبت ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں اور صحابہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے لئے رحمۃ اللہ کہنا مستحب ہے، فقہ اور عقائد کی کتابوں سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور غیر صحابی خواہ کتنے بڑے درجے کا آدمی ہو کسی ادنیٰ صحابی کے درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ شرف صحبت کے بہت سے حقوق ہیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جب میرے صحابہ کا تذکرہ ہو تو اپنی زبان کو تھام لو" اور فرمایا "میرے صحابہ کے جھگڑوں کا تذکرہ مت کرو۔ کیونکہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ جتنا بھی سونا خرچ کرے تو اُن کے ایک مُد جو یا نصف مُد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور آپ نے فرمایا مبارک ہے وہ جس نے مجھے دیکھا اور مبارک ہے جس نے میرے صحابہ کو دیکھا اور فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دو جو ان کو گالی دے گا اس پر خدا کی لعنت برسے گی۔ پس معاویہؓ چونکہ صحابی ہیں لہٰذا تمام روئے زمین کے غیر صحابہ سے افضل ہیں اگرچہ صحابہ، صحابہ میں عرش سے لے کر فرش تک سے بھی زیادہ فاصلہ ہو لہٰذا ان کو دعائے خیر سے یاد کرنا چاہیئے اور ان کے متعلق دل میں کینہ اور عداوت نہ رکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ وہ دعائیں مانگتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ایمانداروں کے متعلق کینہ اور عداوت نہ رکھنا" اور ہمارے دلوں میں ہر صحابی کے لئے اتنی ہی محبت ہونی چاہیئے جتنی کہ ان کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی اور جو جھگڑے صحابہ میں ہوئے وہ اجتہادی غلطی کی بنا پر سرزد ہوئے اور اجتہادی غلطی سے کوئی آدمی کافر نہیں ہوجاتا چنانچہ حضرت علیؓ نے خود فرمایا تھا ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے لڑنے لگے کیونکہ شبہ اور تاویل سے ان کے دلوں میں کجی آگئی ہے شیعہ کی کتابوں میں ہے کہ حضرت

علیؓ نے شامیوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور نہج البلاغت میں یہ روایت موجود ہے کہ اس جنگ کی وجہ سے حضرت علیؓ نے ان کو ایمان و اسلامی برادری سے خارج نہ کیا اور وہ روایت یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ نے اپنی فوج سے شامیوں کے متعلق سب و شتم سنا تو فرمانے لگے ہماری اپنے بھائیوں سے لڑائی چھڑ گئی ہے کیونکہ شبہ اور تاویل کی وجہ سے ان کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔

یہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ مسجد کی طرف نکلے تو لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی سو آپ شہید ہونے تک امام برحق تھے لیکن خارجی ان کو امام نہیں مانتے خدا ان کو غارت کرے اور حضرت علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و معاویہؓ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی جنگ سے اپنی زبان کو روکنا چاہیئے کیونکہ مسند احمد میں نص ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے دلوں سے دشمنی اور کینہ وغیرہ نکال دیں گے۔ حضرت علیؓ خلیفہ برحق تھے ان کے خلاف خروج ہوا۔ حضرت علیؓ اس حیثیت سے سچے تھے اور ان سے لڑائی کرنے والے حضرت عثمانؓ خلیفہ برحق اور مظلوم خلیفہ کے خون کا مطالبہ کرتے تھے اور جن سے مطالبہ تھا وہ حضرت علیؓ کی فوج میں شامل تھے لہٰذا وہ اپنی جگہ پر سچے تھے تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم اس معاملہ میں خاموش رہیں اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیں اور طرفین کے جو آدمی ان جنگوں میں مرے ہیں وہ شہید ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔ اگرچہ فی الحقیقت ایک گروہ حق پر تھا اور دوسرا غلطی پر اور وہ غلطی اجتہادی تھی جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی ہے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر عادل باغی کو قتل کر دے تو وہ اس کا وارث ہوگا اور اس کے برعکس بھی اگر باغی اس کا اصرار کرے کہ میں اس خروج میں حق پر ہوں۔ اور اگر باغی قتل کے وقت اقرار کرے کہ میں باطل پر تھا تو اس کا وارث نہیں ہوگا اور ان جنگوں میں جو زخم فریقین کے آدمیوں کو

لگے ان کی دیت نہیں ہے، اور جو مال لوٹ لیا گیا، اگر وہ ختم ہو چکا ہے تو اس کی ضمان نہیں اور اگر مال بعینہٖ ہو تو وہ مالک کو مل جائے گا۔ اور یہ جو لکھا ہے کہ اگر کوئی تعصب کی راہ سے امیر معاویہؓ کو رضی اللہ عنہ نہ کہے بلکہ برائی بیان کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ سے لڑائی کی اور اس لڑائی میں حضرت علیؓ حق پر تھے اور امیر معاویہ خطا پر اور اس اجتہادی غلطی پر اہل سنت کے نزدیک سب و شتم اور بدگوئی کرنا درست نہیں ہے بلکہ فاسق معین اور مرتکب کبیرہ کو بھی لعنت کرنا جائز نہیں ہے، چہ جائے کہ اجتہادی غلطی پر اس کی بدگوئی کی جائے، نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازی اور اہل قبلہ پر لعنت نہ کیا کرو اور جو لوگ حضرت علیؓ کی مدد کرنے سے رک گئے یا جنہوں نے ان کے برخلاف جنگ کی تو وہ اس سے گمراہ ہو گئے۔ اور نہ حضرت علیؓ کی خلافت اس کے لیے ناجائز ہوئی کیونکہ حضرت علیؓ کی خلافت کی حقانیت کے متعلق جھگڑا نہیں تھا بلکہ ان کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے قصاص لینے میں کوتاہی کر رہے ہیں بلکہ بعض لوگ تو اس طرف تھے کہ حضرت علیؓ خود قاتلین کی حمایت کرتے رہے ہیں۔ اب اگر کوئی حضرت معاویہؓ کو برا کہے تو وہ اس وعید کے لئے تیار رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ جو ان کو گالی دے گا اس پر اللہ کی لعنت برسے گی اور ایسا آدمی جو ان کو گالی دے وہ حقیقت میں شیعہ ہے اگرچہ بظاہر اپنے آپکو اہل سنت کہلائے، اور جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بدگوئی کرے حقیقت میں وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دیتا ہے پس ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا لازمی ہے اور صحابہ کرام کا عقیدہ یہ تھا کہ ان چاروں خلفا کی خلافت جس ترتیب سے ہوئی ہے اسی ترتیب سے ان کا مرتبہ اور مقام تھا اس اجمال کی تفصیل اگر دیکھنا منظور ہو تو شرح مواقف، شرح مقاصد

اور ازالۃ الخلفاء کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم
میں نے قارئین کی سہولت کے لئے میاں نذیر حسین صاحب کے فتویٰ میں چند سطور پر نشان لگا دئیے ہیں۔

۱۔ **حضرت علیؓ کا قول**: "شبہ اور تاویل سے ان کے دلوں میں کجی آ گئی"۔
ذیلئے رفض سے درآمد شدہ سیدنا علیؓ کا یہ قول میاں صاحب ان عظیم ہستیوں کے متعلق نقل کر رہے ہیں جن کی قیادت سیدہ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں جن میں طلحۃ الخیرؓ بھی ہیں جن کے متعلق حضور اکرم ﷺ کے یہ کلمات "طلحہؓ تم پر میرے ماں باپ قربان" تا قیامت نیرِ تاباں کی طرح جگمگاتے رہیں گے۔ جن میں حواریٔ رسول ﷺ سیدنا زبیرؓ بھی موجود ہیں اور جس کیمپ میں سیدنا علیؓ کے حقیقی برادر بزرگ سیدنا عقیلؓ بھی موجود ہیں۔ بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کے کیمپ میں ایک صحابی بھی موجود نہ تھا اور صحابہ کرامؓ کی تمام جماعت اُس کیمپ میں تھی جنہیں میاں صاحب دلوں کی کجی کا حامل قرار دے رہے ہیں۔

۲۔ "حضرت علیؓ مسجد کی طرف نکلے تو لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی"۔
میاں صاحب کا یہ عظیم افترا ہے اور اصل واقعات سے عدم واقفیت، سیدنا علیؓ کسی مسجد سے نکلے نہ ان کے ہاتھ پر کسی نے بیعت کی۔ حضرات طلحہؓ و زبیرؓ سے الاشتر کی تلوار کے سایہ میں جبراً بیعت لی گئی تھی۔ اور بس[1]

۳۔ "حضرت علیؓ خلیفہ برحق تھے اور ان کے خلاف خروج ہوا"۔
معلوم ہوتا ہے میاں صاحب بُری طرح سے نسلی عصبیت کا شکار تھے سیدنا علیؓ کو خلیفہ بنانے والے قاتلین عثمان تھے اور بس۔ حتیٰ کہ سیدنا حسنؓ بھی اپنے گرامی قدر والد کی خلافت کے خلاف تھے خلافت نبوت کا خاتمہ سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت پر ہو گیا۔ سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت ایک عبوری دور تھا۔

---

[1] تفصیلی حالات کے لئے میری تالیفات مقام صحابہؓ، صدیقہ کائناتؓ اور خلافت راشدہ مطالعہ کیجئے

۴۔ "اگرچہ فی الحقیقت ایک گروہ حق پر تھا اور دوسرا غلطی پر اور وہ غلطی اجتہادی تھی"۔
میاں صاحب اس سے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ سیدنا علیؓ اور ان کا گروہ حق پر تھا۔ اور صدیقہ کائناتؓ اور ان کے ساتھی نیز سیدنا معاویہؓ اور ان کے ساتھی غلطی پر تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب اور تو سب کچھ تھے مگر قرآن سے ناواقف تھے۔ بیعت رضوان کے سلسلہ میں قرآن صاف کہتا ہے کہ سیدنا عثمانؓ کے خون کے قصاص کے طالب ومن اوفی کے مصداق رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ میں شامل ہیں اور یداللہ فوق ایدیہم کے حامل ہیں۔ مگر اس بیعت سے منحرف فمن نکث فانما ینکث علٰی نفسہٖ کے مرتکب ہیں۔
میاں صاحب سیدنا علیؓ کے ساتھیوں کا موقف جو تقریباً سب کے سب سیدنا عثمانؓ کے قاتلین اور ان کے ساتھیوں پر مشتمل تھے مبنی برحق قرار دیتے ہیں اور جو قاتلین عثمانؓ سے قصاص کے طالب ہیں انہیں غلط کار کہتے ہیں۔
۵۔ "امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے لڑائی کی اور اس لڑائی میں حضرت علیؓ حق پر تھے"
معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جنگ صفین میں پہل کس نے کی؟ کیا سیدنا معاویہؓ آگے بڑھ کر سیدنا علیؓ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے یا سیدنا علیؓ نے آگے بڑھ کر سیدنا معاویہؓ کے لشکر پر حملہ کیا تھا۔ میاں صاحب ہر جگہ اجتہادی غلطی کا کھڑاگ کھڑا کر کے حقیقت سے غض بصر کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لیئے ان کے جرات کو ایک بار پھر پڑھیئے اور یہ بھی ذہن میں رکھیئے سیدنا معاویہؓ قرآنی زبان میں صحابہ کرامؓ میں اور زبان رسالت سے ہادی و مہدی کے تمغہ یافتہ بھی ہادی و مہدی کو اجتہادی غلطی کا مرتکب قرار دینا میاں صاحب کی ہی جرأت ہے۔
۶۔ "اور نہ حضرت علیؓ کی خلافت اس سے ناجائز ہوئی"۔
مگر جائز ہی کہاں ہوئی کیا اس لیئے جائز ہوئی کہ قاتلین عثمانؓ نے انہیں خلیفہ منتخب کیا تھا۔

۷۔ خاتمہ پر میاں صاحب لکھتے ہیں۔

"چاروں خلفاء کی خلافت جس ترتیب سے ہوئی ہے اسی ترتیب سے ان کا مرتبہ و مقام تھا۔ اس اجمال کی تفصیل کے لئے شرح مواقف، شرح مقاصد اور ازالۃ الخفا کا مطالعہ کرنا چاہیئے" یہاں میاں صاحب بالکل پٹڑی سے اتر گئے ہیں معلوم ہوتا ہے میاں صاحب نے ان کتب کے کہیں سے صرف نام سن رکھے تھے ازالۃ الخفا تمام کی تمام لمبے مباحث پر مبنی ہے کہ خلافت نبوت سیدنا عثمانؓ پر ختم ہو گئی۔ اور سیدنا علیؓ کی خلافت نام نہاد خلافت تھی اور آپ کی لڑائیاں صرف اپنی نام نہاد خلافت کے بچاؤ کے لئے تھیں[۱]

مسند اہل بیت کے نام سے ایک ضخیم تالیف بھی دنیائے اہلحدیث کا کارنامہ ہے اور اخلاقی جرأت ملاحظہ ہو کہ کتاب پر مؤلف کا اصلی نام نہیں بلکہ ایک فرضی شخصیت کا نام ہے کتاب کے مباحث کے متعلق میں نے ہفت روزہ اہلحدیث کے کسی شمارے میں ایک مختصر سا نوٹ بھی لکھا تھا۔ یہاں بحث کتاب کے مباحث سے نہیں یہ ایک فرصت طلب اور طویل تر کام ہے۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ قرآن نے کن ذوات قدسیہ کو اہل بیت کہا ہے؟ قطع نظر کتاب کے مباحث کے صرف کتاب کا نام ہی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان کی روشنی میں صریحاً قرآنی ارشاد سے انحراف ہے اور قارئین یہ سنکر حیران ہوں گے کہ اس تالیف کی طباعت میں بڑے بڑے بلند و بالا اہلحدیث علماء کا تعاون تھا۔

میرے معلومات کے مطابق مولوی سلیمان کیلانی غفی نے اس پر اعراب لگائے دس سال تک اس کا مسودہ مولوی عبداللہ روپڑی کے پاس[۲] ایک سال تک

---

[۱] تفصیل میری تالیف خلافت راشدہ میں دیکھیئے۔

[۲] میں صرف انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین کا قائل ہوں۔ یہ لفظ سب سے پہلے دنیائے رفض نے عبد مناف کے لئے استعمال کیا اور اپنی کتب میں مولانا ابو طالب لکھا۔

سید داؤد غزنویؒ کے پاس رہا۔ عطاء اللہ حنیف نے دیکھ کر کہا یہ کتاب اپنی جگہ درست ہے مگر اس پر تبصرہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اور سید حبیب الرحمٰن کی کوشش سے جعلی اہل بیت کا یہ شاہکار طبع ہوا اور مشکوٰۃ المصابیح کی تیسری چوتھی جلد کے حاشیہ پر فوائد غزنویہ کے نام سے شیعیت کی جو ترجمانی ایک خاص ضابطہ کے تحت ہو رہی ہے اُس سے اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو بچائے رکھے[1]

سید ابوبکر غزنوی مرحوم نے اپنے گرامی قدر والد کی تعریف میں سیدی والی نامی کتاب طبع کرائی۔ اس میں قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کا غلط ترجمہ لکھا میں نے عطاء اللہ حنیف کو متوجہ کیا انہوں نے چند تفسیری حوالوں سے میری بات کی تصدیق کی اور کہا اس پر مضمون لکھو۔ میں نے مضمون لکھ کر بھیجا مگر چند سال گزرنے کے باوجود تا حال طبع نہیں ہوسکا۔ مگر کیوں؟

مولوی عبداللہ مرحوم آف ڈیرہ غازیخان کی چند اختلافی باتیں آپ کو پسند نہیں آئیں خاص کر دینی خدمات کے معاوضہ کا عدم جواز — اور اس پر آپ نے مرحوم کو جی بھر کر رگید ڈالا۔ اسی طرح حافظ عنایت اللہ اثری مرحوم کی موت پر ایک تعزیتی کلمہ تک نہیں لکھا گیا۔ چونکہ وہ بھی لکیر کا فقیر نہیں تھا۔

جو لوگ فی سبیل اللہ خدمتِ دین کرنے والے ہوں وہ ایسے لوگوں کے نزدیک ملحد ہیں۔ انہیں خطرہ ہے کہ اگر ایسے لوگوں کا فکر پھیلتا گیا تو یہ لوگ زکواۃ و صدقات سے محروم ہو کر بھوکوں مرجائیں گے۔

دین پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔ اور کسی کے پاس اس قسم کا کوئی آلہ نہیں کہ وہ دوسرے کے دین کو ماپتا پھرے۔ جب انہیں اپنا حلوہ مانڈہ اڑتا نظر آتا ہوتا

---

[1]:۔ راقم الحروف نے "مشکوٰۃ المصابیح کی جلد ۳-۴ کے فوائد غزنویہ پر ایک نظر" کے نام سے ایک رسالہ طبع کرایا تھا۔ جو کسی کلب علی اور کلب عباس کے ساتھ کسی عبدالخالق کی طبع نازک پر گراں گزرا اور حکومت سندھ نے ضبط کر لیا۔

نظر آتا ہے تو یہ بخاری کو چھوڑ کر فقہ اکبر کے کونے کھدرے تلاش کرنے میں جٹ جاتے ہیں، مگر زکواۃ، صدقات اور خیرات پر پلنے والا مولوی ان حقائق سے ہمیشہ بے خبر رہا ہے۔

یہ معمولی سے چند اقتباسات صرف زعمائے اہل حدیث کی کتب سے پیش کئے گئے ہیں جو اس بات کے مدعی ہیں کہ صرف ہم ہی کتاب و سنت کے حامل ہیں ۔ اور اگر مقلدین کی کتب سے اس قسم کے شہکار جمع کرنے کی کوشش کی جائے ۔ تو اک عمر چاہیئے تیری زلف کے سر ہونے تک

میں نے سیدنا عبداللہؓ بن سیدہ رقیہؓ کے حالات کو بیان کرنے اور ان کا مرغ کی ٹھونگ سے ہلاک ہونیکے افسانہ کا پس منظر بیان کرنے کے لئے چند سطور لکھنا چاہی تھیں مگر بڑھتے بڑھتے یہ ایک داستان بن گئی ۔

فیض عالم

دوسرا باب

سیّدنا ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ

ابتدائی حالات :

- اسلام لانے والوں میں آپ کا نمبر دوسرا تھا۔
- سیّدہ رقیۃ الزہراء سے نکاح۔
- ہجرت حبشہ اور سیدنا عبداللہ کی پیدائش
- ہجرت مدینہ
- سیّدہ رقیۃ الزہراؓ کی وفات اور سیّدہ اُمِ کلثومؓ سے نکاح
- صُلح حدیبیہ
- بیعت رضوان کے وقت حضور اکرمؐ کو معلوم تھا کہ عثمان رضؓ زندہ ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸) شہادت کا دن عیدِ اکبر کا دن ہے اور شیعہ اس دن کو یوم مفاخرہ و یوم التبرکۃ و یوم الزکوٰۃ و یوم السلیۃ اور یوم سرور کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ احمد بن اسحاق نے اس یوم کا اختراع کیا تھا شیعہ ابو لؤلؤ کو بابا شجاع کے لقب سے ملقب کرتے ہیں اور سیدنا عمرؓ کے یوم شہادت کو عید بابا شجاع کے نام سے موسوم کرتے ہیں (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۰۸، ۲۰۹) فیروز لولو کے متعلق شیعوں کی عقیدت مندی کے مناظر دیکھنے کے لئے شیعان جلد ۱ تالیف مولسٹر بحوالہ السلیمن ریڈیڈنٹ، مضامین مولانا شررؒ تیسیر التواریخ ۱۰ : ۱۷۵ تاریخ ادب ۲ : ۲۴۰ اور مشہور شیعہ مورخ محمد بن علی بن طباطبا المعروف ابن طقطقی کی تالیف الفخری جس میں مؤلف نے فیروز کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہٗ کے کلمات لکھے ہیں کا مطالعہ کیجئے

عثمانؓ!

تو کتنا عظیم انسان تھا؟

- ٥۔ صدیق اکبرؓ حضور صادق و مصدوقؐ کے ثانی اثنین تھا اور تجھے اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبرؓ کا ثانی اثنین بنا کر معنوی طور پر حضور کا ثانی اثنین بنا دیا۔

یہی وجہ تھی:۔

- ٥۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بئیر رومہ کی خریداری کا تجھے شرف بخشا۔
- ٥۔ مسجد نبویؐ کو فراخ کرنے کی سعادت تجھے ملی۔
- ٥۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر بے حساب مال پیش کرنے کی فضیلت تجھے حاصل ہوئی۔
- ٥۔ خاتم الانبیاءؐ، خاتم النبیینؐ، خاتم المعصومینؐ کی یکے بعد دیگرے دو بنات طاہراتؓ سے نکاح کی عزت تجھے حاصل ہوئی۔
- ٥ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ:۔

مدینہ سے اڑھائی سو میل دور لے جا کر تیری ذات کے ذریعہ چودہ سو صحابہ کرامؓ کے لئے رضی اللہ عنہم کی تقریب منعقد کی۔

تا قیام قیامت مسجد نبوی میں صلوٰۃ ادا کرنے والوں، بئیر رومہ سے تشنہ کامی دور کرنے والوں اور قرآن کی تلاوت سے روحوں کو جلا بخشنے والوں کے سر تیرے احسانات کے سامنے خم رہیں گے۔

عثمانؓ! تجھ پر تا قیام قیامت بارش کے قطروں، ریت کے ذروں درختوں کے پتوں، آسمان کے ستاروں سے اضعافاً مضاعفہ درود و سلام!

کاملُ الحیاءِ والایمان سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

سیّدنا ذوالنورینؓ کے ابتدائی حالات بھی اسی طرح پردہ اخفاء میں ہیں جس طرح دیگر صحابہ کرامؓ کے ابتدائی حالات۔ کسے معلوم تھا کہ آگے چل کر اس رجلِ عظیم کو حضور صادق و مصدوقؐ کا دوہرا داماد ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔ اور بیعت رضوان کی وجہ سے زائد از چودہ سو صحابہ کرامؓ کے لئے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی، رضامندی اور دخولِ جنت کی بشارت کا سبب بنے گا کون جانتا تھا کہ ہجرت مدینہ کے بعد پیاسے صحابہ کرامؓ کے لئے خوشگوار پانی کا کنواں خرید کر ان کے لئے وقف کرے گا۔ کسے معلوم تھا کہ مسجد نبویؐ کی توسیع کی سعادت اسی کے حصہ میں آئے گی۔

اس بات سے کون باخبر تھا کہ غزوہ تبوک کے موقع پر جیش عسرت کے لئے بے حساب مال پیش کر کے حضور خاتم المعصومینؐ سے اس شادکامی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرے گا۔ کہ "آج سے بعد عثمانؓ کو اس کا کوئی عمل ضرر نہیں پہنچائے گا" رازدارانِ فطرت ہی حضور اکرمؐ کے اس ارشاد کا مفہوم سمجھ سکتے ہیں۔ یعنی آج سے بعد عثمانؓ سے کوئی ناپسندیدہ فعل وقوع پذیر ہی نہیں ہو سکے گا۔ اور پھر اس حقیقت سے کون باخبر تھا کہ حضور خاتم المعصومینؐ اس شیر بیشہ سنت خاتم الخلفاء رسالت کو مخاطب کر کے فرمائیں گے کہ "اے عثمانؓ اللہ تعالےٰ تجھے ایک کرتہ پہنائے گا مگر اعداء کے خوف سے اُسے نہ اُتارنا"۔

پیدائش اور ابتدائی حالات

بعثت نبوی کے وقت سیّدنا ذوالنورینؓ کی عمر تقریباً چونتیس سال تھی گویا آپ حضور خاتم المعصومینؐ سے عمر میں کم و بیش چھ سال چھوٹے تھے۔ آپ مکہ کے رئیس التجار تھے واقعات و حالات کی روشنی میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تجارتی کوٹھیاں دُور دُور تک مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی مگر آپ کی تجارت پر کوئی اثر نہ پڑا۔ مدینہ طیبہ کو ہجرت فرما ہوئے تو بھی آپ کا تجارتی کاروبار چالو رہا یہی وجہ تھی کہ

مدینہ پہنچتے ہی آپ نے بارہ ہزار خرچ کر کے بئر رومہ کا نصف حصہ خرید لیا اور دوسرے سال آٹھ ہزار دے کر پورا کنواں مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ پھر مسجد نبوی کی توسیع کے لئے زمین کی قیمت ادا کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اپنے کارندوں سے بہت اچھا سلوک تھا جس کی وجہ سے وہ نہایت دیانتداری سے آپ کا کاروبار سنبھالے ہوئے تھے۔

اسلام لانے والوں میں صدیق اکبرؓ کے بعد آپ کا نمبر ہے

کہا جاتا ہے کہ اسلام لانے والوں میں آپ کا پانچواں نمبر ہے گو واقعاتی لحاظ سے یہ بات کسی حد تک درست ہے مگر حقیقی طور پر بوجوہ یہ بات محل نظر ہے

اسلام لانے والوں کے الگ الگ دو مقام ہیں۔

حقیقی اور حکمی

حقیقی:۔ جس میں تصدیق اور اقرار بحالت عقل و بلوغ ثابت ہو۔

حکمی:۔ جس میں بحالت مکلف ہونے کے نہ تصدیق ہو اور نہ اقرار اور مسلمان ہو جیسے مسلمانوں کے چھوٹے بچے، مسلمانوں کی پاگل اولاد، دارالسلام میں پایا ہوا بچہ جس کے والدین معلوم نہ ہوں یہ سب حکمی مسلمان ہیں نہ کہ حقیقی مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بھی دو زمرے ہیں۔

روائیتی اور رویتی:۔

روائیتی:۔ روائیتی وہ صحابی ہیں جنہوں نے بقائمی ہوش و حواس حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور آنحضرتؐ سے کوئی دینی بات سُنی ہو۔

رویتی:۔ جنہوں نے بچپن کی حالت میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور آپؐ کے کسی ارشاد کو بحالت شعور نہ سُنا ہو اور نہ کوئی روائیت بیان کی ہو۔

اسی طرح محبت کی بھی دو قسمیں ہیں۔

شرعی اور طبعی:۔

شرعی:۔ جو کام شریعت نے مقرر کیا ہے اس کام سے یا اُس کا حکم دینے والے سے محبت ہو۔

طبعی :- جیسے بچے کو اپنے والدین سے یا حیوانوں کو اپنے بچوں سے ہوتی ہے
ان تصریحات کو ذہن میں رکھ کر سیدنا ذوالنورینؓ کے اسلام لانے پر غور کیجئے
تو صاف نظر آئے گا کہ اسلام لانے والوں میں سیدنا صدیق اکبرؓ کے بعد دوسرا نمبر
آپ کا ہے۔

آپ کا اسلام حقیقی اسلام ہے
آپ کی صحابیت روایتی صحابیت ہے۔
اور آپ کی محبت شرعی محبت تھی۔

اہل بیت اوّل اُم المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کو یہ شرف وفضل حاصل ہوا کہ سب سے پہلے آپ اسلام لائیں۔ ان کے بعد سیدنا زیدؓ جو خانہ زاد تھے اور سیدنا علیؓ تو اُس وقت پانچ سات سال کے طفل کم سن تھے جب انہوں نے حضور خاتم المعصومینؐ کو فریضہ صلوٰۃ کی ادائیگی میں مصروف پایا تو پوچھا آپؐ کیا کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں نماز ادا کر رہا ہوں تم بھی کہو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو سیدنا علیؓ نے جواباً عرض کیا میں پہلے اپنے آبا سے پوچھ لوں۔ یہ تو گھر کے لوگوں کا معاملہ۔ مگر یہاں ایک بہت بڑی عیاری اور مکاری سے کام لیا گیا ہے یعنی گھر کے لوگوں کی اس فہرست میں خانہ زاد زیدؓ اور زیر کفالت سیدنا علیؓ کے نام تو شمار کر لئے گئے مگر سیدہ زینبؓ، سیدہ رقیۃ الزہراؓ، سیدہ فاطمۃ الزہراؓ اور سیدہ اُم کلثومؓ یعنی بنات الرسولؐ کے اسماء گرامی سرے سے ہی گم کر دیئے گئے۔ غلام اور زیر کفالت موجود مگر بنات الرسولؐ کا نام ہی نہیں اغیار نے کس چابکدستی سے کہاں کہاں ہاتھ مارے مگر ہمارے بزعم خویش معروف معنوں میں علماء کرام "غیر شعوری طور پر ان کی ہاں میں ہاں ملاتے چلے گئے۔ ؎

؎ :- یہاں مجھے اپنی زندگی کا وہ عظیم واقعہ بار بار یاد آتا ہے اور جسے میں اپنی کسی دوسری تالیف میں بھی بیان کر چکا ہوں کہ قصبہ دھریالہ جالپ ضلع جہلم کی جامع مسجد میں سالہا سال تک فی سبیل اللہ خطبات جمعہ کی سعادت حاصل رہی محلہ کی مسجد میں پانچ وقت کی امامت کے فرائض ادا کرتا رہا۔

(باقی آئندہ)

حقیقی طور پر سیدنا صدیق اکبرؓ کا ہی اسلام لانے والوں میں پہلا نمبر ہے اور ان کے بعد سیدنا ذوالنورینؓ کا جیسا کہ تصریحات بالا میں وضاحت کی جا چکی ہے اور اس لحاظ سے اسلام لانے والوں میں آپ کا تیسرا نمبر ہے کہ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ علی وجہ البصیرت دولتِ اسلام سے مشرف ہوئی تھیں جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب پہلی وحی کے بعد رونق افروز ہوئے اور آپؐ نے حضرت سیدہ کے سامنے وحی کی کیفیات بیان فرمائیں تو حضرت ام المومنینؓ نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا آپ یتیموں کا آسرا اور غریبوں کا سہارا ہیں صداقت و امانت کا مجسمہ اور خلوص و دیانت کا پیکر ہیں (او کما قال)

صدیق اکبرؓ اولین شجر اسلام اولین خلیفہ رسولؐ ابوبکر[1] صدیقؓ کو یہ شرف و فضل حاصل ہے کہ ـــــ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے بلا توقف اپنے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) پھر قصبہ کے عین مرکز میں نئی مسجد تعمیر کر کے تمام قصبہ کے بچوں کے لئے قرآنی تعلیم کا انتظام کیا چند کنال اراضی حاصل کر کے مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ گو چند سالوں سے وجدانی طور پر اہلحدیث تھا مگر عملی طور پر احناف کی طرح ہی نمازیں ادا کرتا تھا۔ آخر خیال آیا کہ یہ بزدلی کب تک چلے گی۔ میں نے سنت کے مطابق نمازیں ادا کرنے کی ابتدا ہی کی کہ تمام قصبہ یک لخت مخالفت پر آمادہ ہو گیا مگر افراد خانہ میں سے کسی نے بھول کر بھی نہ کہا کہ یک لخت آپ نے یہ کیا شروع کر دیا ہے معاً خیال حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت کی طرف منعطف ہو گیا کہ آج جس طرح میرے اہلبیت نے میرے انتقال فی المذہب پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ حضور اکرمؐ کے اہل بیت نے بھی اسی طرح آپ کے ارشاد پر آمنا وصدقنا کہدیا ہوگا۔

قصبہ کے وہ لوگ جو میری ذات کو ایک مثالی شخصیت سمجھتے تھے اور بیسیوں ایسے تھے جو مجھ سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ چکے تھے ان میں سے ایک نے بھی میرے مسلک کا ساتھ نہ دیا حتیٰ کہ مجھے وہاں سے اپنا ذاتی مکان فروخت کر کے نقل مکانی کرنا پڑی۔

---

[1] لفظ ابوبکرؓ کی تشریح کے لئے صدیقہ کائنات صفحہ ۵۲ کا حاشیہ دیکھئے۔

اس مخلص دوست ہمدم و دمساز اور راز دار خلوت وجلوت کے سامنے اسلام پیش فرمایا۔

صدیق اکبرؓ کی ذاتِ اقدس صحیح معنوں میں نبوت محمدیہ کا عکسِ جمیل تھی حضور اکرمؐ کا ارشاد سنتے ہی زبان پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے مقدس کلمات جاری ہو گئے۔ کیا عجیب منظر ہوگا وہ —— جب اسی بھری دنیا میں اس چرخ نیلی فام کے نیچے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے صرف دو داعی مصروف اعلائے کلمۃ الحق ہوں گے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اعتماد اور بھروسہ تھا اپنے بچپن کے دوست عنفوانِ شباب کے حبیب اور ڈھلتی جوانی کے راز دار پر اور کتنا خوش نصیب تھا وہ عظیم انسان جسے خالق کون ومکان نے ثانی اثنین کے خطاب سے نوازا اگرچہ اس خطاب سے سیدنا صدیق اکبرؓ کو بظاہر غارِ ثور کے موقع پر نوازا گیا مگر بباطن اس سعادت سے نبوت کے پہلے روز ہی آپ مشرف فرمائے گئے تھے۔ صدیق اکبرؓ حضور خاتم المعصومینؐ کے بعثت سے ہی ثانی اثنین تھے اور غار ثور میں قیام کے دوران اس کا اعلان فرما کر اس پر دائمی وابدی تصدیق ثبت فرما دی گئی۔

صدیق اکبرؓ کی تبلیغانہ سرفروشیاں صدیق اکبرؓ ایمان لانے کے معاً بعد اپنے محبوب آقا کے دوسرے احباب کو اس خوشخبری سے شاد کام فرمانے اور اس نعمت میں شامل کرنے کے لئے بے تابہ گھر سے چل نکلے۔

اوّلین مسلمان اللہ کی شان کہ سب سے پہلے سیدنا صدیق اکبرؓ کا آمنا سامنا سیدنا ذوالنورینؓ سے ہوا۔ اور ساتھ ہی سیدنا طلحہؓ، سیدنا زبیرؓ اور سیدنا سعد بن وقاصؓ مل گئے آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور وہ چاروں بغیر کسی حیل وحجت کے اسلام لے آئے۔

ایک نکتہ صدیق اکبرؓ کی تبلیغ سے اسلام لانے والوں میں سے سیدنا عثمانؓ آگے چل کر ذوالنورینؓ کہلائے۔ سیدنا طلحہؓ، طلحۃ الخیر بن گئے سیدنا زبیرؓ، حواریٔ رسولؐ کے لقب سے ملقب ہوئے۔

دوسرے نمبر پر اسلام لانے والے سیدنا عثمانؓ بن مظعون، سیدنا ابو عبیدہ بن جراح

، سیدنا عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ سیدنا ابو سلمہؓ اور سیدنا ارقمؓ دوسرے روز سیدنا صدیق اکبرؓ کی تبلیغ سے اسلام لائے۔

ابن سعد کا کہنا ہے کہ حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ از خود حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور اس مثلث کے تینوں گوشے آگے چل کر ایک ہی سازش کا شکار ہو کر فردوس بریں کو سدھارے۔

سیدنا عثمانؓ کا سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہؐ سے نکاح

گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ سیدنا عثمانؓ عمر میں حضور صادق و مصدوقؐ سے چھ سال چھوٹے تھے۔ ہمیں انتہائی تجسس و تفحص کے باوجود کسی تاریخ یا سیرت کی کتاب میں اس قسم کا کوئی اشارہ تک نہیں ملتا کہ ۳۴ سال کی عمر تک آپ نے کسی خاتون سے نکاح کیا ہو۔ ابن کثیر بحوالہ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ، ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے منسوب ہو چکی تھیں سیدنا عثمانؓ کو اس بات کا ازحد صدمہ تھا چونکہ آپ سیدہ رقیہؓ سے نکاح کے خواہشمند تھے آپ اسی صدمہ سے نڈھال ایک دن گھر میں داخل ہوئے تو اپنی خالہ سعدی بنت کریز کو موجود پایا۔ جو مشہور کاہنہ تھیں۔ سیدنا عثمانؓ کو گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر کہنے لگیں عثمانؓ! تمہارے لئے تین خوشیاں ہیں اس کے بعد تین اور پھر تین اور پھر ایک اور خوشی تجھے حاصل ہو گی گویا تیرے لئے دس خوشیاں مقدر ہو چکی ہیں۔ تجھے بھلائی سے نوازا جائے گا اور برائی سے بچایا جائے گا۔ خدا کی قسم تیرے نکاح میں ایک خوبصورت پاکباز عورت آئے گی۔ اس وقت تو بھی کنوارا ہو گا اور وہ عورت بھی کنواری ہو گی۔ اس شخص کی لڑکی سے تیرا نکاح ہو گا جو دنیا کا عظیم ترین انسان ہو گا اور ایسے شخص سے تیرا رشتہ استوار ہو گا جس کے ساتھ تیرا تذکرہ بھی تیرے لئے باعث فخر ہو گا۔

حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ مجھے اپنی خالہ کی باتوں پر بہت تعجب ہوا۔ کہ جس کی مجھے

یہ بشارت دے رہی ہیں اس کی تو نگتی کہیں دوسری جگہ ہو چکی ہے چنانچہ میں نے کہا خالہ! آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔

تب خالہ نے جواب دیا۔

عثمان! لك الجمال ولك	عثمان تو ایک خوبصورت جوان ہے اچھی
اللسان هذا النبی معه البرهان	گفتگو والا ہے اس نبیؐ کی رسالت پر دلائل و
ارسله بحقه الدیان وجاءه التنزیل	براہین موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں سچا دین
والفرقان فاتبعه لا تغتالك الاوثان	دے کر مبعوث فرمایا ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ

کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حق و باطل میں فرق کرنے کا ملکہ عطا کیا ہے اُن کی پیروی کر اور بُت پرستی میں مت اُلجھ۔

حضرت عثمانؓ نے استفسار کیا کہ خالہ تم مجھے ایسے شخص کی پیروی کے لئے کہہ رہی ہو جو ہمارے شہر میں موجود ہی نہیں (معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی اکرمؐ پر نبوت نازل ہوئے ابھی ایک آدھ دن ہی ہوا تھا)۔

تب خالہ نے اُنہیں جواب میں کہا۔

محمدؐ بن عبداللہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث کئے گئے ہیں وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہدایت حاصل کر کے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے ہیں۔ سعدیٰ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

مصباحه مصباح	اس کے مقدر کا ستارہ درخشاں ہے
ودینه فلاح	اس کے دین میں نجات ہے
وقرنه نطاح	وہ آخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا
ذلت له البطاح	وہ زبردست قوت کا مالک ہوگا۔
ما ینفع الصیاح	اس کے سامنے حکومتیں سرنگوں ہوں گی
ولو وقع الذباح	اس کے دشمن سرنگوں ہوں گے اگرچہ وہ کتنی ہی
وسلت الصفاح	قربانیاں دیں اور کتنے ہی تیر و تفنگ سے لیس
ومدت الرماح	ہو کر آئیں۔

سیدنا ذوالنورینؓ فرماتے ہیں کہ میں خالہ سے یہ کلام سُنکر باہر نکلا تو اچانک ابوبکرؓ مل گئے۔ میں نے ان کے سامنے یہ تمام داستان دوہرائی تو انہوں نے کہا عثمانؓ تم ایک سمجھدار آدمی ہو کر حق و باطل میں ابھی تک امتیاز نہیں کر سکے۔ میرے ساتھ چلو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے دین و دنیا کی بھلائیاں لے کر آئے ہیں۔

الغرض سیدنا ذوالنورینؓ، سیدنا صدیق اکبرؓ کے ہمراہ حضور خاتم المعصومینؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ اس لحاظ سے اسلام لانے والوں میں آپ کا دوسرا نمبر ہے۔ اس کے چند روز بعد آپؓ کا سیدہ رقیہؓ سے نکاح ہو گیا۔

ہجرت حبشہ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ قریش مکہ کی مخالفت بھی بڑھتی چلی گئی۔ سیدہ رقیۃ الزہراؓ کے ساتھ نکاح کے تقریباً چار سال بعد حضور خاتم المعصومینؐ کے ارشاد کے مطابق چند دیگر صحابہؓ کے ہمراہ آپ معہ اپنی زوجہؓ کے ہجرت فرما کر حبشہ تشریف لے گئے۔ اس موقع پر حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمانؓ ہی وہ مہاجر ہیں جنہوں نے اللہ کے راستہ میں معہ اپنی زوجہ کے ہجرت کی ہے۔

سیّدنا عبداللہ کی پیدائش اسی ہجرت کے زمانہ میں سیدنا عبداللہ پیدا ہوئے سیدنا عبداللہ کی پیدائش اگر ہجرت حبشہ کے پہلے سال تسلیم کی جائے تو ہجرت مدینہ کے وقت آپ کی عمر شریف کم و بیش آٹھ نو سال تھی۔ اور اگر آپ کی پیدائش کو قیام حبشہ کا آخری سال قرار دیا جائے تو ہجرت مدینہ کے وقت آپ کی عمر چار پانچ سال ماننا پڑے گی۔ اس صورت میں بھی حضور خاتم المعصومین کی وفات کے وقت آپ ۱۶۔۱۷ سال کے کڑیل نوجوان تھے۔ صرف اسی ایک ثبوت کے بعد ان لوگوں کا وہ افسانہ کہ ۲ سال یا چھ سال کی عمر میں آپ کی آنکھ میں مرغ نے ٹھونگ ماری اور آپ دُنیا سے چلتے بنے۔ ریح من الریاح ہو کر رہ جاتا ہے

حبشہ سے واپسی تقریباً چار پانچ سال آپ حبشہ میں رہے۔ حبشہ میں یہ افواہ مشہور ہوئی کہ مکہ میں اب مسلمانوں کے ساتھ کفار کے تعلقات

کچھ خوشگوار ہو گئے ہیں ۔ یہ سنکر آپ معہ بیوی اور بیٹے سیدنا عبداللہ کے واپس مکہ پہنچے مگر حالات کو بدستور سابق پایا البتہ اب مسلمانوں کی تعداد خاصی بڑھ چکی تھی گو قریش مکہ کی مخاصمانہ اور معاندانہ کاروائیاں جاری تھیں اور بعض صحابہ کرامؓ دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت فرما ہو گئے مگر آپ نے اپنے محبوب آقا کی جدائی گوارہ نہ کی واقعات کے شواہد و نظائر کا اگر تجزیہ کیا جائے تو صاف نظر آئے گا حضور نبی اکرمؐ کے بعد ذی وجاہت اصحابؓ میں سیدنا صدیق اکبرؓ خصوصی معتمد ہونے کی وجہ سے اور سیدنا فدا النورین رضؓ حضور اکرمؐ کا داماد اور رئیس مکہ ہونے کی وجہ سے کفار مکہ کے زیادہ معتوب تھے ۔ یہ اصحابؓ اپنے مرتبہ و مقام کی وجہ سے ان غریب صحابہ کرامؓ کی طرح نشانۂ تشدد بننے سے کسی حد تک مامون رہے جن کا شمار یا غلاموں میں ہوتا تھا ۔ اور یا مالی لحاظ سے کمزور تھے ۔

ہجرتِ مدینہ

حضور صادق و مصدوقؐ کے ہجرت فرما ہونے سے پہلے متعدد صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ ہجرت کر چلے تھے ۔ حضور اکرمؐ اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں ابھی مکہ میں ہی قیام فرما تھے ۔ سورج نصف النہار پر ہے کہ ہجرت کا ارشاد ہوتا ہے آنحضرتؐ یہ بشارت پاکر سیدھے کاشانۂ صدیقؓ میں پہنچتے ہیں ۔ صدیق اکبرؓ حضور اکرمؐ کی بے وقت تشریف آوری پر حیرانی کا اظہار کرتے ہیں ۔ ارشاد ہوتا ہے تخلیہ کی ضرورت ہے صدیق اکبرؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہؐ یہاں گھر کے لوگوں کے سوا کوئی نہیں ارشاد ہوتا ہے مجھے ہجرت کا حکم ہو چکا ہے ، صدیق اکبرؓ یہ ارشاد سنکر بے خودانہ عرض کر اٹھتے ہیں یا رسول اللہؐ میرے متعلق کیا حکم ہے حضورؐ فرماتے ہیں تم اس سفر میں میرے ہمراہ ہو گے ۔ تمام کتب احادیث اس بات پر متفق اللفظ ہیں کہ حضور صادق و مصدوقؐ نے عین دوپہر کے وقت سیدنا صدیق اکبرؓ کے کاشانۂ صداقت میں نزول اجلال فرمایا اور وہاں سے سیدنا صدیق اکبرؓ کو ہمراہ لے کر غار ثور کی طرف چل نکلے ۔ مگر یاران طریقت کا کہنا ہے کہ حضور خاتم المعصومینؐ اپنے بستر پر سیدنا علیؓ کو سُلا کر عازم ہجرت ہوئے تھے ۔ یہاں چند سوال پیدا ہوتے ہیں ۔

۱ ۔ اگر ہجرت دن کے وقت فرمائی تھی تو سیدنا علیؓ کو بستر پر سُلانے کی کیا ضرورت پڑی

۲ ۔ اگر سیدنا علیؓ کو بستر پر سُلانے کی روائیت صحیح ہے تو وہ تمام روایات جن کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے دوپہر کے وقت ہجرت فرمائی کا کیا مقام رہ جاتا ہے ۔

۳- بعض بزعم خویش معروف معنوں میں عالمؒ دونوں قسم کی روایات کے درمیان عجیب قسم کے تمسخر انہ انداز میں تطبیق دینے کی سعی نا مشکور کے مرض میں مبتلا ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ نہ تو دن کو رات بنا کر ثابت کرسکے اور نہ رات کو دن۔

حقیقت یہ ہے کہ ہجرت کے عظیم واقعہ میں حضرت سیدنا علیؓ کو شامل کرنا مطلوب تھا اور اس ستم ظریفی نے الجھاؤ پیدا کر کے اچھے بھلے لوگوں کی "مت ماردی" اور یہ بھی حقیقت ہے کہ —— اس راز میں صرف اور صرف ثانی اثنین اور ان کے اہل بیت ہی شامل تھے

ہجرت عالم تصور میں اپنے آپ کو چودہ سو سال پیچھے لے جائیے اور مدینہ منورہ میں مسلمان مہاجرین کے شب و روز کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لائیے

کوئی والدین سے بچھڑا ہوا ہے۔
کوئی بیوی بچوں سے جدا ہو کر مدینہ منورہ پہنچا ہے۔
کوئی نان شبینہ تک کا محتاج ہے۔
کوئی مسجد نبویؐ میں سر نیہوڑائے غمگین واداس بیٹھا ہے۔
کوئی کسی انصاری کے کھیت میں مزدوری کر رہا ہے۔
حتیٰ کہ سیدنا علیؓ تک ایک ڈول فی کھجور کے عوض کنویں سے پانی کھینچتے نظر آرہے ہیں
مگر سیدنا ذوالنورینؓ کی خوش نصیبی، خوش بختی، خوش حالی اور کامرانیوں سے بھرپور زندگی دیکھئے۔
جس کے سر کا سایہ سر پر ہے وہ رحمۃ اللعالمین ہے۔
جس بیوی کی معیت حاصل ہے وہ حسینان عرب میں ایک ممتاز مقام کی حامل ہے چھ سات سال کی عمر کا خوبصورت بیٹا آنکھوں کے لئے نور اور دل کے لئے سرور ہے ایک طرف میٹھے پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر رہے ہیں دوسری طرف مسجد نبویؐ کی توسیع کے لئے قطعہ اراضی خرید کر جنت میں مقام حاصل کر رہے ہیں۔
ذرا چشم تصور کو اور وسیع کیجئے —— عثمانؓ جس راستے گذرتے نظر آئیں گے لوگ فرط عقیدت اور جوشِ احسان مندی سے جھکتے نظر آئیں گے۔ دولت کی فراوانی

چشم و ابرو کے اشاروں پر سرِ تسلیم خم کرنے والے غلام کی کثرت سید الکونین ؐ کے حضور میں خصوصی تقرب، اللہ اللہ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

معرکہ حق و باطل مسلمان ابھی سنبھلنے نہیں پاتے کہ بدر کے مقام پر حق و باطل کا ٹکراؤ ہو جاتا ہے ۳۱۳ نہتے ایک ہزار مسلح جنگجوؤں سے بھڑ جاتے ہیں عین انہی ایام میں سیدہ رقیۃ الزہراؓ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں حضور خاتم المعصومینؐ کو اپنی لختِ جگر سے اس قدر محبت ہے کہ اس قدر نازک وقت میں بھی اپنی نور دیدہ کو خواتین کی تیمارداری پر نہیں چھوڑتے بلکہ داماد کو حکم ہوتا ہے عثمانؓ! تم اپنی زوجہ کی تیمارداری کے لئے رُک جاؤ۔ اتنی بات تو نبیؐ کے اپنے اختیار میں ہے مگر کفر و اسلام کے اس پہلے معرکہ میں شامل ہونے والے مسلمانوں کے بلند مقام میں ایک ایسے آدمی کو شامل سمجھ کر اُسے مالِ غنیمت سے حصہ دلوانا اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ گویا گھر بیٹھے ہی اللہ تعالےٰ نے عثمانؓ کو اصحاب بدر کا بلند مقام عنایت فرما دیا سیدہ رقیہؓ اسی بیماری میں جنت الفردوس کو سدھار گئیں۔

سیدہ اُم کلثومؓ سے نکاح سیدہ رقیۃ الزہراءؓ کی وفات کے بعد حضور خاتم المعصومینؐ سیدنا ذوالنورینؓ کو نہایت غمگین، اداس اور متفکر دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں عثمانؓ! تم غمگین نظر آتے ہو! سیدنا عثمانؓ عرض کرتے ہیں یا رسول اللہؐ اس سے بڑی افتاد کیا ہو سکتی ہے کہ حضورؐ کی دخترِ نیک اختر اس دنیا سے رخصت ہو گئی ہیں یہ عرض کرتے ہوئے ہچکی بندھ جاتی ہے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنا دستِ شفقت دراز فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔ عثمانؓ! غم نہ کرو وہ دیکھو سامنے جبرائیل علیہ السلام کھڑے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمدؐ تم اپنی دوسری بیٹی اُم کلثومؓ عثمانؓ کے نکاح میں دے دو۔ گویا سیدہ اُم کلثوم صلوات اللہ علیہا سے سیدنا ذوالنورینؓ کا نکاح پہلے عرش پر ہوتا ہے اور اس کے بعد فرش پر۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ سیدہ اُم کلثومؓ کی وفات پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے ہاں باختلاف روایات چالیسؓ ستر یا ننانوے بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمانؓ کے نکاح میں دیدیتا۔

جائزہ :۔ حضور صادق و مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم حسن عثمان رض کو اس قدر ایماندار اور دیانتدار پاتے ہیں آج کے چند خبیث النفس اگر آں ممدوح کی ذات پر کسی قسم کی بد دیانتی کی تہمت تراشتے نظر آتے ہیں تو لاریب وہ بالواسطہ حضور اکرم کی ذات اقدس کو نشانہ تنقید بنانے کے مرتکب ہیں ان وجوہات کی بنا پر ایک سچے مسلمان کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اس قسم کے غلیظ طبع اور خبیث النفس لوگ باطن میں سبِّ صحابہ رض کے قائل اور تقیہ کے مسلمان ہیں ان کی زبان و قلم سے اگر کسی قسم کی دینی خدمات کا کام ہو رہا ہے تو صحابہ کرام رض کی قدسی صفات ذات کا مقام پہچاننے والا ایک مسلمان اس قسم کے لوگوں کی ایسی اسلامی خدمات کو ان کا ایک طرح سے فریب کارانہ حربہ اور دام ہمرنگ زمانہ سمجھنے میں اپنے آپ کو حق بجانب پائے گا ایسے لوگ اپنی دریدہ دہنی اور گستاخانہ تکلّم کو طبری جیسے رافضی اور الامامۃ والسیاستہ جیسی متعفن رفض کی ٹکسال میں گھڑی ہوئی کتاب کو ابن قتیبہ کی تالیف بیان کر کے اپنا ماخذ قرار دیتے ہوئے اپنی بدبو دار گفتگو کا جرم ان کے سر پر تھوپ کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اب زمانہ بدلتا جا رہا ہے اور ان کے اس قسم کے تلبیسانہ نقاب ان کے چہروں سے نوچ پھینکنے کا وقت آن پہنچا ہے۔

سیدنا ذوالنورین رض کی پاکیزہ فطرت اور نیک طینت نے انہیں اس اعلیٰ ترین رفیع تر اور عظیم تر مقام پر پہنچا دیا تھا جسے آج کل کے مروجہ تصوف کی اصطلاح میں فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کہا جاتا ہے۔ سیدنا عثمان رض نے اپنی ذات، حضور اکرم کی ذات میں گم کر دی تھی۔ اور اس مقام نے عثمان رض کو اس مرتبہ پر پہنچا دیا تھا کہ ایک روز حضور صادق و مصدوق اپنے مختصر سے حجرہ میں اپنی محبوب زوجہ سیدہ صدیقہ کائنات رض کے ساتھ بے تکلفانہ انداز میں آرام فرما رہے تھے۔ خادم باہر سے اطلاع دیتا ہے کہ ابوبکر رض اذنِ باریابی چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے بھیج دو۔ آنحضرت صلعم اسی بے تکلفانہ حالت میں استراحت فرما رہے ہیں سیدنا صدیق اکبر رض جو عرض کرنا تھا کر کے رخصت ہو گئے۔ خادم دوبارہ اطلاع دیتا ہے عمر رض اذنِ باریابی چاہتے ہیں ارشاد ہوتا ہے بھیج دو اور ساتھ ہی اپنی محبوب زوجہ کو صرف اس قدر فرماتے ہیں عائشہ رض اپنا منہ دیوار کی طرف کر لو اور کپڑا ٹھیک کر لو۔ فاروق اعظم رض

حاضرِ خدمت ہوتے ہیں جو کچھ عرض کرنا ہے کرتے ہیں اور پھر رخصت ہو جاتے ہیں سہ بارہ خادم اطلاع دیتا ہے کہ عثمانؓ اذنِ باریابی چاہتے ہیں۔ اب حضورؐ کی کیفیت دیدنی ہے سنبھل کر بیٹھ جاتے ہیں کپڑا درست فرماتے ہیں شاید بے تکلفانہ انداز میں استراحت فرما ہوتے وقت پنڈلی وغیرہ کا کوئی حصہ عریاں تھا۔ اور یہ اہتمام فرمانے کے بعد خادم کو ارشاد ہوتا ہے عثمانؓ کو اندر بھیجو۔ سیدنا ذوالنورینؓ تشریف لاتے ہیں جو کچھ عرض کرنا ہے کرتے ہیں اور رخصت ہو جاتے ہیں۔ آپ کے رخصت ہونے کے بعد سیدہ صدیقہؓ کائنات عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ میرے والد ابو بکرؓ آئے آپ نے کوئی اہتمام نہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ آئے آپ بے تکلفانہ حالت میں آرام فرما رہے صرف مجھے کپڑا درست کرنے اور دیوار کی طرف منہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ مگر جب عثمانؓ آئے تو آپ نے اس قدر اہتمام فرمایا جو پہلے نہیں فرمایا گیا تھا۔

ارشاد ہوا عائشہؓ! عثمانؓ سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں تو میں اس کے آنے پر اس قدر اہتمام کیسے نہ کرتا۔ اور ایسا نہ کرتا تو وہ اپنے حیا کی وجہ سے جو کچھ کہنا چاہتے تھے بے تکلفی سے نہ کہہ سکتے گویا تمام صحابہ کرامؓ میں سے نبی اکرمؐ کو جس قدر متانت سنجیدگی اور گفتگو میں احتیاط اور قلبی لگاؤ کا تعلق عثمانؓ سے تھا کسی دوسرے کے ساتھ نہ تھا۔

حاشیہ: ۔ یہ حدیث بھی ان روایات میں سے ایک ہے جو خلافت نبوت کے خاتمہ پر دلالت کرتی ہیں اور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کے بعد ابو بکرؓ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ اور عثمانؓ کے بعد تمام صحابہ کرامؓ ایک مرتبہ و مقام کے حامل تھے۔ فافھم فتدبر۔

جہاں سیدنا ذوالنورینؓ کے لئے یہ امر موجب فخر و مباہات ہے کہ یکے بعد دیگرے حضور خاتم المعصومینؐ کی دو شہزادیاں آپ کے حبالۂ عقد میں آئیں وہاں آنحضرتؐ کی ان دو شہزادیوں کے لئے بھی یہ امر اپنی دوسری دو بہنوں سیدہ زینب صلوٰۃ اللہ علیہا اور سیدہ فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے مقابلہ میں وجہ فضیلت تھا کہ سیدنا ذوالنورینؓ کا مقام سیدنا قاسم (ابی العاصؓ) اور سیدنا علیؓ کے مقابلہ میں بدرجہا بلند تر تھا۔

سیدنا ذوالنورینؓ کے لئے ایک اور امر بھی وجہ فضیلت ہے کہ آپ کے حبالۂ عقد میں آنے والی صاحبزادیوں کی طرف سے حضور صادق و مصدوقؐ کو اوّل سے آخر تک سکون اطمینان، خوشی اور ہر طرح جمعیت خاطر حاصل رہی۔ آپ احادیث کی تمام کتب بخاری سے ابن ماجہ تک پڑھ جائیے سیرت و تاریخ کا تمام ذخیرہ چھان ماریئے آپ کو کسی مقام پر اس بات کا ایک شمہ بھر اشارہ بھی نظر نہیں آئے گا کہ سیدہ رقیۃ الزہراؓ یا سیدہ اُم کلثومؓ کی طرف سے آنحضرتؐ کو کسی قسم کی رنجیدگی یا دُکھ کا احساس ہوا ہو۔ مگر ان کے مقابلہ میں سیدہ زینبؓ کو یکہ و تنہا ہجرت کی تکالیف اٹھانا پڑیں پھر محبوب شوہر کی جدائی کے صدمات اٹھانا پڑے۔ اور جب ذرا سکون کے اسباب مہیا ہوتے تو موت نے آلیا۔ اور سیدہ فاطمہؓ کی زندگی شادی سے پہلے محبوب والد کی پریشانیوں میں گھری رہی اور شادی کے بعد جو کچھ ہوا وہ اظہر من الشمس ہے یعنی ایک دن بھی شکوہ کا سانس نصیب نہ ہوا۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ سیدنا عثمانؓ کے گوش سماعت میں یہ آواز پہنچی کہ کاشانۂ نبوی میں برکت ہی برکت ہے یہ سنتے ہی آپ بھاگم بھاگ اپنی عظیم ماں سیدہ کائنات اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت میں اس حال میں پہنچے کہ چشم ہائے مقدس سے آنسو رواں تھے ایک ہاتھ میں زر نقد سے بھری تھیلی تھی اور غلام کے سروں پر آٹے اور کھجوروں کی بوریاں اور کھال اُتری ہوئی بکری تھی۔ حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں ـــــ اماں جان! میں آپکو قسم دیکر عرض کرتا ہوں کہ جب بھی آپ کسی قسم کی ضرورت محسوس کریں مجھے فوراً مطلع کریں۔ حضور صادق و مصدوقؐ نے جن مواقع پر سیدنا ذوالنورینؓ کے لئے اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے انہیں جنت کی بشارت دی ان میں سے ایک موقع یہ بھی تھا۔[1]

---

[1]: غزوہ تبوک کے موقع پر فاروق اعظمؓ نے آدھا مال پیش کرتے ہوئے خیال فرمایا کہ میں آج تمام صحابہؓ سے بڑھ جاؤں گا۔ مگر صدیق اکبرؓ کے حاضر ہونے پر حضور خاتم المعصومینؐ نے فرمایا ابوبکرؓ تم گھر میں کیا چھوڑ آئے ـــــ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا اور اللہ کا نام۔ یہ دوسرا موقع تھا کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے گھر کا تمام اثاثہ اپنے محبوب آقا کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

سیدنا ذوالنورینؓ کی فیاضی کی ایک اور جھلک | غزوہ تبوک کے موقع پر بروایات مختلف پہلی بار سو اونٹ معہ سامان دوسری مرتبہ

تین سو اونٹ معہ سامان اور بموجب بعض روایات ایک ہزار اونٹ معہ سامان اور تیسری بار سونے سے بھرے ہوئے سکوں کی تھیلی حضور صادق و مصدوقؐ کی خدمت میں پیش کی روایات میں آتا ہے کہ حضور خاتم المعصومینؐ ان سکوں کو اپنے ہاتھوں سے گود میں اُلٹ پلٹ فرماتے جاتے تھے اور زبانِ اقدس پر یہ کلمات جاری تھے۔

"آج کے بعد عثمانؓ کو اس کا کوئی عمل ضرر نہیں پہنچائے گا"

حضور خاتم المعصومینؐ کی زبانِ مقدس سے نکلے ہوئے ان کلمات کا مفہوم یہ نہ سمجھا جائے کہ عثمانؓ سے اس کے بعد کسی ناگوار قسم کے کام کا اگر اظہار ہوگا تو اللہ تعالےٰ اُسے معاف کر دیگا بلکہ اس ارشاد کے مقصد کی حقیقی روح یہ تھی کہ آج کے بعد عثمانؓ کسی ناپسندیدہ عمل کے ارتکاب پر قادر ہی نہیں ہو سکے گا۔ یہ موقعہ اس قسم کی طویل گفتگو کا متحمل نہیں اور نہ ہی یہ گفتگو زیر نظر موضوع سے مطابقت رکھتی ہے۔ البتہ چند اُمور کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

بیعت رضوان | آیئے ذرا چند لمحات کے لئے بیعت رضوان پر نظر ڈالتے چلیں

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) پہلی بار ہجرت کے موقعہ پر گھر میں جو کچھ تھا ساتھ لیا اور اپنے آقا کی رفاقت کا شرف حاصل کیا۔ آپکی ہجرت کے بعد آپ کے والد ابی قحافہؓ نے جو نابینا تھے اپنی پوتیوں یعنی سیدہ اسماءؓ اور صدیقہ کائناتؓ سے پوچھا کہ ابو بکرؓ کچھ چھوڑ بھی گیا ہے یا سب کچھ لے گیا ہے۔

ہم، ہمارے ماں باپ اور ہمارے تمام اہل و عیال قربان ان پاکباز، پاک نفس، پاک طینت، پاک نظر اور پاک طبع اپنی روحانی اُمہات پر سیدہ اسماءؓ نے ایک کوزہ میں چند کنکر ڈالے اور اسے کھنکھناتی ہوئی اپنے دادا کے پاس پہنچیں اور کہا دادا ابا! ہمارے لئے ابا جان بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں یہ سنکر سیدنا ابی قحافہؓ نے کہا اچھا اگر ابو بکرؓ چلا گیا ہے تو کوئی پرواہ نہیں ہمارے گذر بسر کے لئے مال تو چھوڑ گیا ہے۔

حضور صادق و مصدوق حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرامؓ کو طلب فرما کر ان سے شہادتِ عثمانؓ کے قصاص کے لئے ایک درخت کے نیچے بیعت لیتے ہیں اور بیعت کی شدت کا یہ عالم ہے کہ بعض صحابہؓ سے دو دو تین تین بار بیعت لی جاتی ہے ایک آدمی اس بیعت سے باہر رہ جاتا ہے تو اُسے مردود قرار دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ عثمانؓ مکہ میں زندہ موجود ہے اور دیکھتا ہے کہ حدیبیہ کے مقام پر بیعت کا ایک ہنگامہ بپا ہے مگر اپنے محبوب نبیؐ کو آگاہ نہیں کرتا کہ عثمانؓ زندہ ہے اور آپؐ اس کے قتل کے تعاقب پر بیعت لے رہے ہیں بلکہ اس بیعت پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے فرماتا ہے:۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ ۔

"اے نبیؐ جو لوگ درخت کے نیچے تیرے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں میں ان سے راضی ہو گیا ہوں"۔

اللہ تعالےٰ کی رضامندی دخولِ جنت کا صرف پروانہ ہی نہیں بلکہ وجوب جنت کا سرٹیفکیٹ ہے اور پھر اتنی بات پر ہی اکتفا نہیں بلکہ "ید اللہ فوق ایدیھم" اللہ کا ہاتھ ان بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں پر ہے فرما کر جس سعادت سے مسعود فرمایا ہے اس کی مثال اس عالم ارضی پر ممکن ہی نہیں۔ عثمانؓ زندہ ہے اور اس کی ذات کے طفیل چودہ سو انسانوں کو دخول جنت کے سرٹیفکیٹ عنایت کئے جا رہے ہیں۔

حضور اکرمؐ کو معلوم تھا کہ عثمانؓ زندہ ہیں | اور پھر یہ سلسلہ یہاں ہی ختم نہیں ہوتا آگے بڑھیئے اور اس کی اس کڑی کو ذرا گہرائی میں اتر کر دیکھیئے یہ وہ نکتہ ہے۔

جس کی طرف آج تک کسی محدث، مفسر، محقق اور مورخ کی نظر نہیں گئی یعنی یہ بات کسی نے بیان نہیں کی کہ بیعت رضوان کے وقت حضور صادق و مصدوق

کو اس بات کا علم تھا یا نہیں کہ سیدنا ذوالنورینؓ زندہ ہیں ؟ میں علمائے رؤس الاشہاد یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ حضور صادق و مصدوقؐ کو یقینی طور پر اس بات کا علم تھا کہ سیدنا ذوالنورینؓ زندہ ہیں۔ درج ذیل تصریحات قابل غور ہیں۔

۱۔ حضور صادق و مصدوقؐ صلح حدیبیہ سے قبل کئی بار اس قسم کے کلمات فرما چکے تھے کہ عثمانؓ ! اللہ تعالیٰ تجھے ایک کرتا پہنائے گا تو دشمنوں کے خوف سے اُسے اتار نہ دینا۔

۲۔ اگر سیدنا ذوالنورینؓ شہید ہو چکے ہوتے تو حضور خاتم المعصومینؐ ان کے ہاتھ کو اپنا ایک ہاتھ قرار دیکر کبھی ان کی طرف سے بیعت نہ کرتے۔ مُردے کی طرف سے بیعت کرنے کا کیا مطلب؟

۳۔ آنحضرتؐ اپنے خاندان والوں کو خوب جانتے تھے کہ وہ لوگ اگرچہ اور سب کچھ ہیں مگر بات کے پکے، قول کے سچے کردار کے پختہ اور بلند تر انسانی اقدار کے حامل ہیں انہوں نے کسی صورت میں بھی ایک ایسے شخص کو قتل نہیں کیا ہوگا جو بطور سفیر ان کے پاس بھیجا گیا تھا۔

۴۔ سیدنا ذوالنورینؓ کے قبیلے کے لوگ مکہ میں کافی تعداد میں اہم مقام کے حامل تھے وہ خود سیدنا ذوالنورینؓ کو کسی صورت میں قتل نہیں کر سکتے تھے پھر دوسرے قبائل کے لوگوں کو کس طرح جرأت ہو سکتی تھی کہ وہ سیدنا ذوالنورینؓ کی طرف انگلی بھی اُٹھاتے

۵۔ قرائن و شواہد کے علاوہ ہو سکتا ہے نبی اکرمؐ کو وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے سیدنا ذوالنورینؓ کی زندگی کے متعلق آگاہ فرما دیا ہو۔ یہی وجہ تھی آپ نے سیدنا عثمانؓ کی طرف سے خود بیعت فرمائی۔ آج تک کہیں کسی کی دید و شنید میں یہ بات نہیں آئی کہ کسی آدمی نے کسی مرے ہوئے کی طرف سے بیعت لی ہو۔ پھر اس قسم کے مسخرہ پن کا اظہار ختم الرسلؐ اور مولائے کلؐ سے۔ العیاذ باللہ!

مگر تنگ نظر، جامد ذہنوں کے حامل، تقلید کے قلادوں میں اپنی گردنیں پھنساتے ہوئے (تقلید خواہ بخاری کی خواہ کسی اور کی) اور بزعم خویش

معروف معنوں میں عالم، ایسے حقائق کو سمجھنے سے ہمیشہ قاصر رہے ہیں اور قاصر رہیں گے انہی وجوہات نے اُنہیں آج تک ان حقائق کے شعور سے محروم رکھا جو بیعت رضوان کے گرد گھومتے ہیں

۲- لیجئے دومنٹ کے لئے یہی تسلیم سہی کہ حضور خاتم المعصومینؐ کو سیدنا ذوالنورینؓ کی زندگی کا علم نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کو کیوں آگاہ نہ کر دیا کہ اے نبیؐ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ بلکہ وہ خود یدُ اللہ فوق ایدیھم کہہ کر اس میں شامل ہو جاتا ہے اور پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہٖ یعنی اس بیعت کو توڑنے والے اپنے آپکو ہلاک کرنے والے ہیں۔

یہ مولوی ان حقائق کے اسرار و رموز کو نہیں سمجھ سکتا۔ یہ مولوی خلافت و ملوکیت لکھے گا۔ مشکوٰۃ پر فوائد عزیزیہ کے نام سے حاشیہ قلمبند کرے گا۔ رافضیوں کی روایات جمع کر کے مسند اہل بیت کے نام کی کتاب پر ہزاروں روپیہ برباد کرے گا۔ ملا نا نذیر حسینؒ جیسے محدث کے فتاوی میں کسی نصیح الدین کی بکواس شامل کرے گا۔ اور جب سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت کے بعد طالبین قصاص کو تکمیل بیعت رضوان کے لئے کفن بدوش پائے گا تو اُسے اجتہادی خطا کا مرتکب قرار دے گا اور فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہٖ کی تفسیر کو بالکل ڈکار جائے گا اور دمن اوفی کی طرف سے شپرہ وار آنکھیں موندلے گا صرف اور صرف اس لئے کہ قاتلین عثمانؓ کی سرپرستی اُمت کی بدنصیبی کی وجہ سے سیدنا علیؓ کو حاصل ہو چکی تھی۔ یہ مولوی معاویہؓ کو باغی اور خاطی کہنے سے نہیں ڈرتا۔ سیدنا ذوالنورینؓ کو بددیانت کہتے ہوئے اسے حیا نہیں آتی مگر سیدنا علیؓ علی الاعلان قاتلین عثمانؓ کو اپنے دامن عبا میں لپٹاتے ہوئے انہیں بچانے کے لئے ام المؤمنینؓ تک سے اُلجھ جاتے ہیں اس مولوی کو اس بات کی پرواہ نہیں ع

آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں

نکث ینکث پرانے کمبل وغیرہ کو ادھیڑ دینے کے ہیں۔ جن لوگوں نے

خونِ عثمانؓ کے قصاص سے ہاتھ روکا انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور ہاتھ روکنا تو در کنار قاتلین عثمانؓ کی سرپرستی کرنا ان بزعم خویش معروف معنوں میں علماءؒ کے نزدیک مبنی بر حق ہے اور جن اصحاب نے ومن اوفی الخ اور جس نے وفا کی ساتھ اس چیز کے کہ عہد کیا ہے اوپر اس کے اللہ سے پس شتاب دے گا اس کو ثواب بڑا) پر عمل کیا ان کے موقف کو یہ مولوی مبنی بر خطا کہے گا۔ خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
حضور خاتم المعصومینؐ نے بیسیوں مواقع پر صحابہ کرامؓ سے بیعت لی کبھی ارکان اسلام کی پابندی پر، کبھی ہجرت پر، کبھی جہاد پر، کبھی میدان جنگ سے نہ بھاگنے پر کبھی کسی سے سوال نہ کرنے پر، کبھی میت پہ نوحہ نہ کرنے پر کبھی چوری نہ کرنے پر مگر کسی موقع پر اس قسم کا کوئی التزام موجود نہیں جیسا کہ حدیبیہ کے مقام پر کیا گیا۔ میں کہتا ہوں کہ حضور خاتم المعصومینؐ کا چودہ سو صحابہ کو ہمراہ لے کر عمرہ کی نیت سے مدینہ سے عازم مکہ ہونا اور حدیبیہ کے مقام پر جا کر رکاوٹ کا پیدا ہو جانا اور عمرہ کی سعادت سے محروم ہی واپس لوٹ آنا یہ سب کچھ گویا سیدنا ذوالنورینؓ کے قاتلین سے قصاص لینے کی ایک حلفیہ تقریب تھی اور اس تقریب کا دوسرا پہلو جو مستقبل کی فتوحات سے متعلق پیش گوئیوں یعنی فتح مکہ وغیرہ پر مبنی تھا۔ اس کے متعلق مدینہ میں بیٹھے ہوئے بھی حضور خاتم المعصومینؐ کو اللہ تعالےٰ مطلع فرما سکتا تھا۔

چودہ سو صحابہ کرامؓ کو اتنی دور لے جا کر بظاہر ناکام واپس لوٹنے کا مقصد بباطن سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت کے قصاص کے لئے اس وقت کے موجود مسلمانوں اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کو اس بات کا پابند کرنا مقصود تھا کہ تمہیں عثمانؓ مظلوم کی بے دردانہ شہادت کے قصاص کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنا ہوگا۔ سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت کے بعد عالم اسلام میں چار پانچ سال تک ایک زلزلہ کی سی کیفیت طاری رہی سوائے شام کے اس علاقہ کے جو سیدنا معاویہؓ کی نگرانی میں تھا ملک کے گوشہ گوشہ میں انارکی بدنظمی قتل و

وزارت کا بازار گرم رہا۔ سیدنا علیؓ کی نظروں کے سامنے نہ معلوم کیا کچھ ہوتا رہا کہ آپ نے کبھی یہ فرمایا کہ تم لوگوں نے میرے سینے کو پیپ اور لہو سے بھر دیا ہے۔ کبھی یہ فرمادیا کہ کاش معاویہؓ مجھ سے میرے دس آدمی لے لے اور اپنا ایک آدمی دیدے اس نام نہاد مولوی کی باطنی صلاحیتیں گرد سیاہیت ہو چکی ہیں اُسے ان حقائق کے سمجھنے کی توفیق کہاں؟ اس مولوی کو یہ بھی نظر نہیں آیا کہ سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت کا دور ہی ایسا دور تھا جس میں سرکاری طور پر فریضہ حج کی ادائیگی تک کا انتظام تک معطل ہو کر رہ گیا تھا۔

۷۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر سیدنا عثمانؓ کی زندگی کے متعلق ایک بلیغ اشارہ

ترمذی میں سیدنا انسؓ سے مروی ہے فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسول اللہ۔ یعنی عثمانؓ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے کام میں ہے ان مقدس کلمات کا مفہوم واضح ہے کہ عثمانؓ زندہ ہیں اور اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے کام میں مصروف ہیں۔ یہ کلمات بیعت رضوان کے موقع پر فرمائے گئے۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔

میں دوبارہ کسی لگی لپٹی رکھے بغیر واشگاف لفظوں میں یہ کہتے ہوئے اپنے اندر ایک عجیب قسم کا کیف و سرور محسوس کرتے ہوئے اس تمام سفر کو سیدنا ذوالنورینؓ کے فضائل کے گرد گھومتا ہوا دیکھ رہا ہوں اس تقریب سعید کے انوار و تجلیات کو کسی سطحی قسم کے مولوی کی بے بصیرت آنکھ دیکھنے سے ہمیشہ کور رہی اور کور رہے گی۔

۸۔ ترمذی میں مرہؓ بن کعب سے حدیث حسن مروی ہے۔ کہا مرہؓ نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں کہ ذکر کیا آنحضرتؐ نے فتنوں کا پس نزدیک بتلایا۔ پس ایک آدمی کپڑا اوڑھے ہوئے گذر رہا تھا تو آنحضرتؐ نے اُسے دیکھ کر فرمایا یہ شخص اس روز راہ راست پر ہوگا۔ مرہؓ کہتے

ہیں کہ میں اس شخص کے قریب ہؤا اور دیکھا تو وہ عثمان رضی تھے۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی موجود ہے۔

۹۔ سیدۃ النساء العالمین صدیقہ کائنات رضی فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عثمان رض کو فرمایا کہ شاید اللہ تعالےٰ تجھ کو ایک کرتا پہنا دے۔ پس نہ اُتارنا تو اسکو واسطے ان کے (ترمذی۔ ابن ماجہ) ترمذی کے مزید الفاظ ہیں کہ وہ قصہ دراز ہے۔

اس حدیث میں سیدنا ذوالنورین رضی کی خلافت اور شہادت کی صریح پیش گوئی موجود ہے اور اس روایت کے ذیل میں سیدنا ذوالنورین رض کے اس خط کا ذکر کرنا ضروری ہے جو تمام کتب تواریخ میں موجود ہے یہ خط سیدنا عبداللہ بن عباس رض کے ہاتھ سیدنا ذوالنورین رض نے مکہ کے حاجیوں کے نام لکھا تھا۔

"میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں اور میرے وہ ساتھی جنہیں خلافت کی طمع ہے یا جلد بازی سے کام لے رہے ہیں؟ انہوں نے مجھے نماز سے روک دیا ہے اور میرے اور مسجد کے درمیان حائل ہو گئے ہیں۔"

جائزہ:۔ کیا بلوائیوں کو خلافت کی طمع تھی ؟ فاعتبروا یا اولی الابصار

۱۰۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رض سے اسی قسم کی ایک اور روایت ترمذی میں موجود ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ عثمان رض ایک فتنہ میں بظلم مارا جائے گا اور کما قال

۱۱۔ ابو سہلہ رض سے ترمذی میں مروی ہے کہ فرمایا سیدنا عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہ مجھ کو نبی علیہ السلام نے تحمل اور عہد پر پکا رہنے کی وصیت فرمائی سیدنا ذوالنورین رض کا یہ ارشاد محصوری کے ایام کا ہے۔

جائزہ:۔ معلوم ہوتا ہے کہ عہد پر پکا رہنے کا اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ تم اس کرتے کو نہ اُتارنا۔ یعنی خلافت سے دستبردار ہونا

۱۲۔ ابو سہلہ رض کی ایک دوسری روایت کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رض سے ایک سرگوشی فرمائی تو آپ کا رنگ متغیر ہو گیا پس عثمان رض

نے محصوری کے ایام میں ہمیں تلوار اٹھانے سے روک دیا۔

جائزہ ؛- معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سیدنا عثمان رض کو متعدد مواقع پر ان کی خلافت اور پھر شہادت کے متعلق آگاہ فرما چکے تھے بیعت رضوان ۶ ہجری میں ہوئی۔ اب قابل غور امر یہ ہے کہ کیا اس قسم کی تمام بشارات سے آنحضرت نے بیعت رضوان سے لبعد ہی سیدنا عثمان رض کو آگاہ فرمایا یا ان میں سے کوئی بشارت بیعت رضوان سے پہلے کے زمانہ سے بھی تعلق رکھتی ہے۔

سبائیت سے مرعوب اذہان ـــــ ان حقائق کو سمجھنے سے ہمیشہ قاصر رہے ہیں اور قاصر رہیں گے مگر ایک صحیح العقیدہ مسلمان کا ایمان ہے کہ اس قسم کی بشارات میں سے اگر نصف کا تعلق بھی بیعت رضوان سے پہلے کا ہو تو یقیناً یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا کہ عثمان رض مکہ میں زندہ ہیں انہیں ابھی مسلمانوں کا خلیفہ بننا ہے اور اس کے بعد وہ نہایت بے دردی شقاوت، بربریت اور ظلم سے محصور کر کے بھوکے پیاسے شہید کئے جائیں گے مگر جن بزعم خویش معروف معنوں میں علماء کو اپنے عرفی علم کا مالیخولیا اور جنون ہے حقیقت میں رفض کی دیمک نے ان کے ایمانوں کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے اور شیعیت کے ٹڈی دل نے ان کی مسلمانی کے برگ وبار کو چاٹ لیا ہے وہ جب تک الامامت والسیاست اور طبری کے جریوں لیعنی خلافت وملوکیت، اہل بیت، فوائد غزنویہ کی قسم کی تخلیقات پر سر دھنتے رہیں گے ان کے قلوب نور ایمان کی کرنوں سے محروم رہیں گے جن کرنوں کی روشنی میں تکمیل ایمان کے مراحل طے ہوتے ہیں اب نام نہاد معروف معنوں میں" اس مولوی کی دھاندلی ملاحظہ ہو کر جو لوگ اپنی عظیم ماں کے پرچم تلے اس عظیم بیعت کی تکمیل کے لئے حرکت میں آئے وہ اس غلیظ مولوی کی زبان میں فئتہ الباغیہ بن گئے اور جنہوں نے فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ کا ارتکاب کیا ان کا موقف مبنی برحق قرار دیدیا گیا۔

فقیہہ شہر گریباں دریدہ آمد

اسی وجہ سے یہ مولوی صدیقہ کائنات کے دامن عفت وطہارت سے سبائیت زدہ اذہان کے تراشیدہ ہفوات کو ھباءً منثورا کرنے والی تالیفات کو نہایت ڈھٹائی بلکہ بے حیائی سے ملحدانہ تالیف کہتے ہوئے شرم نہیں کرے گا۔ [1]

بنات الرسولؐ ۔ چند جھلکیاں

سیدہ زینب صلوات اللہ علیہا کی دین کے رستہ میں پہنچنے والی تکالیف کی وجہ سے آنحضرتؐ کو متعدد مواقع پر قلبی رنج پہنچا۔ مگر سیدنا ابی العاصؓ کی ذات سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچی بلکہ سیدنا ابی العاصؓ نے کما حقہٗ حق دامادی ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی بعثت کے وقت سیدہ زینب صلوات اللہ علیہا ایمان لائیں تو سیدنا ابوالعاصؓ اس شرف سے محروم رہے مگر اس شرف سے محرومی کے باوجود شعب بنوہاشم کے زمانہ میں آپ بالالتزام اونٹ پر خرما، ستو اور گیہوں لاد کر شعب میں پہنچاتے رہے اور فریقین کی روایات کے مطابق آنحضرتؐ نے یہاں تک آپ کے حق میں فرمایا کہ ابوالعاصؓ نے دامادی کا حق ادا کر دیا ہے اگرچہ آپ کا اسلام قبول نہ کرنا یقیناً حضور نبی علیہ السلام کے لئے کبیدگئ خاطر کا موجب تھا۔ لیکن بحیثیت داماد کے سیدنا ابی العاصؓ کا کردار مثالی تھا۔ غزوہ بدر کے موقع پر سیدنا ابی العاصؓ گرفتار ہوئے اور سیدہ زینبؓ نے اپنے شوہر کی آزادی کے لئے اپنی والدہ مکرمہ امّ المومنین سیدہ خدیجہؓ کا جہیز میں دیا ہوا ہار زرفدیہ کے طور پر بھیجا آنحضرتؐ نے جب اپنی محبوب بیویؓ کی نشانی اور محبوب دخترؓ کا زیور دیکھا تو چشمہائے مبارک میں آنسو آگئے۔

سیدنا ابی العاصؓ نے آزادی کے وقت آنحضرتؐ سے وعدہ کیا کہ میں مکہ پہنچکر سیدہ زینبؓ کو مدینہ بھیج دوں گا اور انہوں نے ایفائے عہد کر دکھایا۔ اور سیدہ زینبؓ کو معہ اپنے لخت جگر سیدنا علیؓ اور بیٹی سیدہ امامہؓ کے مدینہ رخصت کر دیا مگر ہبار بن الاسود آڑے آیا اور اس نے حضرت سیدہؓ کو اونٹ سے گرا دیا۔ یہاں تک کہ آپ کا حمل ساقط ہو گیا آخر چند روز بعد آپ کو سیدنا ابی العاصؓ نے دوبارہ مدینہ رخصت کر دیا۔ اڑھائی سو

---

[1] الاعتصام ۳۰ مئی نشرہ ص۹ کالم ۲۔

میل کا سفر حجاز کا ریگستان اور لق ودق صحرا ـــ آپ گرتی پڑتیں نہایت بے کسی کی حالت میں جب اپنے محبوب ومکرم باپؐ کے حضور میں پہنچیں تو پاؤں زخموں سے لہو لہان تھے کپڑے تار تار تھے اور سفر کی صعوبتوں سے نڈھال تھیں حضرت سیّدہؓ کی اسی درد ناک حالت کو دیکھ کر حضور خاتم المعصومینؐ نے یہ کلمات فرمائے تھے۔

ھی افضل بناتی اصیبت فی میری اس افضل ترین بیٹی کو میری وجہ سے بڑی تکالیف پہنچی ہیں۔

چندے بعد سیدنا ابی العاصؓ کا قافلہ ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ کے ہاتھوں لٹ گیا سیدنا ابی العاصؓ کو اپنی محبوب زوجہ پر کس قدر اعتماد تھا کہ چھپتے چھپاتے مدینہ میں اپنی بیوی کے حجرہ میں پہنچ گئے آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو تمام مال واپس کرا دیا سیدنا ابو العاصؓ نے مکہ پہنچ کر تمام مال مالکوں کے حوالے کرنے کے بعد اعلان کیا میں مسلمان ہوتا ہوں اور پھر مدینہ پہنچکر دامنِ نبوت میں پناہ لی ۔ اب سیدہ زینبؓ کے لئے آرام کے دن آئے تو زندگی نے منہ موڑ لیا اگرچہ سیدہ زینبؓ کی ذاتی تکالیف کی وجہ سے آنحضرتؐ ہمیشہ مغموم ورنجیدہ ہی رہے مگر سیدنا ابو العاصؓ کی طرف سے آنحضرتؐ کو ہر طرح کا آرام بلکہ اطمینان اور سکون حاصل رہا ۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنھا کی طرف سے حضور سرور کائناتؐ کو ایک دن بھی خوشی کے چند لمحات میسر نہ آئے ۔ بلا اختلاف شیعہ سنی تمام کتب احادیث اور سیر و تاریخ میں اس قسم کے واقعات دیکھے جا سکتے ہیں کہ

چکی پیس پیس کر آپ کے ہاتھوں میں گٹھے پڑ گئے ۔ پانی ڈھو ڈھو کر سینہ زخمی ہو گیا آگ جلا جلا کر کپڑے سیاہ ہو گئے اور کپڑے کیا ہیں اونٹ کی کھال کا کرتہ بھی بعض کتابوں میں مرقوم ہے مگر سیدنا علیؓ کہیں ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کا ارادہ کر رہے ہیں ۔ کہیں کسی لونڈی کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرما رہے ہیں کہیں یمن سے واپسی پر لونڈی سے خلوت گزیں ہیں اور حضرت سیدہ بار بار رنجیدہ اور کبیدہ ہو کر اپنے محبوبؐ والد کے ہاں تشریف لیجاتی ہیں ۔ اور آنحضرتؐ کو بار بار کہیں ممبر پر کھڑے ہو کر

کہیں ابوبکرؓ اور عمرؓ اور طلحہؓ کو بلاکر یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ مجھے فاطمہؓ کی طرف سے سخت تکلیف پہنچ رہی ہے۔

سیدہ فاطمہؓ اپنی دوسری بہنوں کو آرام میں دیکھتی ہوں گی اور صبر کے گھونٹ پی کر رہ جاتی ہوں گی۔

ایک نکتہ | سیدہ زینبؓ کے متعلق حضور نبی اکرمؐ نے ہی افضل بناتی کے کلمات اس وقت فرمائے جب وہ اپنے بیٹے کو لے کر مکہ سے ہجرت فرما کر شدائد سفر برداشت کرتی ہوئیں مدینہ پہنچیں۔ گویا ایک شدید صدمہ کے موقع پر آپ نے یہ کلمات فرمائے مگر

سیدہ رقیہ الزہراؓ اور سیدہ ام کلثومؓ کی تمام زندگیاں بھرپور آرام سکون اور خوشحالی کی زندگیاں تھیں جس کا ردِعمل ہمیں سیدنا عثمانؓ کے متعلق بشارات میں نظر آتا ہے۔ مگر سیدہ فاطمہؓ کی طرف سے آئے روز کوئی نہ کوئی ناگوار بات گوش اقدس میں پہنچتی ـــ تو آنحضرتؐ کو کچھ نہ کچھ فرمانا پڑتا اور یہی ارشادات آگے چل کر حضورؐ کی دوسری بیٹیوں کے مقابلہ میں سیدہ فاطمہؓ کے لئے ایک گروہ کی چابکدستی سے وجہ فضیلت بن گئے اس سے کوئی کم کوش مولوی یہ نہ سمجھ لے کہ خدانخواستہ قائل کا مقصد سیدہ فاطمہؓ کے فضائل کا انکار ہے۔ قائل کے نزدیک آنحضرتؐ کی تمام صاحبزادیاں گلزار جنت کے پھول تھیں گلاب کا اپنا حسن ہے، موتیا کی اپنی مہک ہے چنبیلی کی اپنی ادا ہے رویل اپنی انفرادیت کی وجہ سے اپنے اندر ایک خاص قسم کی مسحور کن کشش رکھتی ہے۔ وہ سب کی سب ہمارے نزدیک نبی علیہ السلام کی ازواج مطہراتؓ کے بعد بلندترین مقام کی حامل تھیں کاش کہ مولوئے زمانہ اس نکتہ کو سمجھ سکے

خدا معلوم کہ سفینے ڈبو چکی کتنے ۔ فقیہہ و مفتی و ملا کی کم اندیشی۔

اور نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد جو کچھ ہوا وہ آج حالات وقت کے تقاضوں کے تحت ناگفتنی اولیٰ تر سے گفتنی اولیٰ تر کے مقام پر پہنچ چکا ہے سیدنا علیؓ نے حصول خلافت کے لئے حضرت سیدہ کو ان کی مرضی کے خلاف گدھے پر

سوار کرا کے مدینہ کی گلی گلی میں انصار و مہاجرین کے دروازوں پر گھمایا یا جس طرح سیدہ فاطمہ کی موت اور پھر تدفین ہوئی وہ آج تک ایک لاینحل معمہ ہے۔ مگر ستم بالائے ستم اور غضب بالائے غضب یہ کہ ناخوب تر آج خوب تر کی صورت میں ہمارے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور خوب تر کو ناخوب تر کی صورت میں ہر مقام پر مجلس ہر مسجد ہر امام باڑہ ہر ملک اور ہر محفل میں بڑے التزام سے دوہرایا جا رہا ہے۔ اگرچہ ایک بات کی تکرار لطیف الطبع اصحاب کے لئے کبیدگیٔ خاطر کا سبب ہو سکتی ہے۔ مگر جہاں اس کے بیان کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ ہو وہاں محض کسی قاری کی کبیدگیٔ خاطر کے پیش نظر جانتے بوجھتے ہوئے حقائق سے اغماض بد دیانتی ہی نہیں بلکہ بہت بڑا دینی جرم ہے۔

ایسے تمام امور میں بنات الرسولؐ کا مسئلہ سرفہرست ہے۔ کتنا عظیم ظلم ہے کہ حضور صادق و مصدوقؐ کی دختران عظام کو کسی دوسرے کی اولاد کہنے والوں سے مروّت و رواداری کا درس دیا جائے اور کتنا عظیم جرم ہے کہ فخر رسلؐ کی بنات طاہرات میں سے صرف ایک کے سر پر سیدۃ النساء کا تاج رکھ دیا جائے اور دوسریوں کے اسماء مبارکہ اور ان کے فضائل کو بھول کر بھی کسی مجلس میں بیان نہ کیا جائے یہ یکطرفہ راہ پیمائی (ONE WAY TRAFFIC) صرف دینی بددیانتی نہیں بلکہ صریحاً رفض کی ترجمانی ہے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

سیدنا ذوالنورینؓ کا امت مرحومہ پر ایک عظیم احسان

سیدنا ذوالنورینؓ کا یہ احسان عظیم (اشاعت قرآن) جسکے طفیل آپ کے دور خلافت سے لے کر تا قیام قیامت ارب ہا ارب اور کھرب ہا کھرب فرزندان اسلام کی گردنیں خم ہوتے رہیں گی۔

کہ آپ نے قرآن مجید کی مختلف نقلیں کرا کے مختلف ممالک میں بھجوائیں اور فرزندان اسلام کو ایک قرأت پر متفق کرنے کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔

بعض صحابہ کرامؓ نے حضور خاتم المعصومینؐ کی حیات مقدسہ میں ہی اپنے لئے مصاحف خود لکھ لئے تھے یا لکھوا لئے تھے جن میں سے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا فاروق اعظمؓ، سیدنا ذوالنورینؓ، سیدنا زید بن ثابتؓ، اُم المؤمنین صدیقہؓ جنہوں نے سیدنا عمر بن نافعؓ سے اپنے لئے قرآن مجید لکھوایا تھا اور اُم المؤمنین سیدہ اُم سلمہؓ کے اسمائے مقدس کتب احادیث و تواریخ میں ملتے ہیں ۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کے دور خلافت کے پہلے سال جنگ یمامہ میں سات سو حفاظ قرآن شہید ہو گئے سیدنا فاروق اعظمؓ کی دور بین بصیرت نے محسوس کیا کہ اس طرح نہ معلوم کس قدر حفاظ مستقبل میں خلعت شہادت سے سرفراز ہوتے چلے جائیں گے آپ نے اس خدشہ کا سیدنا صدیق اکبرؓ کے حضور میں اظہار کیا اور آخر سیدنا زید بن ثابتؓ سرکاری طور پر قرآن مجید کی کتابت پر مامور فرمایا گیا ۔

سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور میں فتوحات کا دائرہ بڑھنا شروع ہوا اور عربی افواج میں عجمی نو مسلموں کی تعداد بڑھنا شروع ہو گئی جن کا لب و لہجہ عربوں سے بالکل مختلف تھا۔ سیدنا ذوالنورینؓ کے دورِ خلافت میں سیدنا حذیفہؓ نے دیکھا کہ عجمی مسلمانوں کا لب و لہجہ عربوں سے یکسر مختلف ہے ۔ انہیں اس بات کا اندیشہ لاحق ہوا کہ رفتہ رفتہ کہیں قرآن مجید کی اصلی ہیئت ہی نہ بدل جائے آپ نے سیدنا ذوالنورینؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ۔

ادرکوا ھذہ الامۃ قبل	اس اُمت کی قرآن مجید کے معاملہ میں خبر
ان یختلفوا فی القرآن کما اختلف	لیجئے قبل اس کے کہ وہ بھی قرآن مجید میں اسی طرح
الیھود والنصاریٰ فی کتبھم	اختلاف شروع نہ کر دیں جس طرح یہود و نصاریٰ
	نے اپنی کتابوں میں کیا ۔

چنانچہ سیدنا ذوالنورینؓ نے اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قرآن مجید کا وہ نسخہ منگوایا جو سیدنا زید بن ثابتؓ نے سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں قلمبند کیا تھا ۔ اور اس کی نقول تیار کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی

اور سیدنا زید بن ثابتؓ کی نگرانی میں بروایتے پانچ چھ نقلیں اور دوسری روائیت کے مطابق آٹھ نو نقلیں تیار کرائیں اور ان کو مختلف امصار و دیار میں بھجوا دیا اور مزید احتیاط یہ کی کہ ایک ایک قاری بھی ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ حجازی قرأت کے مطابق لوگوں کو قرآن کی تعلیم دے۔

ان عثمانی مصاحف میں سے دو مصحف اس وقت بھی دنیا میں موجود ہیں پہلا مصحف جو سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت عظمیٰ کے وقت ان کی تلاوت میں تھا اس کا سراغ اس حد تک مسلسل مربوط اور تواتر کی حد تک صحیح ہے کہ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں سیدنا عثمانؓ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد یہ مصحف سیدنا خالد بن عثمانؓ کے پاس رہا پھر وراثتہً منتقل ہوتا ہوا سیدنا امیر معاویہؓ کے پاس پہنچا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

بعد کے دور میں اس کے متعلق مشہور محقق ابو عبید القاسم المتوفی ۲۲۲ھ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مصحف میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس میں کئی جگہوں پر سیدنا ذوالنورینؓ کے خونِ مقدس کے دھبے تھے سب سے زیادہ دھبے فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم پر تھے۔ ان کے بعد مختلف ادوار کے مختلف علماء ومحققین نے اس مصحف مبارک کے متعلق اپنے چشم دید تاثرات قلمبند کئے۔

پرانی شہادتوں میں سے سب سے زیادہ اور اہم ترین شہادت مشہور سیاح ابن بطوطہ کی ہے ابن بطوطہ نے اسے بصرہ میں دیکھا اس کے بعد اسے مشہور اسلام دشمن فاتح تیمور کے زمانہ میں ابوبکر قفال الشافعی نے بروایتے خواجہ عبید اللہ احرار کی مسجد واقع سمرقند میں رکھدیا اور بعد میں روس کے استیلا ۱۸۶۹ء کے وقت سینٹ پیٹرز برگ کے شاہی کتب خانہ میں پہنچا دیا گیا۔

۱۹۱۸ء کے قریب اُسے تاشقند منتقل کر دیا گیا۔ مولانا عبد الحامد بدایونی نے اپنے سفرنامہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

"اور اس انتقال کی صورت یہ ہوئی کہ زار روس کے خلاف جب انقلاب آیا تو ایک

مسلمان روسی جرنیل علی اکبر نے موقع پاکر ایک انجن ڈرائیور کے ہاتھ اُسے تاشقند پہنچا دیا اس نسخہ کی دو کاپیاں امریکہ، برطانیہ، افغانستان اور مصر میں موجود ہیں یہ بڑی تقطیع کا نسخہ ہے تقریباً تین فٹ لمبا۔ اس میں نقطے اور اعراب نہیں ۔قرآن مجید پر نقطے اور اعراب کا کام امیر المومنین ولید بن عبد الملکؒ کے نامور جرنیل اور فاتح جو مشرقی ممالک کا وائسرائے تھا اور جس کی کوششوں سے مغرب میں مراکش تک مشرق میں ملتان تک اور شمال مشرق میں چینی سرحدات تک اسلامی افواج فتوحات کے پھریرے اُڑاتی ہوئی پہنچیں یعنی حجاج بن یوسف ثقفی نے کیا۔ دوسرا مصحف عثمانی اس وقت استنبول میں محفوظ ہے ۔یہ مصحف سیدنا ذوالنورینؓ نے افادہ عام کے لئے مسجد نبوی میں رکھ دیا تھا۔جب پہلی جنگ عظیم کے دوران شریف مکہ کی غداری سے ترکوں کو حجاز سے دستبردار ہونا پڑا تو ترکی گورنر جنرل فخری پاشا جو تاریخ میں (DEFNDER OF MEDINA) کے نام سے مشہور ہے اپنی جان سے لگائے ہوئے استنبول لے گیا ۔جب استنبول بھی اتحادیوں کے نرغے میں آگیا تو طلعت پاشا یا دوسرے ترک افسروں نے اسے قیصر ولیم ثانی کو بطور تحفہ اس خیال سے پیش کر دیا کہ ترکی کے ساتھ نہ معلوم اتحادی کیا سلوک کریں ۔ترک افسروں نے اس کی حفاظت کا یہی بہترین انتظام سوچا ۔جنگ عظیم ختم ہوئی اور صلح نامہ ورسائلز مرتب ہوا تو اس صلحنامہ میں سیدنا ذوالنورینؓ کے اس مصحف کا ذکر بھی ان الفاظ میں کیا گیا۔

اس طرح یہ مصحف عثمانی پھر استنبول پہنچ گیا۔ یہاں قابل امر یہ ہے کہ دول متحدہ

جہاں بین الاقوامی اہم ترین مسائل کے متعلق فیصلے کر رہے تھے اس وقت اس مصحف مقدس کی اہمیت کو بھی نظر انداز نہ کر سکے۔

ہو سکتا ہے کہ ان دو مصاحف کے علاوہ دنیا میں مصاحف عثمانی رضؓ میں سے کوئی اور نسخہ بھی موجود ہو۔ مگر ان دو کے متعلق حتمی اور یقینی طور پر معلوم ہے کہ سیدنا ذوالنورینؓ کی ذات اقدس سے متعلق یہ دو زندہ یادگاریں مسلمانان عالم کے لئے سرمایۂ حیات ہیں آج دنیا میں جس قدر قرآن مجید موجود ہیں یہ انہی عثمانی مصاحف پر مبنی ہیں۔ یہاں تک کہ ان مصاحف میں جن جن مقامات پر "ت" گول ہے آج کے قرآنوں میں بھی بصورت "ۃ" گول ہے اور جہاں لمبی ہے وہاں آج بھی بصورت ت لمبی ہے۔

مصحف عثمانی تاشقند کے دس صفحات کے فوٹو کی البم بیت القرآن پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے۔

تیسرا باب

سیّدنا ذوالنورینؓ کی

ازدواج اور اولاد

بیٹے

۱۔ سیّدنا عبداللہ الاکبرؓ بن سیدہ رقیہؓ
۲۔ سیّدنا عبداللہ الاصغرؓ بن سیدہ فاختہؓ
۳ تا ۶ سیدنا عمرؓ، سیدنا خالدؓ، سیدنا ابانؓ
و سیدنا عمرؓ ابنا سیدہ ام عمروؓ
۷۔۸۔ سیدنا ولیدؓ و سیدنا سعیدؓ ابنا
سیدہ فاطمہؓ
۸۔۹۔ سیدنا عبدالملک سیدنا عتبہ
ابنا سیدہ ام البنین
۱۱۔ عتبہ بن سیدہ نائلہؓ

بیٹیاں

۱۔ سیّدہ مریمؓ بنت سیدہ
ام عمروؓ
۲ تا ۴۔ سیدہ عائشہؓ۔ سیدہ ام ابانؓ
سیدہ ام عمروؓ بنات سیدہ
رملہؓ
۵۔ سیدہ مریمؓ بنت سیدہ
نائلہؓ

ایک عبرتناک حقیقت

سیدنا ذوالنورینؓ کی ازواج اور اولاد

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :-

تزوج رقیہؓ بنت رسول اللہؐ فولدت لہ منھا عبد اللہ وبہ یکنی بعدما کان یکنی بعد ماکان یکنی فی الجاھلیۃ بابی عمرو ثم لما توفیت تزوج باختھا ام کلثومؓ ثم توفیت فتزوج بفاختہؓ بنت غزوان بن جابر فولدت لہ منھا عبید اللہ الاصغر وتزوج بام عمرو بنت جندب بن عمرو الازدیۃ ولدت لہ عمرا وخالدا وابانا وعمر ومریم وتزوج بفاطمہؓ بنت الولید بن عبد الشمس المخزومیہ وولدت لہ الولید وسعیداً وتزوج ام البنینؓ بنت عیینہ بن حصن الفزاری فولدت لہ عبد الملکؓ ویقال عتبہ وتزوج رملہؓ بنت شیبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی فولدت لہ عائشہ، ام ابان وام عمرو وبنات عثمان - وتزوج نائلہ بنت الفرافصہ بن الاحوص بن عمرو بن ثعلبہ بن حصن بن ضمضم بن عدی بن حیان بن کلیب فولدت لہ مریم ویقال عنبہ وقتل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعندہ نائلہ ورملہ وام البنین وفاختہ ویقال انہ طلق ام البنین وھو محصور -

(البدایہ والنہایہ جزء السابع مکتبہ معارف بیروت ص۲۱۹)

۱- سیدہ رقیہ الزہراؓ :- ان سے سیدنا عبد اللہ اکبر پیدا ہوئے جن کی اولاد کے حالات زیر نظر کتاب میں مرقوم ہیں -

۲- سیدہ ام کلثومؓ بنت حضور صادق ومصدوق - کوئی اولاد نہیں -

۳- فاختہ بنت غزوان :- سیدہ ام کلثومؓ کی وفات کے بعد سیدہ فاختہ سے نکاح کیا ان سے عبد اللہ الاصغر پیدا ہوا -

۴- اُمِ عمرو بنت جندب ازدی ان سے چار لڑکے - عمروؓ - خالدؓ، ابانؓ - عمرؓ اور ایک لڑکی مریم پیدا ہوئی -

۵- فاطمہ بنت ولید بن عبد الشمس :- ان سے ولیدؓ اور سعیدؓ پیدا ہوئے - سیدہ فاطمہؓ

آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئیں۔

۶۔ ام البنین بنت عیینہ بن حصن فزاری۔ ان سے عبد الملک اور بعض روایات کے مطابق ایک اور لڑکا عتبہ پیدا ہوئے۔

۷۔ رملہ بنت شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس۔ تین لڑکیاں عائشہ، ام ابان اور ام عمرو پیدا ہوئیں۔ شہادت کے وقت زندہ تھیں۔ سیدہ عائشہؓ بنت سیدنا ذوالنورینؓ بنو الحسنؓ کے حبالہ عقد میں آئیں۔ اور صاحب اولاد ہوئیں۔

۸۔ سیدہ نائلہ بنت الفرافصہ بن احوص۔ ان سے ایک لڑکی مریم صغریٰ اور بقول بعض ایک لڑکا عتبہ پیدا ہوئے سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت عظمیٰ کے وقت موجود تھیں۔

یہی تفصیل اکلیل علی مدارک التنزیل ص ۲۴۳ میں موجود ہے۔

جب حضرت علیؓ کے گھر پلے ہوئے سیدنا صدیق اکبرؓ کے درندہ صفت ناخلف بیٹے محمد[۱] نے مظلوم خلیفہ پر اپنے ساتھیوں کی معیت میں حملہ کیا تو سیدہ نائلہ اپنے محبوب شوہر کو بچانے کے لئے

---

[۱]: محمد کی ماں کا نام ام عمیسؓ تھا پہلے سیدنا جعفر طیارؓ کے نکاح میں تھیں غزوہ خیبر کے بعد میاں بیوی دونوں ہجرت حبشہ سے لوٹے اور حضور صادق و مصدوقؐ نے ان کی واپسی پر فرمایا کہ میں خیبر کی فتح پر زیادہ خوشی مناؤں یا جعفر کی واپسی پر۔ یہی ام عمیسؓ سیدنا حسنؓ کی دایہ تھیں آنحضرتؐ نے ام عمیسؓ کو عقیقہ کی ایک ران اور ایک سکہ عنایت فرمایا تھا یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سیدنا حسنؓ کی ولادت ۳ ہجری کے آخر میں ہوئی ۸ ہجری کے شروع میں سیدنا جعفرؓ غزوہ موتہ میں شہید ہو کر جعفر طیارؓ کہلائے۔ جعفر کی شہادت کے بعد ام عمیسؓ سے سیدنا صدیق اکبرؓ نے نکاح کیا ان سے محمد پیدا ہوا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد سیدنا علیؓ نے سیدہ ام عمیسؓ سے نکاح کیا اس وقت محمد کم و بیش دو سال کا تھا۔

ام عمیسؓ سے سیدنا علیؓ نے نکاح کیا تو محمد اپنی ماں کے ہمراہ سیدنا علیؓ کے گھر آ گیا سیدنا علیؓ نے ہی اس کی پرورش کی محمد سیدنا ذوالنورینؓ کے قاتلین کا لیڈر تھا۔ اگر سیدنا علیؓ اسے اس فعل بد سے روکنا چاہتے تو وہ کبھی بھی سیدنا ذوالنورینؓ کے قاتلین کا ساتھ نہ دیتا جب مصر میں گرفتار ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچا تو سیدنا علیؓ نے اس کے قتل پر چند نہایت پُر درد اشعار کہے۔ بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ محمد بڑا زاہد اور عبادت گذار تھا کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟ اگر محمد جیسا شقی، ظالم اور بدبخت سیدنا علیؓ کی نظروں میں زاہد اور پارسا تھا تو پھر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے!

(باقی اگلے صفحہ پر)

پردہ سے تڑپ کر باہر نکل آئیں اور اپنے محبوب شوہر کو بچانے کے لئے ان پر گر پڑیں۔ اس جگہ میں آپ کے ایک ہاتھ کی انگلیاں شہید ہو گئیں اور آپ کا مقدس خون اپنے محبوب شوہر کے خون سے مل گیا۔ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

جائزہ:۔ حافظ ابن کثیر اور صاحب اکلیل علی مدارک التنزیل ہر دو اس بات پر متفق ہیں کہ سیدہ رقیۃ الزہرا کے بطن سے پیدا ہونے والا عبد اللہ، عبد الاکبر تھا۔ اور جو عبد اللہ الاصغر کے نام سے مشہور ہوا وہ سیدہ فاختہ کے بطن سے تھا۔

یہ بات کسی حد تک درست تسلیم کی جا سکتی ہے کہ سیدنا ذو النورینؓ کا اگر کوئی بیٹا مرغ کی ٹھونگ سے ہلاک ہوا تو وہ سیدہ فاختہ کے بطن سے پیدا ہونے والا عبد اللہ تھا مگر عبد اللہ الاکبر بن سیدہ رقیہ کو عبد اللہ الاصغر بنا دیا گیا حالانکہ عبد اللہ الاکبر جس وقت اپنے والدین کے ہمراہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچا اس وقت اس کی عمر کسی صورت میں سات آٹھ سال سے کم نہ تھی۔ جیسا کہ دوسرے مقامات پر بیان کیا جا چکا ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) الجاحظ ۱۵۰ تا ۲۵۵ھ نے اپنی تالیف العثمانیہ ص۱۵ اور ص۱۶ میں ایک بڑا عجیب لطیفہ لکھا ہے

ثم الذی کان من اسماء بنت عمیس ومن قولھا وعلی بن ابی طالب شاھد لما تفاخر عندھا بنوھا من جعفر وابی بکر وعلی، قال لھا علی اقضی بینھم قالت ما رأیت شابا اطھر من جعفر، ولا رأیت شیخا افضل من ابی بکر، وان ثلاثة انت اخسھم لفضلا فھذا قضیتھا ولم یرو عن علی فی ذلک انکار۔ اسماء بنت عمیسؓ کا قول بھی اسی قسم کا ہے (یعنی سابقہ عبارت میں بھی اسی قسم کے واقعات بیان ہو چکے ہیں) سیدنا علیؓ کی موجودگی میں اسماء کے بیٹے اپنے اپنے باپوں کے معاملے میں فخر کر رہے تھے تو سیدنا علیؓ نے اسماء کو کہا ان میں فیصلہ کر دو تو سیدہ اسماء نے کہا میں نے جعفر سے پاکیزہ تر کوئی نوجوان نہیں دیکھا اور ابو بکرؓ سے افضل تر کوئی بوڑھا نظر نہیں آیا اور تیسرے تم ہو جو اخسھم لفضلا ہو اور یہ ہے فیصلہ حضرت علیؓ نے سیدہ ام عمیسؓ کے اس فیصلے سے انکار نہیں کیا۔ ص۲۰۰ پر سیدنا علیؓ کے متعلق یہ الفاظ ہیں کہ ام عمیسؓ کے یہ ریمارک سنکر نہ آپ نے انکار کیا، نہ احتجاج کیا اور نہ حیرانگی کا اظہار کیا۔ طبقات ابن سعد اور اصابہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

سیدنا ذوالنورینؓ جمعہ کے روز شہید ہوئے ۔ آپ متواتر روزے رکھتے تھے۔ دو دن سے آپ کو پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہیں ہُوا تھا ۔ روایات میں آتا ہے کہ شہادت کے روز آپ سو گئے جب بیدار ہوئے تو فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی رسول اللہ ؐ صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کو دیکھا ہے ۔ یہ سب فرماتے ہیں کہ عثمانؓ ! آج ہمارے ساتھ افطار کرنا ۔ اسی مضمون کی ایک روایت کثیر بن صلت سے بھی مروی ہے ۔

سیّدنا ذوالنورینؓ کی اولاد کے حالات

۱۔ سیدہ رقیہؓ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی اولاد یعنی سیدنا عبداللہ کے حالات اپنے مقام پر آگے چل کر بیان ہوں گے ۔

ام عمرو بنت جندب ازدی ۔ بعض مورخین نے سیدہ ام عمرو کا شجرہ یوں لکھا ہے ام عمرو بنت جندب بن حمہ الدوسی ۔ نہایت ہی سادگی پسند اور سادہ مزاج خاتون تھیں اور اہل الجنہ بلکہ کی جیتی جاگتی تصویر تھیں ۔

ان کے بطن سے پیدا ہونے والے بڑے بیٹے کا نام عمروؓ تھا جن مورخین نے سیدنا ذوالنورینؓ کی کنیت کے متعلق لکھا ہے کہ پہلے ان کی کنیت ابوعمرو تھی ان عمرو سے مراد یہی عمرو ہیں ۔ سیّدہ ام کلثومؓ بنت حضور خاتم المعصومینؐ کی وفات کے بعد سیدنا ذوالنورینؓ نے ام عمرو سے نکاح کیا کسی دوسرے مقام پر بیان کر چکا ہوں کہ سیدنا ذوالنورینؓ کی اولین زوجہ سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ تھیں اور سب سے بڑی اولاد سیدنا عبداللہؓ تھے ۔ سیدنا عمرو بن سیدنا ذوالنورینؓ کی بعض روایات حدیث کی کتب متداولہ مثل موطا امام محمد اور طحاوی وغیرہ میں موجود ہیں بعض کتابوں میں حضور صادق و مصدوق کی انگوٹھی والی روایت بھی آپ سے مروی ہے ۔ آپ کی اولاد حسب ذیل ہے ۔

عبداللہ اکبرؒ ۔ عبداللہ اصغر ۔ خالدؒ ۔ عثمانؒ اکبر ۔ عثمان اصغر ۔ بکیرہ ۔ مغیرہ ۔

سیدہ فاطمہؒ بنت حسینؓ کا پہلا نکاح سیدنا حسن مثنیٰ بن سیدنا حسنؓ سے ہُوا ۔ سیدنا حسن مثنیٰ کی وفات کے بعد نکاح ثانی عبداللہ بن سیدنا عمرؓو

سے ہوا یعنی سیدنا عثمانؓ کے پرپوتے سیدنا حسینؓ کے داماد تھے (جمہرۃ الانساب ص۸۶ مقاتل الطالبین ص۱۸۱ نسب قریش ص۵۹ بحار الانوار ۱۱: ۳۳ وغیرہ)

مشہور سیاح ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ شہر خلیل کی ایک مسجد کے قریب ایک نشیب میں سیدہ فاطمہؓ بنت سیدنا حسینؓ کا مزار ہے مزار کے سرہانے اور پائنتی دو لوحیں نصب ہیں جن پر عربی کے کچھ اشعار کندہ ہیں بھارت کے سابقہ صوبہ یوپی میں سیدنا عمرو کی اولاد یعنی عثمانی سادات کافی تعداد میں موجود ہیں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ وغیرہ اسی دودمانِ عالی شان کے افراد ہیں۔ سیدنا عمرو بڑی خوبیوں کے مالک تھے چنانچہ آپ کی مدح میں سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے چند اشعار کہے ہیں جن میں سے تین آپ بھی سن لیجئے۔

سأشكر عمرواً ان تراخت منيتي ايادي لم تمنن وان هي جلت	میں عمرو کا بھرپور شکریہ ادا کروں گا اگرچہ میری نیت مہل ہے اس کے احسانات باوجود پوشیدہ ہونے کے روشن ہیں
فتى غير محجوب الغنىٰ عن صديقه ولا مظهر الشكوىٰ اذا النعل زلت	وہ ایسا نوجوان ہے جس کا غنیٰ دوستوں سے پوشیدہ نہیں اور وہ ایسا نوجوان کہ اپنے جوتا کے ٹوٹ جانے پر (بھی) شکوہ نہیں کرتا۔
رأى خلتي من حيث يخفى مكانها فكانت قذىٰ عينيه حتى تجلت	میرے احباب اس کے مخفی حالات سے آگاہ ہیں موصوف کی آنکھ کے تنکے بھی روشن نظر آتے ہیں۔

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے سیدنا عبداللہؓ بن زبیرؓ کے خروج کے زمانہ میں سیدنا عمرو نے ان کی کوئی نہایت اہم مدد کی تھی۔ ورنہ سیدنا ابن زبیرؓ جیسا عابد و زاہد عالم و فاضل مستغنی المزاج خوشامد کا نام سننے سے بھی متنفر کہاں ایسا کہہ سکتا تھا۔

سیدنا ذوالنورینؓ کا یہ عظیم المرتبت بیٹا مقام منیٰ میں فوت ہوا۔ افسوس کہ آج ایسے جلیل القدر انسان کا نام تک کوئی نہیں جانتا۔

۴۔ سیدنا ابان بن سیدنا ذوالنورینؓ:۔ نہایت شجاع اور بہادر تھے جمل کے معرکہ میں سیدہ صدیقہ کائناتؓ کا ساتھ دیکر وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيمًا کی بشارت کے حامل ہوکر ید اللہ فوق ایدیھم کے گروہ میں شامل ہونے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ سیدہ اُم کلثومؓ بنت سیدہ زینبؓ بنت سیدنا علیؓ یعنی سیدنا حسینؓ کی سگی بھانجی اور چچازاد بھائی کی بیٹی جن کا پہلا نکاح اپنے ابن عم قاسم بن محمد بن سیدنا جعفر طیارؓ سے ہوا نکاح ثانی امیر حجاج بن یوسف سے ہوا لبعد میں علیحدگی ہوگئی تیسرا نکاح سیدنا ابان بن سیدنا عثمانؓ سے ہوا ان کی وفات کے بعد سیدہ ام کلثوم کا چوتھا نکاح علی بن عبداللہ بن عباسؓ سے ہوا۔

(المعارف ۹۰، جمہرۃ الانساب ۱۰۴،۱۱۱، نسب قریشی ۸۳، کتاب المعارف ا: ۱۲۲، کتاب المحبر ۴۳۹)

سیدنا ابان کی اولاد جو سیدہ ام کلثوم بنت سیدہ زینبؓ کے بطن سے پیدا ہوئی ان کے تفصیلی حالات نہیں مل سکے صرف سیدنا مروان ایک بیٹے کا ذکر اس ضمن میں بیان ہوا ہے۔ ان کے حبالۂ عقد میں ام قاسم بنت حسن مثنیٰ ابن سیدنا حسنؓ بن علیؓ تھیں یعنی سیدنا ذوالنورینؓ کے ایک پوتے کے نکاح میں سیدنا علیؓ کی ایک پڑپوتی تھیں۔ سیدہ ام قاسم کے بطن سے سیدنا مروان کے ہاں محمد نامی ایک بیٹا پیدا ہوا (جمہرۃ الانساب ص۸۳ کتاب المحبر ۴۴۸) بیوہ ہونے پر سیدنا علی (زین العابدینؒ) نے آپ سے نکاح کیا سیدنا ابان سے ابوداؤد اور موطا امام مالک باب الوضو میں ایک روایت ہے۔

سیدنا ابانؓ کی اولاد میں سے عبدالرحمٰن صاحب اجتہاد عالم اور نہایت عبادت گذار تھے صاحب کتاب الاغانی آپ کی اولاد سے تھے۔ سیدنا ابانؓ کے تفصیلی حالات فتوح الشام ص۸۶ اور تہذیب الاسماء جزو اول ص۹۶ مطبع بیروت میں بھی مرقوم ہیں۔ آپ کے چند اشعار ہیں جو کسی جہاد میں فتح حاصل کرنے کے بعد آپ نے کہے تھے۔

نحن اللیوث ذو المعروف والکرام	ہم شیر ہیں سخاوت اور کرم ہمارا شعار ہے۔
وفی المجامع یوم الحرب والھمم	اور میدان معرکہ میں، حرب و قتال کے وقت) میں غالب آتے ہیں۔

جنود ن العلا فی کل معترك	ہمارے لشکری ہر معرکہ میں دشمنوں پر وار کرتے ہیں
وقاهرون لهم فی کل مصطدم	اور ہر معرکہ میں فتحیاب ہو کر لوٹتے ہیں۔
لایعجبنك یا بطلوس جنیك فی	بطلوس تجھے اپنے لشکریوں پر ناز نہیں ہونا چاہیئے
هذا المقام فمقحنا الكل كالنزهم	ہم اس معرکہ میں پوری مزاحمت کا قوت سے مقابلہ کریں گے (عربی دیوان عثمانی ص۲۶)

صاحب بصیرت غور کریں کہ سیدنا ابان بن سیدنا عثمانؓ کس شان کے شجاع اور بہادر تھے مگر آج کسی مورخ، کسی ادیب یا کسی گلا پھاڑ پھاڑ کر چلانے والے خطیب کو یہ توفیق حاصل نہیں ہوئی کہ ان کا بھولے سے بھی ذکر کر دیں ان لوگوں کا مبلغ علم صرف سیدنا حسینؓ کے خروج[1] کے گرد گھوم کر ٹھپ ہو جاتا ہے۔

۴۔ سیدنا خالد بن سیدنا ذوالنورینؓ آج قرآن مجید کے جو نسخے تمام عالم میں پھیلے ہوئے فرزندانِ اسلام کے ہاتھوں میں ہیں جس کی کروڑوں مسلمان ہر روز تلاوت کرتے ہیں جسے منزل من اللہ، غیر مخلوق اور اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب کہا جاتا ہے جس کی ترتیب خود حضور صادق و مصدوق نے فرمائی اور حضور صادق و مصدوق کے بعد جسے سیدنا ذوالنورینؓ نے تمام عالم اسلام میں پھیلایا اُس کے اولین نسخہ کا امانتدار ہونے کا شرف سیدنا خالدؓ کو ہی حاصل ہوا

ابن ابی حاتم یونس بن عبد الاعلیٰ سے وہ ابن لغردی سے وہ زیاد بن یونس سے وہ نافع ابن نعیم سے روایت کرتے ہیں کہ بعض خلفائے میرے پاس مصحف عثمان غنیؓ بھیجا کہ اس کی جلد بندی درست کر دوں زیاد کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے عرض کیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ سیدنا عثمان غنیؓ جب بوقت شہادت عظمیٰ پر فائز ہوئے تو یہ قرآن مجید ان کی گود مبارک میں تھا اور آپ کے خون سے رنگین ہو گیا تھا تو نافع نے فرمایا واللہ میری ان دو آنکھوں نے اس رنگین قرآن پاک کو دیکھا ہے اور یہ قرآن پاک حضرت خالد بن عثمانؓ کے پاس تھا ان کے

---

[1] تفصیل کے لئے راقم کی تالیف "سیدنا حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع" کا مطالعہ کیجئے قیمت ۲ روپے

مرنے کے بعد ان کی اولاد میں وراثتاً منتقل ہوتا رہا اور لوگ اس سے تبرک حاصل کرتے تھے جنگ صفین میں یہ قرآن پاک سیدنا امیر معاویہؓ کے پاس تھا لوگوں کا خیال ہے کہ اسی قرآن پاک کی برکت سے جنگ صفین میں سیدنا امیر معاویہؓ کا پلڑا بھاری رہا۔ سیدنا عثمانؓ کی اولاد میں سے سیدنا خالد کے بیٹے سعید بہت بڑے سخی تھے سعید بن خالد کی مدح میں متوکل اللیثی کے چند اشعار ہیں۔

مدحت سعیداً اواصطفیت ابن خالد
وللغر اسباب بھا یتوسم

آپ نے سعید کی مدح کی یا ابن خالد کا انتخاب کیا عزت کے اسباب کے نشانات (ہمیشہ) ان میں ہوتے ہیں

فکنت کملتمس بحفارۃ الثری
فصادف عین الماء اذا یترسم

میں ایک جاسوس کی حیثیت سے تھا جو ثرای میں شادابی کا مشتاق ہے میرے خشک مٹی سے پانی کا چشمہ حاصل ہے۔

وان لیسئل اللہ المشہور شہادۃً
تنبئ جمادی عنکم والمحرم

اگر اللہ تعالٰی نے مہینوں کی شہادت طلب کی (تو) تمہارے متعلق جمادی اور محرم شہادت دیں گے۔

بانک خیر الحجاز واھلہ
اذا جعل المعطی یمل ویسأم

کیونکہ آپ حجاز کی سرزمین میں بہترین انسان ہیں اور آپکی فیاضی ایسی بے مثل ہے کہ جب فیاض اکتا جاتا ہے تو خوشی محسوس کرتے ہیں۔

۵ عمر بن عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موطا امام مالک میں آپ کی روایت ہے اولاد حسب ذیل ہے۔

سیدتنا زید، سیدتنا عاصم، سیدتنا مغیرہ۔ اُم ایوب

سیدہ سکینہ بنت حسینؓ کو روافض نے سیدہ زینب بنت علیؓ کے بعد دوسری ہیروئن کے طور پر پیش کیا ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ شام کے زندان میں ہلاک ہو گئی تھی کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ بالکل نابالغ بچی تھی اور ان کا محرم میں ہر سال چھوٹا سا تابوت نکالا جاتا ہے یہ جنازہ کس خوشی میں نکلتا ہے شاید یہ بھی علی ازم کا کوئی راز ہوگا کبھی بیان کیا جاتا ہے کہ قتل حسین کے بعد رات کو سکینہ خیمہ میں موجود نہ پاکر تمام بیبیاں چلا اُٹھیں۔

خیمہ میں شور اُٹھا کہ سکینہ بھی کھو گئیں
وہ جا کے اپنے باپ کے لاشہ پہ سو گئیں

سیدہ سکینہ، سیدنا حسینؓ کی محبوب ترین زوجہ رباب کے بطن سے تھیں علم و فضل، شعر و ادب، برجستہ گوئی، حاضر جوابی اور حسن و جمال میں اپنی نظیر آپ تھیں واقعہ کربلا کے وقت صاحب اولاد تھیں۔ پہلا نکاح عبداللہ بن حسن سے ہوا۔ دوسرا نکاح مدینہ میں مصعبؒ بن زبیرؓ سے ہوا مصعبؒ بن زبیرؓ اپنے بھائی عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے گورنری کے عہدہ پر فائز ہو کر کوفہ پہنچے سیدہ سکینہؓ کی طرح مصعبؒ بھی صاحب جمال نوجوان تھے مصعبؒ کے قتل ہونے پر سکینہ نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے کہا "اے کوفہ کے ناہنجار اور بدبخت لوگو۔ تم نے پہلے میرے دادا کو قتل کیا پھر میرے سسر اور تایا (حسنؓ) کو ذلیل و رسوا کیا اس کے بعد تم نے میرے خاوند (عبداللہ) اور میرے چچا (حسینؓ) کو دھوکے سے بلا کر ہلاک کیا اور اب تم نے میرے اس محبوب شوہر کو بھی قتل کر دیا۔ اللہ کرے تم قیامت تک شیون و ماتم میں مبتلا رہو مصعبؒ کے قتل ہو جانے کے بعد مدینہ پہنچیں اور تیسرا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکم اُموی سے ہوا۔ اصبغ کے نکاح میں اس وقت امیر یزیدؒ کی ایک بیٹی تھی گویا سکینہ اپنے باپ اور شوہر کے قاتل کی بیٹی کی سوکن بنیں۔

واقعہ کربلا ۶۱ھ کے وقت آپ کی عمر کسی صورت میں بیس سال سے کم نہ تھی چونکہ اس وقت

آپ صاحب اولاد تھیں پانچواں نکاح ۹۶ ہجری میں جبکہ آپ کی عمر پچپن چھپن سال سے زیادہ تھی زید بن عمر بن عثمان غنی رضؓ سے ہوا زید کے چچا ابان بن عثمان رضؓ غنی کے نکاح میں سکینہ کی پھوپھی زاد بہن ام کلثوم بنت زینب بنت سیدہ فاطمہ رضؓ تھیں زید کے ہاں سکینہ کے لبطن سے اولاد بھی ہوئی (معارف ۶۳، نسب قریش ۲۹، جمہرہ ابن خرم)

ابن بطوطہ اپنے سیاحت نامہ میں لکھتا ہے کہ سکینہ کا مزار دمشق میں قریب مزار کلثوم بنت علی رضؓ ہے [1] یہ مقام دمشق کے بازار کے قریب ہے گویا سیدہ زینب بنت علی رضؓ سکینہ بنت حسینؓ، کلثوم بنت علی رضؓ تینوں نے اپنی زندگیوں کے آخری ایام امویوں کے ہاں گزارے

" کیا فرماتے ہیں مجتہدین مذہب امامیہ بیچ اس مسئلہ کے بینوا و توجروا"

عاصم بن عمر رضؓ نہایت جزدرس اور کفایت شعار قسم کے انسان تھے۔ عاصم کی ایک پوتی یعنی عائشہ بنت عمرو بن عاصم سیدنا حسینؓ کے پرپوتے اسحاق بن عبداللہ الارقط بن علی (زین العابدین) بن حسینؓ کے نکاح میں تھیں جن کے لبطن سے حسینی پرپوتے یحییٰ پیدا ہوئے (جمہرۃ الانساب ۷۴، کتاب نسب قریب ۶۵)

عمرؓ بن سیدنا عثمانؓ کے تیسرے بیٹے مغیرہؒ علم وفضل میں بلند مقام رکھتے تھے۔ شعر وشاعری کا ذوق بھی تھا آپ کے حسب ذیل چند اشعار آغانی میں ہیں۔

قد کنت اُمل فیکم املاً	میں تم سے بھرپور امیدیں رکھتا ہوں
والمرءُ لیس بمدرک اَمَلہ	اور انسان اپنی امیدوں کو کبھی پورا نہیں پاتا
حتیٰ بدی منکم خلقت من	جبکہ میں جہلا کی باتوں سے (جو آپ کے متعلق تھیں)
جرحت قلبی من ھوا جہلہ	اپنے قلب کو مجروح کر چکا تھا۔

---

[1] ابن بطوطہ کے اس بیان سے کہ کلثوم بنت علی رضؓ کا مزار دمشق میں ہے مجھے اختلاف ہے اگر ابن بطوطہ کی مراد ام کلثوم بنت علی رضؓ سے ہے جو سیدنا فاروق اعظم رضؓ کے نکاح میں تھیں اور زید نامی ایک بیٹے کی ماں تھیں تو ان ماں بیٹے کا انتقال بیک وقت مدینہ میں ہوا تھا شاید یہ کوئی اور علوی شہزادی ہوں اور ابن بطوطہ نے غلطی سے کلثوم بنت علی لکھدیا ہو۔ کلثوم اور ام کلثوم ناموں میں بھی فرق ہے۔

لیس الفتیٰ بخلا ابدٗ	انسان کو ہمیشہ بقا نہیں ہے اور حقیقت
حقا ولیس لغائِبٍ اجلہٖ	میں موت کا وقت متعین ہے جس سے مخلصی نہیں
حیی العمود ومن یجوبتلہٖ	زندہ انسان کے ستون کو آخر گرنا ہے
وقفًا العمود وان جلد اجلہٖ	اگرچہ وہ کتنا مضبوط کیوں نہ ہو

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا مغیرہ بن سیدنا عمر بن سیدنا عثمانؓ ۔ انسانی زندگی حیات و ممات، دنیاء و آخرت اور نیکی بدی کے فلسفے پر نہایت گہری نظر رکھنے والے انسان تھے ۔ مگر آج جب ہم تاریخ کے ورق الٹتے ہیں تو چند مجہول الاحوال قسم کے لوگوں کے حالات سے اُنہیں معمور پاتے ہیں لیکن ایسے نابغہ عصر اصحاب کے ناموں اور سرسری سے تعارف کے علاوہ زیادہ کچھ نہ لکھ سکے آج اگر کوئی صاحب ہمت باندھ کر تاریخی کتب کو نظر انداز کر کے صرف عربی ادب کی کتب سے ان اصحاب کے علمی کارنامے کو جمع کرنے کی کوشش کرے تو عجیب عجیب سربستہ رازہائے درون پردہ کے انکشافات سے مسلمانوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں ۔

۶ ۔ سیدنا سعیدؓ بن سیدنا ذوالنورینؓ ۔ آپ کچھ عرصہ بلاد خراسان کے عامل رہے خراسان سے واپسی پر چند نو مسلم مجوسی جو سغد کی اولاد میں سے تھے آپ کے ہمراہ مدینہ آ گئے ۔ آپ نے اپنی وسعت قلبی کی بنا پر مدینہ میں ذاتی طور پر ان کی رہائش کا انتظام کر دیا ۔ مگر مدینہ پہنچ کر وہ لوگ دوسرے نو مسلم مجوسیوں سے جنہوں نے سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا ذوالنورینؓ کو شہید کیا تھا مل گئے ۔ مشہور الاشتر مجوسی نے سیدنا علیؓ کے ہمراہ مدینہ سے کوفہ روانہ ہوتے وقت انہیں خاص سازش کے تحت مدینہ میں رہنے کی ہدایت کی تھی ۔ ایک روز سیدنا سعید اُن لوگوں کے انتظام کی دیکھ بھال کے لئے اس احاطہ میں داخل ہوئے جہاں ان نو مسلم مجوسیوں کے قیام کا انتظام کیا گیا تھا کہ وہ سب اُٹھ کر آپ سے لپٹ گئے اور آپ کو شہید کر دیا اور جب معاملہ عدالت تک پہنچا تو وہ خود بھی خودکشی کر کے جہنم رسید ہو گئے ۔

کہ اور نے سیدنا سعیدؓ کی شہادت پر ایک پُر درد مرثیہ لکھا جس کے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

یا عین جودی بدمع منک	اے میری آنکھ تُو خوب آنسو بہالے (اور)
وابکی سعید بن عثمان بن عفانا	سعید بن عثمان بن عفان کا خوب مرثیہ کہہ لے
ان ابن زینۃ لم تصدق مودتہ	ابن زینت کی مودت میں صداقت نہیں ہے
نفر عنہ ابن ارطاط بن سیحان	ابن ارطاط بن سیحان ایسے شخص سے نفرت کا اظہار کرتا ہے۔

ایک اور شاعر یزید بن مفرع کہتا ہے۔

ان تنزکی مدیٰ سعید بن عثمان	تجھے چاہیئے سعید بن عثمان کی خوبیاں
ناصری وعد یبد ی	بیان کر کیونکہ وہ میرا مددگار اور میرا ساتھی ہے۔
واتباعی اخا الرضاعۃ واللو	وہ میرا رضاعی بھائی ہے ملامت نقص
م نقص وفوت شاد لعبید	ہے نفرت کا بیج ہے۔
قلت واللیل مطبق لعراۃ	میں نے واضح کر دیا ہے کہ رات ننگوں کا
لیتنی مت قبل سعید	لباس ہے کاشکہ میں سعید (کے مرنے) سے پہلے مرجاتا۔

۷۔ سیدنا ولید بن سیدنا عثمان غنیؓ:۔ آپ کی ایک روایت طحاوی میں ہے۔ آغانی الحرب میں ابن سیحان کے چند شعر آپ کی مدح میں ہیں۔

بابی الولید وام نفسی کلما	ابو الولید پا میری جان ایسی ہے کہ
بدت النجوم واذا قرن الشارق	جب بھی ستارے نمودار ہوتے ہیں
قد اتیناہ آتینا ماجد الا	ہم جب کبھی اس کے پاس آئے تو اسے بااخلاق
خلاق نسبا قالقوم سابق	پایا اور سابق المیدان پایا۔
قال الولید یدی بکم دھن بما	ولید نے جواب دیا میرے ہاتھ تمہارے پاس رہن ہیں
حاولتموا من صامت اوناطق	ہیں جب بھی تمہیں سونا یا دیگر سامان کی ضرورت ہے۔

لہ ار بشکریہ السید عبدالرشید طیف مکتبہ علوم اسلامی سمن آباد جھنگ صدر

چونکہ زیر نظر کتاب کا اصل موضوع سیدنا عبداللہ بن سیدہ رقیۃ الزہراء ہے اس لئے سیدنا ذو النورینؓ کی باقی اولاد میں صرف سیدہ عائشہ بنت سیدنا ذو النورینؓ کے سرسری سے تذکرہ کے بعد اس تفصیل کو کسی دوسرے وقت پر اٹھا رکھتا ہوں۔ سیدہ عائشہ بنت سیدنا ذو النورینؓ کا نکاح سیدنا حسنؓ بن سیدنا علیؓ سے ہوا صاحب اولاد تھیں بڑے لڑکے کا نام حضور صادق و مصدوقؐ کے حقیقی خلیفہ بلا فصل سیدنا ابوبکرؓ کے نام پر اور دوسرے بیٹے کا نام امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ کے نام پر عمر رکھا گیا۔ کس قدر ذلیل، بدکردار، بدقماش، بے حیا، بے شرم گستاخ، شقی اور بدبخت ہیں انسانی لباس میں وہ درندے جو آج سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا عمرؓ کی شان میں دشنام طرازی سے نہیں ڈرتے اس فعل کے ارتکاب سے وہ لوگ بالواسطہ سیدنا علیؓ اور سیدنا حسنؓ کے حضور میں گستاخی کے مرتکب ہیں سیدنا علیؓ کے تین بیٹوں کے نام خلفائے ثلاثہ کے ناموں پر تبرکاً رکھے گئے [1]

عبرت ناک حقیقت

سیدنا علیؓ کی اولاد ذکور و اناث جو مختلف ازواج سے تھی ۳۵ کے قریب ہے جن میں سے تقریباً نصف لڑکے اور نصف کے قریب لڑکیاں تھیں۔ مگر ہمارے سامنے صرف ان کے نام ہیں جو سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے تھے حالانکہ محمد بن علیؓ اس سازش کے تحت کہ حضرات

---

[1] ایک دفعہ ایک مجلس میں اسی بات کا ذکر ہو رہا تھا کہ سیدنا علیؓ نے اصحاب ثلاثہؓ کے ناموں پر اپنی اولاد کے نام رکھے اگر اصحاب ثلاثہؓ آنجناب کی نظروں میں اس قدر ناپسندیدہ تھے تو آپ نے اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے۔ ایک حواس باختہ قسم کا پنج تنی بول اٹھا کہ اس طرح حضرت امیر اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے انہیں دیکھتے رہتے اور تبرا کرتے رہتے تھے۔

پنج تنی کی یہ عجیب منطق نیز جاہلانہ بلکہ مجنونانہ بکواس سنکر مجلس میں موجود ایک واجبی سا تعلیم یافتہ آدمی بول اٹھا۔ تو تمہیں چاہیئے کہ اپنی اولاد کا نام یزید رکھو تاکہ تمہیں بھی خرافات بکنے میں آسانی رہے۔

حسنینؓ کو ابناء فاطمہؓ کہہ کر ان کے اسمائے مبارکہ کو آڑ کے طور پر استعمال کر کے اسلام میں تخریب کاری کی راہ ہموار کی جاسکے بعد میں محمد بن حنفیہ بنا دیا سیدنا محمدؒ علم و فضل، شجاعت و شہامت اور تقویٰ و تدین میں سب بھائیوں سے سر برآوردہ تھے اور ایسا کرنے والوں کے پیش نظر یہ تھا کہ سیدنا علیؓ میں بقول ان کے ذاتی طور پر کوئی فضیلت نہ تھی جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بھی بیان ہو چکا ہے۔ اگر آنجناب کسی ذاتی فضیلت کے حامل تسلیم کئے جاتے تو آپکی تمام اولاد کو ایک جیسا سمجھا جاتا۔ گویا حضرات حسنینؓ کو اگر کوئی فضیلت حاصل تھی تو صرف اس لئے تھی کہ وہ سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے تھے مگر یہی صورت دوسرے مقام پر بالکل اُلٹ ہو کر رہ گئی۔ یعنی حضور صادق و مصدوق ؐ کی دوسری بنات کی اولاد کا کہیں تذکرہ نہیں سیدنا علیؓ بن سیدہ زینبؓ جو فتح مکہ کے روز اپنے نانا کے ردیف تھے اور کعبہ کی دیواروں سے تصویریں آپ کے ہاتھ سے مٹوائی گئیں اور کعبہ کی دیواروں سے بت آپ کے ہاتھوں سے گروائے گئے اور تڑوائے گئے نیز سیدہ امامہؓ بنت سیدہ زینبؓ جنہیں بارہا اس بات کا شرف حاصل ہوا کہ حضور صادق و مصدوق اپنی اس محبوب نواسی کو نماز کے وقت اپنے کندھوں پر سوار فرما لیتے ہیں اور سجدہ کے وقت دوشہائے مبارک سے اتار کر زمین پر بٹھا دیتے ہیں اور سیدہ فاطمہؓ کی وفات کے بعد سیدنا علیؓ کے حبالہ عقد میں آئیں ان کا بھی تاریخوں میں اگر کہیں ذکر ہے تو محض سرسری سے انداز میں۔

سیدہ زینب بنت رسول اللہؐ جب مکہ سے اپنے بیٹے سیدنا علیؓ اور اپنی بیٹی سیدہ امامہ کو ہمراہ لے کر اڑھائی سو میل کا سفر طے کر کے مدینہ پہنچیں تو شدائد سفر سے نڈھال تھیں حضور خاتم المعصومینؐ نے جب اپنی پیاری بیٹی کو اس حال میں دیکھا تو بے اختیار زبان مبارک پر ھی افضل بناتی کے کلمات جاری ہو گئے۔ میں اپنی متعدد تالیفات میں اس روایت کو دوہرا چکا ہوں کہ عروہ مسجد نبوی میں ھی افضل بناتی کی تشریح فرمارہے تھے کہ سیدنا حسینؓ کا بیٹا علی جو زین العابدینؒ کے نام سے مشہور ہے گھوڑے پر سوار ہو کر معہ اپنے حواریوں کے مسجد نبوی میں پہنچکر عروہ پر یہ کہتے ہوئے حملہ آور کہ تم میری جدہ سیدہ فاطمہؓ

کا ذکر نہیں کرتے۔ تو عروہ نے بڑی مشکل سے جان بچائی۔ یہ سب کچھ عین روضہ رسول اللہ کے سایہ اور مسجد نبوی میں ہوا۔ ان حالات میں سیدنا عبداللہ بن سیدہ رقیۃ الزہرا کا دنیا میں زندہ رہنا اور صاحب اولاد ہو کر مرنا کیسے گوارہ کیا جا سکتا تھا۔ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی آدمی کے لئے وجۂ فضیلت اس بات کو مان لیا جائے کہ اس کی ماں ایک عالی مرتبت خاتون تھیں تو یہ صریحاً قرآنی حقائق سے انحراف ہے قرآن کہتا ہے اُدعوھم لاباۂھم ان کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو۔ مگر یہاں بالکل اُلٹی گنگا بہائی جا رہی ہے یہ تصور سراسر آریائی ہے۔ ملکہ برطانیہ کا شوہر جرمنی سے آتا ہے اور وہ تخت برطانیہ کا وارث پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ اسلامی قانون کی رو سے اس کی اولاد جرمن ہے یہ قانون فطرت کے تقاضوں کے خلاف ہے البتہ جانوروں کے متعلق ہمارے ہاں قدیم زمانہ سے یوں کہا جاتا ہے کہ یہ بچھڑا بہترین گھوڑی سے پیدا ہوا۔ یہ بکرا بہترین بکری کا بچہ ہے۔ سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کو فاطمی تو کہا گیا مگر یہ صورت سیدہ زینبؓ اور سیدہ رقیہؓ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے لئے یکسر بدل گئی۔ ان کے بطنوں سے پیدا ہونے والی اولاد علی بن ابی العاص، امامہ بنت ابی العاص اور عبداللہ بن عثمان کی صورت میں بھی قبول نہ کی گئی۔ اور جنہوں نے بامر مجبوری انہیں قبول کیا انہوں نے بھی ان کو اس مقام کے عشر عشیر کا حامل بھی نہ جانا جو حضرات حسنینؓ کو تفویض کیا گیا۔ اس حقیقت سے فرار صرف حضرات حسنینؓ کے لئے کیوں روا رکھا گیا۔ ہم چند لمحات کے لئے تسلیم کر لیتے ہیں حالانکہ اس بات کے تسلیم کرنے کا قطعاً کوئی جواز نہیں کہ سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد بوجوہ اس بات کی مستحق تھی کہ ان کے فضائل بیان کئے جاتے مگر سیدہ فاطمہؓ کی بیٹی سیدہ زینب کی اولاد سے کیا جرم سرزد ہوا اور سیدہ سکینہ بنت حسینؓ کی اولاد نے کیا گناہ کیا۔

اسی طرح ہم یہ دریافت کرنے کا حق بھی رکھتے ہیں کہ سیدہ فاطمہؓ کی جو پوتیاں، نواسیاں پر پوتیاں وغیرہ جن کا ذکر دوسرے مقام پر ہو چکا ہے کہ وہ فلاں فلاں اموی شہزادوں

کے نکاح میں تھیں ان سے کیا قصور سرزد ہوا کہ ان کے بطون سے پیدا ہونے والی اولاد کا کہیں ذکر تک نہیں ۔ سیدنا علیؓ کی غیر فاطمی اولاد کو اس لئے پس منظر میں دھکیل دیا گیا کہ دیگر کئی ہاشمی اور اُموی شہزادے اور ان کی اولاد شجاعت، فیاضی اور علم وفضل میں ان سے بدرجہا بلند مقامات کے حامل تھے جیسا کہ سیدنا ذوالنورینؓ کے چند بیٹوں کے سرسری سے ذکر سے ہی معلوم ہو چکا ہے ۔

ایک اور عیّاری میرے محترم دوست نواب ملک شیر محمد اعوان آف کالا باغ نے اپنی تالیف تذکرۃ الاعوان میں اس بات پر نہایت محققانہ انداز میں بحث کی ہے کہ اعوان سیدنا محمد بن علیؓ المعروف محمد بن حنفیہ کی اولاد سے ہیں ۔

اپنی اس محققانہ تالیف میں لکھتے ہیں کہ کسی نورالدین مولوی کی تالیفات تاریخ زادالاعوان اور تاریخ باب الاعوان میں دیکھا کہ اعوان عباس بن علی کی اولاد سے ہیں تو سخت اچنبھا ہوا میں نے چاہا کہ مولوی صاحب کے ماخذات خلاصۃ الانساب، میزان قطبی اور میزان ہاشمی کی طرف رجوع کیا جائے مگر پاک وہند کی کسی لائبریری میں یہ کتب نہ مل سکیں (یہاں ملک صاحب نے دو صفحات پر مختلف لائبریریوں اور فہرستوں کے نام لکھے ہیں) آخر پیر غلام دستگیر نامی کے ذریعہ یہ عقیدہ حل ہوا۔ نامی مرحوم نے فرمایا کہ میں نے ان تاریخوں کے ماخذ کے متعلق مصنف سے خود دریافت کیا تو اس نے زور سے قہقہہ لگایا اور کہا ؎

اے کہ ایں سہ کتب بہ جہاں مے طلبی
آں قدر باش کہ عنقا زسفر باز آید

یہ شعر پڑھ کر نورالدین نے کہا ہم مزدور لوگ ہیں مالک مکان نے جو نقشہ تجویز کر دیا ہم نے اس نقشہ کے مطابق مکان تعمیر کر دیا جن صاحب نے ہم سے یہ تاریخیں لکھوائی ہیں اُنہیں عباس بن علیؓ سے بے پناہ عقیدت تھی ہم نے ان کی خواہش پوری کرنے کے لئے اعوان قوم کا شجرۂ نسب حضرت محمد بن حنفیہ کی بجائے عباس بن علی سے ملا دیا (روایت بالمعنیٰ)
اندازہ لگایئے اور غور فرمایئے کہ برصغیر میں بسنے والے لاکھوں افراد پر مشتمل ایک مارشل خاندان کا شجرۂ نسب ملک کے ایک مولوی نے کسی دولت مند سبائی کے ایماء پر کیا سے کیا بنا دیا اور یہ

سب کچھ ماضی قریب میں ہوا اور ایسی قوم کے متعلق کیا گیا جو صرف مجاہدانہ سپرٹ کی حامل ہی نہیں بلکہ حفظ قرآن میں اس قوم کا مقابلہ پورے برِاعظم میں کوئی قوم نہیں کر سکتی علم و فضل کی دنیا میں اس قوم میں ایسے ایسے نابغہ عصر گذرے ہیں اور آج بھی موجود ہیں جن کی مثال ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے، دنیوی وجاہت میں اس وقت پاکستان بھر ان کی ٹکر کے چند لوگ ہی ہوں گے مگر ایک معمولی سے مولوی نے ان کے پورے خاندان کو چند ٹکوں کے عوض رگید ڈالا اگر مؤلف تذکرۃ الاعوان اس طرف توجہ کر کے اس حقیقت کا انکشاف نہ کرتے تو چند سالوں بعد یہ لوگ اپنے جدِ اعلیٰ محمد بن حنفیہ کے نام کو ہی بھول جاتے اور اپنے آپ کو واقعہ کربلا کے مزعومہ "سقائے اہلبیت" کی اولاد سے سمجھنے لگتے۔
اس واقعہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قرن اوّل کے اس واقعہ کو جو عروہ کے درس حدیث میں بھی افضل بناتی کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے ملا کر دیکھئے تو آپ کو بھی شاید اس سب کچھ کا کچھ حصہ نظر آجائے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ اور آپکو بھی دکھانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اور کیا ہی بے خبر ہیں وہ ہستی جن کے روحانی اور جسمانی اب و جد کو چند خبیث طبع لوگ رگیدتے چلے جا رہے ہیں اور وہ خود بھی ان کی ہاں سے ہاں ملاتے جا رہے ہیں۔

چوتھا باب

تعارف آل رقیۃ الزہراؓ
تالیف سید محمد عبدالستار شاہ حسنی فاطمی ملتانی
تقاریظ

- سید سعید احمد کاظمی
- نواب مشتاق احمد گورمانی
- مولانا شبیر احمد عثمانی
- مولانا محمد انور شاہ کاشمیری
- علمائے ڈھابیل
- میر محمد علی مرحوم قانون گو اور خدا بخش مرحوم کے ترتیب دادہ حسبانی شجرہ جات

پیر سیّد عبدالستّار شاہ صاحبؒ

اللہ تعالٰے غربق رحمت کرے پیر سیّد محمد عبدالستار شاہ صاحبؒ کو ۱۹۷۶ء میں مرحوم نے اس ہیچمدان کو زیارت کی سعادت سے بہرہ مند فرمانے کے لئے باوجود دونوں ٹانگوں سے مفلوج ہونے کے ملتان سے جہلم کا سفر کیا مسجد میں اس حالت میں تشریف لائے کہ اپنے صاحبزادے سیّد غوث شاہ کے کندھے پر ایک ہاتھ تھا اور چھوٹے صاحبزادے کے کندھے پر دوسرا ہاتھ چند روز تشریف فرما رہے، میں اپنی زندگی میں جن چند ارباب علم و فضل سے متاثر ہوا ہوں مرحوم ان میں بلند مقام کے حامل تھے آپ نے اپنی متعدد تالیفات سے نوازا جن میں آل رقیۃ الزہراؓ خاص خصوصیت کی حامل ہے مرحوم جب تک زندہ رہے اس بات کی خواہش کرتے رہے کہ سیدہ رقیۃ الزہراؓ اور ان کی اولاد کے حالات کو تاریخی طور پر ملک وقوم کے سامنے پیش کیا جائے۔ مگر افسوس کہ میں ان کی زندگی میں اپنی دیگر تالیفی مصروفیات کی وجہ سے مرحوم کی خواہش پوری نہ کر سکا۔ شاید اب بھی اپنے آپ کو اس عظیم کام کا اہل نہ سمجھتے ہوئے اس پُرخار وادی میں قدم نہ رکھتا، مگر عزیز مکرم علامہ السیّد طاہر مکی زاد علمہٗ وعمرہٗ کے تقاضوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

میں اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے ایک گونہ فرحت محسوس کرتا ہوں کہ رقوی سادات کے ابتدائی حالات اور ان کے شجرات کے ضمن میں، میں نے مولانا پیر سید محمد عبدالستار شاہ صاحب حسنی فاطمی ملتانی کی تالیفات اور خصوصاً ان کی مایۂ ناز تالیف آل رقیۃ الزہراؓ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات کے علاوہ اگر عزیز مکرم علامہ السیّد طاہر مکی کا قلمی تعاون حاصل نہ ہوتا تو میں اس قدر جلدی یہ صحیفہ قارئین کی خدمت میں پیش نہ کر سکتا۔ اللہ تعالٰے شاہ صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور نوجوان عزیز مکرم کو زیادہ سے زیادہ دینی خدمت کی سعادت سے بہرہ اندوز کرے آمین

السید المکرم حکیم مولانا عبدالعزیز سعیدی آف منکیرہ نے جس تندہی، لگن اور عشق و محبت سے مختلف کتب کے حوالجات سے تعاون فرمایا وہ میرے تشکر و امتنان سے ماورے ہے نیز پروفیسر محمد اسلم صاحب اور مولانا عبدالرشید حنیف خاص شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنے چند مفید مشوروں سے حوصلہ افزائی فرمائی۔

تعارف :۔ آل رقیۃ الزہراؓ تالیف سید عبدالستار شاہ صاحب ملتانی : کا عربی نام

الشجرۃ الجسمانیہ سیدنا عثمانؓ بن عفان رضی اللہ عنہ ہے

آل رقیۃ الزہراء کا سن طباعت ۲۸ ذی الحج ۱۳۲۸ھ اس کے صفحہ ۲ پر علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی کی تقریظ بدیں الفاظ موجود ہے۔

نحمد اللہ العلی العظیم و نصلی و نسلم علی رسولہ محمد الرؤف الرحیم وعلی آلہ وصحبہ وولاۃ امرہ الی یوم الدین و بعد فقد طالعت رسالتی السلاسل الروحانیۃ والشجرۃ الجسمانیۃ لسیدنا امیر المؤمنین عثمان بن عفان ثالث خلفاء الراشدین المہدیین رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین من تالیف الفاضل الجلیل مولانا الشیخ السید محمد عبدالستار شاہ مؤلف دواوین الخلفاء العظام رضی اللہ تعالی عنہم الذی ھو مقیم علی الحصن القدیم بمدینۃ ملتان وھو صاحب الاحزان والاشواق فیما نراہ واظن انہ تحمل فی تالیفھا المحنۃ الشاقۃ واحسن الترتیب بحسن الاعتقاد وارجو من بعد الکریم ان ینفع بھما الخواص والعوام من اخواننا المسلمین ویتقبلھما بقبول حسن بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

الفقیر السید احمد سعید الکاظمی لہ دھوی

اسی صفحہ پر نواب مشتاق احمد گورمانی کی تقریظ بدیں الفاظ موجود ہے۔ اس مقام پر نواب صاحب کے نام کے ساتھ گورنر پنجاب کے الفاظ مرقوم ہیں۔

" سید عبدالستار شاہ صاحب نے جو کام اپنے ذمہ لیا ہے نہایت مفید ہے

اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے اختلافات مٹانے کا موجب ہو سکتا ہے اور غلط عقیدے یا ضعیف روائیتیں مشہور ہو چکی ہیں ان کی صحت کا موجب ہوگا اللہ تعالیٰ سید عبدالستار شاہ کو توفیق بخشے کہ وہ اس نیک کام کو بخیر و خوبی جلد مکمل کر سکیں آمین۔"

خاکسار خلائق مشتاق احمد گورمانی عفی عنہ،

صفحہ ۹۴ پر یہ عبارت مرقوم ہے:۔

"حضرت استاذ امام الوقت علامہ شبیر احمد عثمانی مدظلہ، نے دو قسم کے شجرات ایک منظوم اور دوسرا غیر منظوم خاندانی اولاد حضرت ذوالنورین عثمان غنی علیہ التحیۃ والرضوان عطا فرمائے تھے۔ اور ساتھ ہی حکم فرمایا کہ جس قدر زیادہ تعداد میں چھاپ دیا جائے تو اچھا ہوگا۔ کیونکہ سرحد کے حضرات نے تھوڑی مقدار میں چھاپے تھے۔ بہتر ہوگا اگر ہو سکے تو ایک مقدمہ اوّل میں لگا دیا جائے تاکہ اس قسم کے واقعات پر روشنی پڑ جائے اور عام فہم ہو جائے۔"

جائزہ :۔ ان سطور سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شبیر احمد عثمانی نے خود شجرے عنایت فرمائے اور آل رقیہ الزہرا رضی اللہ عنہا ان کی زندگی میں طبع ہو چکی تھی۔

اسی صفحہ پر یہ عبارت بھی مرقوم ہے:۔

"سیدی و سندی حضرت استاذ کاشمیری محمد انور شاہ صاحب کی خدمت میں فقیر نے یہ ہر دو شجرات منظوم و غیر منظوم پیش کئے اور عرض کیا کہ سرحدی کاشمیری بعض حضرات نے یہ دونوں قسم کے شجرات شائع کئے ہیں آپ نے ملاحظہ فرمائے اور بے حد خوش ہوئے اشاعت کو بے حد پسند فرمایا اور مزید برآں فرمایا کہ جس قدر جلد ہو سکے ان کو طبع کرایا جائے اس لئے فقیر نے ہر دو شجرات منظوم و غیر منظوم بعینہٖ چھاپ دیئے تاکہ مکمل فائدہ ہو۔ فقیر دربار کاشمیری میں دوبارہ موقع پاکر حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ ان شجرات سے کتب موجودہ کچھ مخالف ہیں تو جواباً فرمایا کہ کیا کتب تاریخ، کتب سیرۃ کتب فقہ کتب حدیث بلکہ کتب تفسیر میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ بلکہ ضرور ہوا ..... منکر اور مخالف نے مخالفت ضرور کرنی ہے

صفحہ ۵۰ پر ڈھابیل کے علماء سے تبادلہ خیالات کا ذکر ہے جنہوں نے شاہ صاحب کے اس کارنامے کو سراہا ہے۔

صفحہ ۵۱ و ۵۲ پر میر محمد علی قانون گو ضلع مظفر آباد کی تائیدی سطور کے ساتھ ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۴۸ھ لکھا ہے اور۔

صفحہ ۵۹ پر خدا بخش نقشہ نویس نارتھ ویسٹرن ریلوے راولپنڈی کی تائیدی سطور کے ساتھ بھی ۲۸ ذوالحجہ ۱۳۴۶ھ لکھا ہوا ہے اور پریس کا نام شانتی سٹیم پریس راولپنڈی درج ہے۔

اس کا واضح ترین مطلب ہے کہ آلِ رقیۃ الزہراؓ کے متعلق فاضل مؤلف نے مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم اور مولانا محمد انور کاشمیری مرحوم کی طرف سے جو تائیدی سطور ص۴۷ پر لکھی ہیں وہ یقیناً ہر دو مرحوم بزرگ کی نظر سے گذر چکی تھیں۔

یہ کوئی معمولی سی بات نہیں کہ کسی کی زندگی میں اس کی طرف کوئی غلط بات منسوب کی جائے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرحومین اس منظوم شجرہ کی صحت کے قائل اور مؤید تھے نیز ڈھابیل کے علماء کی بھی فاضل مؤلف کو تائید حاصل تھی۔

ان شواہد کی موجودگی میں کتاب مذکور میں مرقوم نسب نامے ہر قسم کے شبہات سے پاک ہیں۔

راقم الحروف نے اس سلسلہ میں تین بار مظفر آباد اور ایک بار ملتان کا سفر کیا۔ اور رقوی سادات سے آل رقیۃ الزہراؓ میں شامل شجرہ جات کے متعلق گفتگو ہوئی۔ متعدد اصحاب کے پاس دستی لکھے ہوئے شجرہ جات سے مطبوعہ شجرہ جات کا مقابلہ کرنے پر انہیں صحیح پایا۔

اور جب ٹری ہنگھم نے سپنسر کی تالیف "دی ایتھر پیا ہیں اسلام"

نظروں سے گذری تو سیدنا عبداللہؓ بن سیدہ رقیہؓ کی بچپن میں مرغ کی ٹھونگ کی تمام روایات ریح من الریاح ہو کر رہ گئیں۔

پانچواں باب

سیدنا عبداللہؓ بن سیدہ رقیہؓ کا
مرغ کی ٹھونگ سے مرنا محض ایک افسانہ ہے

۰- ۲۴۱ ہجری تک کی تالیفات میں اس افسانہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا سب سے پہلے امام بخاریؒ نے سیدنا عبداللہ بن سیدہ رقیہؓ کی موت کا ذکر ابن شہاب زہری کی روایت سے تاریخ صغیر میں کیا ہے مگر مرغ کا ذکر نہیں امام بخاریؒ کا سنِ وفات ۲۵۶ھ ہے اور ابن شہاب زہری کا سنِ وفات ۱۲۴ھ یہ روایت منقطع ہے

سب سے پہلے ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۸۶ ہجری مرغ کا افسانہ المعارف میں لائے ہیں مگر بغیر کسی سند کے اور اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا

۰- ابن شہاب زہری کا تعارف (حاشیہ)

۰- نومسلم مجوس و یہود پر ایک نظر۔

سیّدنا عثمان ذوالنورینؓ

کا
عبداللہ نامی کوئی بیٹا مرغ کی ٹھونگ سے ہلاک نہیں ہوا

عبداللہ الاکبر سیدہ رقیۃ الزہراؓ کے بطن سے تھے نہ کہ فاختہ بنت غزوان کے بطن سے چونکہ فاختہ سے حضرت عثمانؓ نے سیدہ رقیہؓ کی وفات کے بہت بعد بلکہ سیدہ اُم کلثومؓ کی وفات کے بعد نکاح کیا تھا، سیدہ فاختہ کے بطن سے جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بھی عبداللہ تھا جس وقت سیدہ فاختہ کے بطن سے عبداللہ پیدا ہوا اس وقت سیدہ رقیۃ الزہرا کے بیٹے عبداللہ کی عمر دس گیارہ سال سے زیادہ تھی اس لیے فاختہ کے بیٹے عبدالاصغر کہلانے چاہئیں ملاحظہ ہو عیاری، مکاری، ہشیاری اور پرکاری چونکہ دنیا میں صرف سیدہ فاطمہؓ کی اولاد کو صحابہ کرامؓ سے بلند کر کے دکھانا مطلوب تھا خطبات میں ان کے نام درج کرنے مطلوب تھے انہیں جنتیوں کا سردار بنا کر دکھانا مطلوب تھا انہیں سید الشہدین کا مقام تفویض کرنا تھا۔ انہیں پنجتن پاک، دوازدہ امام اور چہاردہ معصوم کے مزعومہ اور من گھڑت اصطلاحوں میں شامل کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرنا تھا۔ اس لیے حضرت رقیہؓ کے صاحبزادے کو باوجود بڑا ہونے کے عبداللہ الاکبر کہنے کے بجائے عبداللہ الاصغر کہہ کر ہدف منقارِ مرغ بنا کر اس دنیا سے چلتا کیا۔ میں تو اس بات کو سرے سے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کے عبداللہ نامی کسی بیٹے کی آنکھ میں کسی مرغ نے تاک کر ٹھونگ ماری تھا اور وہ داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اور اگر بفرضِ محال از آدم تا ایں دم ایک منفرد واقعہ ہونا ہی تھا اور اس کا نام لوحِ محفوظ پر عبداللہ ہی لکھا ہوا تھا تو وہ سیدہ فاختہ کے بطن سے پیدا ہونے والا عبداللہ تھا۔ نہ کہ سیدہ رقیہ بنت رسول اللہؐ کے بطن سے پیدا ہونے والا

عبداللہ میں بدلائل و شواہد اور بشفا عبر و تحقیقات ثابت کر چکا ہوں کہ سیدہ رقیۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی زوجہ اول تھیں ان کے بطن سے پیدا ہونے والا عبداللہ اکبر تھا اُسے اسی سوچی سمجھی خیانت باطنی سے عبداللہ اصغر بنا دیا اور اس سے دس بارہ سال بعد میں پیدا ہونے والے عبداللہ کو عبداللہ اکبر بنا دیا۔ اور بعد کے مورخین مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے۔

عبداللہ بن سیدہ رقیۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پر تحقیقی نظر ڈالنے سے پہلے چند باتوں پر غور کرنا ضروری ہے:

۱۔ کیا سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک دنیا میں کہیں ایسا ہوا ہے کہ بارہ تیرہ سال کی عمر کے کسی نوخیز نوجوان کی آنکھ میں کسی مرغ نے ٹھونگ ماری ہو اور وہ اس ٹھونگ کے صدمہ سے ہلاک ہو گیا ہو۔ جواب یقیناً نفی میں ہے تو پھر صرف سیدہ رقیۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہونے والے عبداللہ کے لئے وہ رستم داستفند یارثانی مرغ کہاں سے آ گیا۔

۲۔ آئندہ سطور میں بالوضاحت اس امر پر بحث کی جائے گی کہ عبداللہ بن سیدہ رقیۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہجرت حبشہ کے زمانہ میں ہوئی۔ اور ۴ ہجری میں وہ دس گیارہ سال کے تھے جن لوگوں کو انہیں مرغ کی ٹھونگ سے ہلاک کرانے کا افسانہ تراشنا پڑا وہ بری طرح آپ کی عمر کے معاملہ میں ٹھوکر کھا گئے جس سے ان کا کذب کسی نہ کسی وقت ظاہر ہونا ضروری تھا۔

۳۔ حضور خاتم المعصومین اور خلفائے راشدہ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہوئے نظر آتا ہے کہ سات سات آٹھ آٹھ سال کی عمر کے نوخیز لڑکے ہاتھوں میں تلواریں علم کئے میدانِ جنگ میں شامل ہونے کے لئے ایڑیاں اُٹھا اُٹھا کر اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں۔ مگر یہاں ان سے ڈیوڑھی عمر کا ایک لڑکا جو ہر قسم کی گھریلو آسائشوں کی وجہ سے لا محالہ عام لڑکوں سے قدآور، جسیم اور طاقتور ہوگا مرغ کے سامنے آرام سے بیٹھ گیا۔ کہ وہ آئے اور عین تاک کر اس کی آنکھ کو اپنی ٹھونگ کا نشانہ بنائے

جو اس کی ہلاکت کا موجب بن جائے۔

تیسری صدی کے وسط تک کسی مورخ، محدث یا صاحب مغازی نے سیدنا عبداللہؓ بن سیدہ رقیہؓ کی وفات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ درج ذیل فہرست ملاحظہ ہو۔

۱۔ امام مالک ۹۳ تا ۱۷۹ ہجری (۲) سفیان بن عیینہ ۱۰۷ تا ۱۹۸ھ

۳۔ شریک بن شہاب المتوفی ۱۴۰ھ (۴) ربیعہ المتوفی ۱۳۶ھ

۵۔ ابو عوانہ المتوفی ۱۷۶ھ (۶) ابن المبارک ۱۰۸ تا ۱۸۱ھ

۷۔ الاوزاعی ۸۸ تا ۱۵۷ھ (۸) لیث بن سعد ۹۱ تا ۱۵۷ھ

۹۔ حماد بن زید المتوفی ۱۹۹ھ (۱۰) حماد بن مسلمہ المتوفی ۱۹۹ھ

۱۱۔ شعبہ المتوفی ۱۶۰ھ (۱۲) شافعی ۱۵۰ تا ۲۰۴ھ

۱۳۔ ولید بن مسلم ۱۱۹ تا ۱۹۵ھ (۱۴) محمد بن حسن شیبانی ۱۳۲ تا ۱۸۹ھ

۱۵۔ احمد بن حنبل ۱۶۴ تا ۲۴۱ھ

سب سے پہلے سیدنا عبداللہ بن سیدہ رقیہؓ کی وفات کا ذکر امام بخاری المتوفی ۲۵۶ ہجری نے اپنی تالیف تاریخ صغیر میں کیا۔ مگر آپ نے مرغ کے افسانہ کی ٹھونگ سے اپنی تالیف کو داغدار نہیں ہونے دیا۔

زیر نظر تالیف کے اس باب میں بالکل غیر جانبدارانہ مگر محققانہ انداز میں ان اصحاب کی تالیفات میں سے مرغ کے افسانہ کی تخلیق کا جائزہ لیا جا رہا ہے جن مرغ کی ٹھونگ سے غیر محسوس یا غیر شعوری طور پر نقل راجح عقل کے مصداق سیدنا عبداللہؓ بن سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک عدم روانہ کرنے کی سبائی سازش کی وکالت میں اپنی تالیفات کو داغدار کیا۔

سبائیت سے مرعوب، تقلیدی ذہن کے حامل شخصیت پرستی کے کابوس کے مریض "بزعم خویش علماء" کے بس کا روگ نہیں کہ وہ بصیرت، تعقل، تدبر، تفکر یا خرد و شعور سے کام لے کر حقائق کو سمجھنے کی کوشش کرتے۔ یہاں تخاطب صرف ان ارباب علم و فن اور صاحبان بصیرت سے ہے جو اپنے اندر غیر جانبدارانہ انداز کا شعور اور فہم رکھتے ہیں۔

آئندہ صفحات کے مطالعہ کے دوران انہیں صاف نظر آئے گا کہ سیدنا عبداللہ بن سیدہ رقیہ الزہرا کی مرغ کی ٹھونگ سے ہلاکت کا افسانہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت کہیں تیسری صدی ہجری میں تراشا گیا اور وقتاً فوقتاً اس کے برگ و بار تیار کیئے جاتے رہے اور آخر اس سازش کے خالقین اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر رہے ہے۔

اس وقت ایشیا اور افریقہ کے دو براعظموں میں رقوی سادات لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ برصغیر کے اضلاع ہزارہ مظفر آباد اور بارہ مولا میں ان کی بے حساب آبادی ہے مگر یہ لوگ اس سازش سے قطعاً بے خبر ہیں کہ ہمارے بڑے ابا یعنی سیدنا عبداللہ کو کسی مرغ کی فرضی ٹھونگ سے ہلاک کرا دیا گیا تھا اور چونکہ یہ لوگ پدرم سلطان بود کے محاورے کے مطابق زندگی گذارنے کے قائل نہیں بلکہ بزور بازو اپنی دنیا پیدا کرنے کے قائل ہیں اس لئے انہوں نے کبھی اس طرف توجہ ہی نہیں کی اور اسی سازش کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں جس کی مثال گذشتہ صفحات میں تذکرۃ الاعوان کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

براعظم افریقہ کے ملک ایتھوپیا میں رقوی سادات جبرتی کے نام سے مشہور ہیں جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوگا۔ وہاں کے دوسرے قبائل اس قبیلہ کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ دوسرے مسلمان قبیلوں کی نسبت زیادہ باوقار انداز میں زندگی گذارتے ہیں اور دوسرے مسلمان قبائل کی نسبت زیادہ فارغ البال، مہذب اور دیندار ہیں۔

رقوی سادات شروع ہی سے اپنے مجاہدانہ، جوانمردانہ، فیاضانہ، اولوالعزمانہ اور جرأتمندانہ عادات و خصائل اور کارروائیوں کی وجہ سے کہیں ملک کے حکمران بن گئے کہیں سالار لشکر یا اسلامی صوبوں کے عامل بن گئے۔ مگر حضور نبی اکرم کی تیسری بیٹی سیدہ فاطمہؓ کی اولاد یعنی فاطمی سادات سوائے سیدنا حسنؓ کے اپنی افتاد طبع کے سبب حصول حکومت کے لئے خلافتِ موقتہ کے خلاف وقتاً فوقتاً خروج کرتے رہے۔

یہ خبط ان کے ذہنوں میں سیدنا علیؓ کی نام نہاد، ناکام خلافت کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ عجمی، مجوسی، نو مسلموں کے لباس میں ان کے فضائل میں روایات کے انبار در

انبار تیار کرتے رہے اور سادہ لوح فاطمی سادات شعور کے فقدان اور ذہنی مفلسی کی وجہ سے ان کا شکار ہوتے چلے گئے۔

سیدنا علیؓ کے سترہ بیٹے تھے جن میں سے دو سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے تھے۔ یہ امر نہایت غور طلب ہے کہ غیر فاطمی پندرہ صاحبزادے خود بھی حکومت موقتہ کے وفادار رہے اور دوسروں کو بھی حکومت موقتہ کا وفادار رہنے کی ترغیب دلاتے رہے۔ یہاں تک کہ سیدنا محمد بن علیؓ جو محمد بن الحنفیہ کے نام سے مشہور ہیں سیدنا یزیدؒ کے مخصوص احباب میں سے تھے اور تمام زندگی ان کے مدح خوانوں میں رہے ان پندرہ کی اولاد میں سے کسی نے کسی مقام پر اپنے فاطمی بھائیوں کا کسی خروج میں ساتھ نہ دیا۔ حالانکہ خلفائے بنو امیہ اور بنو عباس کے دورِ خلافت میں ۶۵ فاطمیوں نے خروج کیا۔

ان ۶۵ فاطمیوں کے تمام خروج ناکام رہے اور ان کی ناکامیاں ان نومسلم تخریب کار مجوسیوں اور یہودیوں کے لیے سوہان روح بنتی رہیں جو انہیں آمادہ خروج کرتے رہے سیاسی طور پر ناکام رہنے کے ردعمل کے طور پر ان کے بظاہر ہوا خواہ جو بباطن اسلام کے بدخواہ تھے ان کے فضائل میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر روایات تراشتے رہے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ فاطمی سادات کے مقابلہ میں رقوی سادات بھی موجود ہیں تو انہوں نے نہایت چابکدستی سے عبداللہ بن سیدہ رقیہؓ کو ہی صفحہ ہستی سے نابود کرنے کی سازش تیار کی سب سے پہلے امام بخاریؒ ان کی اس سازش کا شکار ہوئے

امام بخاریؒ کے بعد ابن قتیبہ دینوریؒ متوفی ۲۸۶ھ ان کے بعد طبریؒ متوفی ۳۱۰ھ اس کے بعد ابن عبدالبرؒ اور ان کے بعد آٹھویں صدی ہجری کے حاطب اللیل دمیریؒ نے اس خرافاتی داستان کو دہرایا اور ماضی قریب میں کسی ابوالمحسن نے بھی اس افسانہ کو اپنی تالیف کی زینت بنایا۔

مگر امام نوویؒ، معین الدینؒ ندوی، مشہور مستشرق ٹری ٹرنگھم، ابن کثیرؒ، امام ابن تیمیہ اور معجم الشعراءؒ میں المرزبانی اور عبدالقادر خانؒ نے امام عبداللہ بن سیدہ رقیہؓ کی موت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ موخر الذکر پانچ نے انہیں صاحب اولاد قرار دیا ہے۔

[illegible]

آئندہ صفحات میں جب تفصیل آپ کی نظروں سے گذرے گی تو آپ دیکھیں گے کہ امام عبداللہؓ بن سیدہ رقیہؓ کو مرغ کی ٹھونگ سے ہلاک کرانے والوں کے مواقف ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہیں بلکہ انہوں نے اپنی تالیفات میں ایک مقام پر جو کچھ لکھا دوسرے مقام پر بالکل اس کے خلاف لکھا دروغ گو را حافظہ نباشد کی پھبتی شاید ایسے مواقع کے لئے ہی کسی دانشمند نے وضع کی تھی۔ امام بخاری نے عبداللہ بن رقیہؓ کی موت کی داستان تاریخ صغیر میں درج کرتے وقت مرغ کا افسانہ نہیں لکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ابن شہاب زہری[له] کی زبان سے عبداللہ

له:- ہمارے علمی ذخیرہ اور سرمایہ میں ابن شہاب زہری کے ذریعہ نہایت بدبودار مواد نے بڑی بڑی بزعم خویش لحیم وشحیم اور قدآور شخصیتوں کے قلوب کو متاثر اور اذہان کو متعفن کر رکھا ہے ہماری جہالت اور کور باطنی کم علمی اور ذہنی افلاس کی یہ حالت ہے کہ ایک علمی مجلس میں زہری کی تدلیس اور ارسال کا ذکر ہوا تو جواب ملا کہ اگر زہری ثقہ نہیں تھا تو امام بخاریؒ نے اس سے اپنی صحیح میں کیوں روایات لی ہیں۔ اسی قسم کی ایک اور علمی مجلس میں ایک کف آلود "مولانا" نے فرمایا اگر اپنے ذخیرہ احادیث سے زہری کو نکالدیا جائے تو ہمارے پاس باقی کچھ نہیں رہتا۔ ایک اسی قسم کی مجلس میں ایک دبنگ قسم کے ایک معروف معنوں میں عالمؒ ارشاد دے کر زہری کی ذات کو معرض بحث بنانے والے میرے نزدیک اسلام سے ہی خارج ہیں میں اس سے پہلے اپنی چند تالیفات خصوصاً صدیقہ کائنات میں زہری کے متعلق سرسری سا تعارف کرا چکا ہوں چند باتیں اس مقام پر دہرانی ضروری سمجھتا ہوں۔ انشاءاللہ بشرط زیست کسی فرصت کے وقت ابن شہاب زہری سے تفصیلی ملاقات ہوگی۔ آج جس طرح اہلسنت کے نزدیک ابن شہاب زہری امام فی الحدیث ہیں اسی طرح شیعوں کے نزدیک بھی وہ معتمد علیہ تھے۔ مگر جب شیعوں نے سیاسی طاقت حاصل ہونے کے بعد مذہبی بٹوارہ کی بنیاد رکھی اور بالکل الگ اپنے مذہب کی تدوین و تہذیب کا کام شروع کیا تو اپنے محدثین بھی الگ کر لئے مگر ایسا کرتے ہوئے انہیں جو مشکلات پیش آئیں ان کی ایک صورت وہی ہے جو حضرت جعفرؒ یعنی مزعومہ امام ششم کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ میں ہر بات کہنے کے وقت ستر پہلو سامنے رکھتا ہوں سا س بٹوارے کے وقت صحابہ کرامؓ میں سے تین چار انہوں نے اپنا لئے اور باقی تمام پر تبرا بازی کی مشین گنیں کھول دیں وہ کسی بات میں مسلمانوں سے اشتراک نہیں چاہتے تھے۔ صحابہ کرامؓ سے اظہار تبرا ان کے نظریات کے لئے

کی موت کا افسانہ درج تو کر دیا مگر چونکہ ابن شہاب زہری اور امام بخاری کے زمانہ میں مُرغ کا افسانہ ابھی گھڑا نہیں گیا تھا اس لئے وہ درج نہیں کیا گیا۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) مہلک نہ تھا مگر جن رواۃ احادیث سے وہ اپنی کتب کو مرتب کر چکے تھے ان سے پیچھا چھڑانا مشکل تھا اس مشکل گھاٹی کو عبور کرنے کے لئے انہوں نے بڑی چابکدستی سے کام لیا کہ اصل شخصیت کے نام یا ولدیت یا کُنیت میں ایسی تدلیس کی کہ ایک عام قاری ہی ان کی اس عیاری کا شکار نہ ہوا بلکہ اچھے خاصے علمی لوگ بھی رفض کے سیلاب میں بہہ گئے شیخ حلّی شیعوں کے مشہور علامہ ہوئے ہیں ان کی تالیف خلاصۃ الاقوال میں ابن شہاب کے لئے یہی صورت پیش کی گئی۔

محمد بن شہاب الزہری عن اصحاب علی بن حسین علیہما السلام عَدُوٌّ ہ یعنی ابن شہاب علی بن حسین کے اصحاب میں سے مگر عَدُوٌّ ہ کو عَدُوُّہٗ پڑھیئے تو مفہوم یہ سامنے آئے گا کہ وہ علی بن حسین کا دشمن تھا عربی کتب اعراب سے معرا ہوتی ہیں اب ضرورت کے وقت جس لفظ سے جو مطلب حاصل کرنا مطلوب ہو راستہ صاف ہے۔ علامہ حلّی کی طرح منتہی المقال کا مؤلف شیخ تفریسی اس قدر چالاک نہ تھا۔ اور نہ ہی وہ تقیّہ بازی کے فن کا ماہر تھا چنانچہ وہ کھلے لفظوں میں لکھتا ہے محمد بن شہاب الزہری ولادت ۵۱ وفات ۱۲۴ اس کے بعد اپنے ایک استاد الاساتذہ میں سے ایک شخص کی عبارت ان الفاظ میں نقل کرتا ہے واشرنا ھنالک الی کونہ من الشیعۃ یعنی ہم نے وہاں زہری کے شیعوں میں سے ہونے کی طرف ایک اشارہ کیا ہے مگر تفریسی میاں اس قدر لکھنے کے بعد گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ ہم نے وہیں پر اس کا انکار کر دیا کہ زہری ہرگز شیعہ نہ تھا اور اپنے دادا استاد کی   خلاف مصلحت راستگوئی سے گھبرا کر کہیں سُنی محدث زہری کے رفض پر آگاہ ہو کر اس سے بدگمان نہ ہو جائیں اور ہم نے اس شخص سے اہل سنت کی کتب میں رفض کی جو بھرتی کی ہے اس سے دستبردار نہ ہو جائیں ان سطور سے اس قدر تو واضح ہو گیا کہ ابن شہاب زہری نور اللہ شوستری کی قسم کے سُنی تھے۔ ہر سُنی کو تو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ابن شہاب تقیّہ کے سُنی تھے۔ بلکہ وہ اُنہیں خالص سُنی سمجھتے رہے اگرچہ صاحبانِ فن کی نظروں سے بھی ان کی شیعیّت پوشیدہ رہی اور وہ اُنہیں سُنی ہی سمجھتے رہے مگر یہ کہنے سے نہ رک سکے کہ ابن شہاب کی روایات کا تین چوتھائی سے زیادہ حصہ ارسال پر مبنی ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

امام بخاریؒ لکھتے ہیں:۔

ھوابو عمرو دیقال ابو عبد اللہ	سیدنا عثمانؓ ابو عمرو تھے اور انہیں ابو عبداللہ
الاموی القرشی قال الزھری کان لہ	الاموی القرشی کہتے ہیں۔ زہری نے کہا عثمان کا

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) چنانچہ ابن حجر اپنی تالیف تہذیب التہذیب ترجمہ زہری میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید جو مشہور محدث اور امام فن رجال ہیں کہتے ہیں مرسلات منزلۃ الریح یعنی زہری کی مرسلات بمنزلہ ریح ہیں جسے ہم بامحاورہ اردو میں گوز شتر کہہ سکتے ہیں" اور آپ کو یہ معلوم ہو چکا کہ زہری ارسال کے ایسے خوگر تھے کہ ان کی متصل حدیثوں پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی مرسل ہی ہوں الا ماشاء اللہ اسی طرح تذکرۃ الحفاظ میں بھی امام ذہبی لکھتے ہیں کہ ابو قدامہ سرخسی، یحییٰ بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ زہری کے مرسلات تمام مرسلات سے بدتر ہیں کیونکہ وہ حافظ حدیث تھے۔ ان کو اس کی قدرت تھی کہ ہر راوی کا نام بتا دیتے مگر جہاں اس کا نام لینا مناسب سمجھتے اس خیال سے کہ لوگ اس راوی کے رفض سے آگاہ ہیں یا وہ غیر معتبر ہے اور یہ روایت قابل تسلیم نہ ٹھہرے گی تو درمیان سے اس مجروح یا رافضی راوی کا نام ترک کر دیتے (جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

واقعہ افک کی تخلیق بھی انہی کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے نکاح کے وقت سیدہ صدیقہ کائنات رضی کی عمر ۶ سال کے خالق بھی یہی ہیں مگر ہمارے مولوی کہتے ہیں کہ اگر ابن شہاب کو اپنے ذخیرہ احادیث سے نکال دیں تو ہمارے پاس باقی کچھ نہیں رہے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ زہری کی متصل روایتوں پر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا وہ ارسال کے خوگر تھے محدثین جو ان کی روایات کو بیان کرتے ہیں وہ بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی جتنی احادیث ہیں ان میں بمشکل آدھی مسند ہیں۔

چنانچہ امام ذہبی مزید لکھتے ہیں قال ابوداؤد حدیثہ (زہری) الفان ومأتین النصف مسند (تذکرۃ الحفاظ الجزء الاول صفحہ ۱۰۹) ابوداؤد کہتا ہے کہ زہری کی بائیس صد احادیث میں سے نصف مسند ہیں مزید لکھتے ہیں اور باقی مرسل مگر حقیقت یہ ہے کہ شاید بیس صد ایسی ہوں جو متصل ہو سکتی ہیں (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ صفحہ ۱۰۹) (باقی اگلے صفحہ پر)

ابن من ابنۃ رسول اللہ یقال لہ	بیدہ رقیہؓ کے بطن سے ایک بیٹا تھا جس کا
عبد اللہ وکان ابن آخر یقال لہ	نام عبداللہ تھا۔ اور عمرو فضان مؤخر بیٹا تھا

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۱ پر ہے مرسل الزھری شر من مرسل غیرہ لانہ حافظ وکلما قدر ان سیمی سمی وانما یترک من لا یستجیز ان یسمیہ یعنی زہری کی مرسلات دوسرے تمام راویوں کی مرسلات سے زیادہ خطرناک ہیں۔

اسی طرح تہذیب التہذیب میں ہے کان یحیٰی بن سعید لا یریٰ ارسال الزھری وقتادہ شیئًا ویقول ھو بمنزلۃ الریح (جلد ۹ صفحہ ۴۵۱ ۔ ۲۰۶) زہری اور قتادہ کی مرسل روایات کوئی معنی نہیں رکھتیں اور وہ سب بمنزلہ ہوا کے ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے محمد بن مسلم الزھری الحافظ الحجۃ کان یدلس فی النادر (جلد ۳ صفحہ ۱۲۶) زہری کی تدلیس نہایت ہی عجیب ہے یعنی زہری صرف ارسال کے ہی خوگر نہ تھے بلکہ بحر تدلیس کے بھی شناور تھے علماء فن نے تدلیس کی یہ تعریف کی ہے کہ راوی میں کسی راوی کے نام میں قصداً کوئی ایسی صورت پیدا کرے جس سے اصل شخصیت پر پردہ پڑ جائے اور سننے والے کا گمان کسی اور طرف چلا جائے۔

جیسے محمد بن سایب کلبی متوفی ۱۴۰ھ مشہور کذاب کے متعلق امام سخاوی رسالہ منظومہ جزری میں لکھتے ہیں کہ اس کی تین کنیتیں تھیں ابونصر، ابوہشام اور ابوسعید۔ وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ عوفی موھمًا انہ ابوسعید الخذری یعنی عطیہ عوفی ابوسعید کا نام لیکر اس طرح روایت کرتا ہے کہ لوگ اسے (مشہور صحابی) ابوسعید خدری سمجھیں یہ تدلیس اسناد میں ہے اور متن حدیث میں تدلیس یہ ہے کہ مفہوم ایسے ذومعنی انداز میں بیان کیا جائے جس کے دو پہلو ہوں اور مدلس کے الفاظ سے غیر مقصود معنی کی طرف ذہن راغب ہو جائے یہ تدلیس کی بدترین قسم ہے تدلیس میں قصد کی شرط ہے اور گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ زہری فن تدلیس میں خاص مقام رکھتے تھے چنانچہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ وصفہ الشافعی والدار قطنی وغیر واحد با لتدلیس۔ یعنی زہری کو امام شافعی، دارقطنی اور متعدد لوگوں نے تدلیس کی صفت سے متصف کیا ہے۔

اگر تدلیس میں قصد نہ ہو تو یہ بات ضعف حافظہ پر دلالت کرتی ہے اسے سہو یا خطا یا نسیان

عمرو بن عثمان فمات عبد الله قديماً
وعاش عمرو بن عثمان لبعد تخلف عثمان)
على ابنته رسول الله ﷺ يوم بدر فضرب له

~~سیدہ رقیہؓ کے بطن سے ایک بیٹا تھا جس کا~~
~~نام عبداللہؓ تھا اور عمرو بن عثمانؓ دوسرا بیٹا تھا~~
عبداللہ پہلے مرگیا اور عمرو زندہ رہا۔ بدر کے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) کہا جائے گا۔ ضعف حافظ کا مریض اگر ثقہ بھی ہو تب بھی قابل اعتماد نہیں علمائے فن نے تدلیس کو کذب میں شمار کیا ہے یعنی مدلس کذاب ہوتا ہے چنانچہ حافظ بن یزید بن زریع جو بہت بڑے محدث اور عبداللہ بن مبارک، عبدالرحمٰن بن مہدی جیسے اکابر کے شیوخ میں سے تھے اور جن پر کسی شخص کی خفیف جرح بھی نہیں یعنی نہایت ثقہ مسلم الثبوت شیخ المحدثین تھے ان کے ترجمہ میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:۔
وحکی ابن ابی خیثمہ ان یزید بن زریع سئل عن التدلیس فقال التدلیس کذب یعنی آپ نے فرمایا کہ تدلیس کذب ہے (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۳۲۶)

ان شواہد سے ثابت ہوا کہ زہری فن ارسال و تدلیس کے امام تھے اور ارسال و تدلیس کا حامل علمائے فن کی نظروں میں کذاب ہے اپنی کسی دوسری تالیف میں بیان کر چکا ہوں کہ تلک الغرانیق العلیٰ کے خالق یہی بزرگ تھے حضورؐ نے اپنے بیٹے کا نام عبدالعزیٰ رکھا یہ الہام بھی انہی صاحب کو ہوا۔ حوابہ کے کتوں کی روایت بھی انہی حضرت کی بھٹی میں تیار ہوئی اور سیدہ صدیقہ کائنات پر بہتان تراشا گیا حالانکہ سیدہ صدیقہ کائناتؓ نے مکہ سے بصرہ کا سفر ۳۶ ہجری میں فرمایا اور حضرت اس سفر سے سترہ سال بعد ۵۲ھ میں عالم کتم سے عالم شہود میں تشریف لائے انہوں نے کس سے سنا اس بات کا کہیں ذکر نہیں میں نے اپنی تالیفات صدیقہ کائناتؓ اور عترت رسولؐ میں اس موضوع پر بلادلائل تفصیلی بحث کی ہے اسی طرح حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کی سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت کی بیعت کے خالق بھی یہی بزرگ ہیں سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت ۳۵ ہجری میں ان کی دنیا میں تشریف آوری سے ۱۸ سال پہلے ہوئی وہاں بھی یہ بیان نہیں کیا گیا کہ انہوں نے یہ داستان کس سے سُنی ہے حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کی جبری بیعت کے متعلق بھی میں صدیقہ کائناتؓ اور شہادت ذوالنورینؓ میں تفصیلی بحث کر چکا ہوں مگر ہمارا "مولوی" کہتا ہے کہ چونکہ امام بخاریؒ اپنی صحیح میں اس کی روایات لائے ہیں اس لئے یہ ثقہ ہے مگر اس "مولوی" کی نظر "تہذیب التہذیب اور تذکرۃ الحفاظ کو کیوں نہ دیکھ سکیں ابن شہاب زہری کی اس جرأت رندانہ کی داد نہ دینا ہماری بڑی کم ظرفی ہے کہ گیارہ بارہ سالہ نوجوان کی آنکھ میں مرغ کی ٹھونگ مروا کر کس چابکدستی سے سیدہ رقیہ الزہراؓ کے نوجوان بیٹے کو محض اس لئے ہلاک کر دیتا ہے کہ حضور صادق و مصدوقؐ کی صرف ایک بیٹی کی اولاد کے مدح خوانی کے لئے راستہ ہموار ہو سکے (باقی اگلے صفحہ پر)

رسول اللہؐ لسھمہ یوم بدر و زوجہ رسول اللہ ابنتہ ثم زوجہ ابنتہ الاخری فماتت وھما رقیۃ وام کلثوم و توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنہ راض و استخلف اثنتی عشر سنۃ وقتل من خمس وثلاثین۔
(تاریخ صغیر ص۳۲ مطبع انوار احمدی الٰہ آباد ۱۳۲۵ھ)

روز حضرت عثمانؓ پیچھے رہ گئے تھے نبی علیہ السلام نے ان کو بدر کے مال غنیمت سے حصہ دیا۔ نبی علیہ السلام نے ان کے نکاح میں بیٹی دے رکھی تھی پھر دوسری بیٹی ان کے نکاح میں دی اور ان دونوں کے نام رقیہؓ اور ام کلثومؓ تھے۔ نبی علیہ السلام جب فوت ہوئے تو عثمانؓ سے راضی تھے اور عثمانؓ ۳۵ھ میں بارہ سال خلیفہ رہ کر شہید ہوئے۔

۱۔ سیدنا عثمانؓ پہلے ابو عمر کی کنیت سے پکارے جاتے تھے۔
۲۔ سیدنا عثمانؓ ابو عبداللہ کی کنیت سے مشہور ہوئے
۳۔ عمرو زندہ رہے اور عبداللہ مر گئے۔
۴۔ سیدہ رقیہؓ کے بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔

ان شواہد کی موجودگی میں قابل غور امر یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ، سیدنا ذوالنورینؓ کی سب سے بڑی اولاد تھے تو یقال لہ عمرو کہاں سے آگیا اور اگر وہ ابو عمرو تھے تو انہوں نے کس بنا پر یہ کنیت تبدیل کی اور اگر ابو عبداللہ کی کنیت سے مشہور ہوئے تو چاہیئے تھا کہ عبداللہ کے مرنے کے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) زہری کے متعلق بریلوی مکتبۂ فکر کے سب سے بڑے پیر طریقت خواجہ قمرالدین سیالوی کے ریمارکس امام بخاری کی روایت کے ذیل میں آئیں گے ــــ ابن شہاب زہری کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے یہ تو میری ذہنی اختراع ہے اور نہ کسی غیر ثقہ انسان کے اقوال یہ تمام کچھ اہل سنت کی متفقہ مایہ ناز مصدقہ کتب سے اخذ کیا گیا ہے۔

قال معمر رأیت الزھری یلبس من ثیاب الیمن ما صبغ بالبول وصلٰی علیؓ بن ابی طالب فی ثوب غیر مقصود۔ معمر بیان کرتا ہے کہ میں نے زہری کو پیشاب سے رنگے ہوئے یمنی کپڑے پہنے ہوئے دیکھا اور علیؓ بن ابی طالب نے دھلے کپڑوں میں نماز پڑھی (بخاری کتاب الصلوٰۃ حدیث ۲۴۸) زہری کے ایسے مجاہدانہ کارناموں سے عطاء اللہ حنیف جیسے معروف معقول میں عالم ہی باخبر ہو سکتے ہیں اور حقائق بیان کرنے والوں سے عوام کو متنفر کرنے کے لئے سروہائی دیتے پھرتے ہیں کہ دیکھو جی فلاں شخص زہری کے فضائل کا منکر ہے اسے ایسی چیخ و پکار سے پہلے ان اینٹوں پر برسنا چاہیئے جو مجھ سے پہلے زہری کا کچا چٹھا بیان کرنے کے مجرم ہیں

بعد پھر ابو عمرو کی کُنیت سے مشہور ہوتے۔ اور مزید یہ کہ ساری عمر ایام طفلی میں مرجانے والے بیٹے کی کُنیت سے مشہور رہے حالانکہ بعد میں اور اولادیں بھی ہوئیں۔

اور سب سے اہم تر یہ کہ آپ کی اس روایت میں مُرغ کی ٹھونگ کی داستان موجود نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ صغیر کی تالیف کے وقت عبداللہ کے مرنے کا افسانہ تراشا تو جاچکا تھا مگر ابھی اس سیمرغ ثانی مرغ کی تخلیق نہیں ہوئی تھی اور جب امام بخاری اس روایت کو زہری سے بیان کرتے ہیں تو تمام روایت ریت محل یا 7 ہو کر رہ جاتی ہے۔

یقال لہ ابو عمرو سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام داستان محض واہی اور خرافاتی ہے عمرو کی ماں جندب ازدی کی بیٹی تھی۔ اور ان سے سیدنا ذوالنورینؓ نے سیدہ اُم کلثومؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ۹ ہجری سے بعد نکاح کیا تھا۔ سیدنا ذوالنورینؓ حضور صادق و مصدوقؐ کی کسی بیٹی کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے نکاح کا خیال بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان کے اخلاق عالیہ سے اس قسم کی حرکت کا صدور ناممکنات میں سے تھا۔

امام بخاریؒ نے زہری کے حوالے سے عبداللہؓ کی موت کی جو روائیت تاریخ صغیر میں درج کی ہے۔ اس میں متعدد کمزوریاں ہیں۔

۱۔ امام بخاریؒ سے زہری تک جو واسطے ہیں وہ مجہول ہیں۔ امام بخاریؒ کا سن وفات ۲۵۶ ہجری ہے اور زہری کا سن وفات ۱۲۳ ہجری ہے امام بخاریؒ کی براہِ راست امام زہریؒ سے سماعت قطعاً ناممکنات میں سے ہے۔

۲۔ خود امام زہریؒ نے یہ روایت کس سے لی۔ اس کا بھی ذکر نہیں۔ یعنی یہ روایت منقطع ہے اگر یہ روایت متصل بھی ہوتی اور اس کے تمام روات ثقہ بھی ہوتے تب بھی ناقابل قبول ہوتی۔ چونکہ اسی کتاب میں کسی دوسرے مقام پر حاشیہ میں امام زہری کے تشیع پر سیر حاصل بحث کر چکا ہوں۔ اس مقام پہ دور حاضر کے بریلوی مکتبۂ فکر کے سب سے بڑے عالم اور پیر طریقت شیخ الاسلام اعلحضرت علامہ پیر قمرالدین سیالوی سابق صدر جمیعۃ علمائے پاکستان و حال ممبر اسلامی نظریاتی کونسل کی تالیف مذہب شیعہ سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔

اہلسنت والجماعت پر اعتراض کرنے سے پہلے اہلسنت والجماعت کے مذہب سے واقفیت ضروری ہے ذاکرینِ اہلِ تشیع جب اپنے اصولِ مذہب سے بھی ناواقف ہوتے ہیں تو اہلِ سنت والجماعت کے اصول کو کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ میاں! اہلِ سنت والجماعت کے مذہب کا اصل الاصول یہ ہے کہ حدیث کی صحت یا ضعف، راوی کی صحت یا ضعف پر موقوف ہے۔ اگر حدیث کا راوی ــ صحیح العقیدہ، سچا، صحیح حافظ والا ہے تو اس کی روائیت کو صحیح مانا جائے گا ورنہ وہ روایت ضعیف کہلائے گی۔

اب فدک والی روایت میں ایک شخص محمد بن مسلم ہے جس کو ابن شہاب زہری بھی کہتے ہیں صرف یہی راوی یہ روایت کرتا ہے اس کے ساتھ دوسرا کوئی شاہد نہیں[۱]۔ اور یہ ابن شہاب زہری اہلِ تشیع کی اصول کافی میں بیسیوں جگہ پر روائتیں پاتا نظر آتا ہے اور اہلِ تشیع کی فروع کافی نے تو اسی کی روائیتوں کے بل بوتے پر کتاب کی شکل اختیار کی ہے تو بھائیو! اہلِ تشیع کے اس قدر معروف وکثیر الروائیت آدمی کی روایت سے اہلسنت پر الزام عائد کرنا عجیب فکرونظر ہے اگر اہلِ تشیع کے راویوں کی روایات اہلسنت کے لئے قابلِ توجہ ہوتیں تو پھر بخاری ہو یا کافی کلینی اس میں کیا فرق تھا۔

(مذہب شیعہ صفحہ ۱۰۲-۱۰۳ مطبوعہ مکتبہ ضیا شمس الاسلام سیال شریف ۱۳۷۷ھ)[۱]

۲- امام بخاری کے بعد ابن قتیبہ دینوری المتوفی ۲۸۶ھ نے اپنی شہرۂ آفاق تالیف المعارف میں اسے چار مقامات پر بیان کیا ہے۔

---

[۱] الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ راقم الحروف نے اپنی تالیف صدیقۂ کائنات کے صفحہ ۹۷ تا ۱۱۲ میں واقعہ افک کے بطلان پر جو بحث کی ہے حضرت سیالوی کے مذکورہ بیان سے اس کی تائید ہوتی ہے اور زہری کے متعلق بھی اپنی متعدد تالیفات میں جو کچھ بیان کر چکا ہوں حضرت سیالوی بالکل اس سے متفق ہیں یہ سطور قلمبند کرتے ہوئے معاً خیال اس طرف منعطف ہوا کہ اقبال مرحوم کا یہ مصرعہ آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی حضرت سیالوی جیسے اصحاب کی شان میں ہی کہا گیا ہے۔

١- واما رقية فتزوجها عتبة بن ابی لهب فامره ابوه ان يطلقها قبل ان يدخل بها وتزوجها عثمان بن عفان بالمدينة وماتت بها بعد مقدمه يعنی النبی صلی الله عليه وسلم بالمدينة بسنة وعشرة اشهر وعشرين يوما وولدت لعثمان من عبد الله وكان فيها ولم يجاوز ست سنين وكان نقرة ديك علی عينه فمرض فمات۔

سیدہ رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے ہوا مگر رخصتی سے پہلے ہی عتبہ نے اپنے باپ کے کہنے سے طلاق دیدی اس کے بعد مدینہ میں سیدنا عثمانؓ سے نکاح ہوا اور ہجرت نبویؐ کے ایک سال دس ماہ بیس دن بعد سیدہ رقیہؓ کا انتقال ہوگیا۔ رقیہ سے ایک لڑکا عبداللہ پیدا ہوا ابھی اس کی عمر چھ سال سے زیادہ نہیں ہوئی تھی کہ مرغ نے اس کی آنکھ میں ٹھونگ ماری اور وہ مر گیا

(المعارف ص۶۲ مصری ۱۳۵۲ھ) اسی صفحہ کی اگلی عبارت ملاحظہ ہو)

٢- واما ام کلثوم فتزوجها عتيبة بن ابی لهب وفارقها قبل ان يدخل بها ثم تزوجها عثمان رض بعد رقية وتوفيت لثمان سنين (٨ھ) وشهر عشرة بعد مقدمه المدينة (المعارف ص۶۲)

اور لیکن ام کلثومؓ۔ ان کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا۔ مگر رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ نے سیدہ رقیہؓ کے بعد ان سے نکاح کیا وہ آٹھ ہجری ختم ہونے کے بعد ایک ماہ بیس دن گذرنے کے بعد (یعنی ۹ ہجری میں) مدینہ میں فوت ہوئیں۔

٣- ولد عثمان بن عفان عبد الله الاكبر امه فاختة بنت غزوان وعبد الله الاصغر امه رقية بنت رسول الله وعمران وابان وخالدا وعمرو وسعيدا والوليد وام سعيد والمغيرة وعبد الملك وام ابان وام عمرو وعائشة (ايضاً صفحہ ٨٥)

عثمانؓ کے ہاں فاختہ کے بطن سے عبداللہ الاکبر پیدا ہوئے اور رقیہؓ کے بطن سے عبداللہ الاصغر پیدا ہوئے اور آپ کی دوسری اولاد کے نام عمران۔ ابان۔ خالد۔ عمر۔ سعید۔ ولید ام سعید۔ مغیرہ، عبدالملک ام ابان ام عمر اور عائشہؓ ہیں۔

۴- واما عبد اللہؓ بن عثمانؓ وھو من رقیۃ بنت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فھلک صبیًا وذکروا انہ بلغ ست سنین فنقرہٗ دیک علے عینیہ فمرض فمات (الیقا ص۸۷)	اور لیکن عبداللہ بن عثمانؓ نبی علیہ السلام کی بیٹی رقیہؓ کے بطن سے تھے وہ بچپن ہی میں مر گئے۔ کہا جاتا ہے کہ جب وہ چھ سال کے ہوئے تو مرغ نے ان کی آنکھوں میں ٹھونگ ماری تو وہ اسی صدمہ سے مر گئے۔

المعارف کے چاروں بیان غور سے پڑھیئے تو صاف نظر آئے گا کہ ان میں سے ایک روایت بھی درایت کے معیار پر پوری نہیں اترتی

پہلی روایت میں عبداللہ کا چھ سال کی عمر میں مرنا لکھا ہے عبداللہ کی چھ سال کی عمر میں موت ہی اس روایت کے کذب پر دلالت کے لئے کافی ہے عبداللہ حبشہ کی ہجرت کے دوران پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے بعد پانچ سال مکی زندگی کے اور چار سال مدنی زندگی کے اس طرح ان کی عمر کم از کم گیارہ بارہ سال ہوتی ہے مگر اس کذب کے خالق کے سامنے صرف عبداللہ کی موت کا افسانہ تھا۔ اس کی علمیت یا اس کی عقل ہی اتنی تھی۔ کہ وہ عبداللہ کی عمر کا تعین بھی نہ کر سکا اور دینوری صاحب نے جو سنا لکھ دیا تیسری روایت میں فاختلہ کے بطن سے عبداللہ الاکبر کا پیدا ہونا بیان کیا گیا ہے حالانکہ میں دوسرے مقامات پر بدلائل وشواہد اور بحقائق وبراہین ثابت کر چکا ہوں کہ سیدنا عثمانؓ نے جن خواتین سے نکاح کئے وہ سب کے سب سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ کی وفات کے بعد کئے۔ پھر یہ عبداللہ اکبر کہاں سے آ گیا۔

حقیقت میں سیدہ رقیہؓ کے بطن سے پیدا ہونے والا عبداللہ، عبداللہ اکبر تھا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شاید عبداللہ بن فاختلہ بچپن میں مر گیا تو یاران سر پل نے رقوی سادات کی نسل دنیا سے ناپید کرنے کے لئے اکبر کو اصغر بنا دیا۔

چوتھی روایت میں فھلک صبیًا کے بعد وذکروا کا لفظ اسبات پر دلالت کرتا ہے کہ دینوری صاحب نے ایک سُنی سُنائی بات لکھدی ہے اس کی حقیقت کوئی نہیں۔ تاریخی

حقائق میں "ذکروا" دیح من دیاجہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ پھر پہلی روائیت میں عینہ کا لفظ ہے اور چوتھی روائیت میں حبنیلہ کا لفظ ہے۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ امام بخاری کا سن وفات ۲۵۶ ہجری اور دینوری کا سنِ وفات ۲۸۶ ہجری ہے گویا دینوری صاحب کی بھرپور جوانی کے ایام میں امام بخاری بڑھاپے کی منزلوں میں سے تھے ہو سکتا ہے کہ ہر دو بزرگوں کی ملاقات بھی ہوتی ہو۔ یا دینوریؒ کی نظروں سے تاریخ صغیر گذری ہو۔ بہر حال جو صورت بھی ہو امام بخاری کی تاریخ صغیر کی تالیف سے جب یارانِ طریقت کو عبد اللہ کی موت کا نسخہ ہاتھ آگیا تو دینوریؒ کی المعارف کی تالیف تک مرغ کی تخلیق ہو چکی تھی دینوریؒ مرغ کی تخلیق پر الیمان تو لے آئے مگر یہ حقیقت ان کی نظروں سے اوجھل رہی کہ وہ رستم و اسفندیار ثانی مرغ میدان کارزار میں جس وقت اُترا — اس وقت سیدہ رقیہؓ کا بیٹا عبد اللہ اس عمر تک پہنچ چکا تھا جس کی عمر سے کم عمر کے لڑکے ایڑیاں اُٹھا کر میدانِ جنگ میں شامل ہونے کے لئے بے قرار نظر آتے ہیں۔

اب ذرا طبری سے بھی ملاقات ہو جائے :۔

۳۔ حدثنی الحارث بن محمد	واقدی کہتا ہے کہ سیدنا عثمانؓ کی
قال حدثنا ابن سعد قال	قبل از اسلام کنیت ابو عمرو تھی۔
خبرنا محمد بن عمر (الواقدی)	اسلام لانے کے بعد سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ
ان عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	صلے اللہ علیہ وسلم کے بطن سے عبد اللہ پیدا
کان یکنی فی الجاھلیۃ ابا عمرو فلما	ہوئے اور مسلمانوں نے آپکو ابو عبد اللہ کے
کان فی الاسلام ولد لہ من رقیۃ	نام سے پکارنا شروع کیا عبد اللہ چھ سال
بنت رسول اللہ غلام فسماہ عبد اللہ	کا ہوا تو مرغ نے اس کی آنکھ میں ٹھونگ
واکتنی بہ فکناہ المسلمون ابا عبد اللہ	ماری تو وہ ۴ ہجری جمادی الاولیٰ میں
	فوت ہو گیا ۔ حضور نبی علیہ السلام نے

سنۃ اربع من الھجرۃ فصلے علیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ونزل فی حفرۃ عثمانؓ — اس کی نماز جنازہ پڑھی اور حضرت عثمانؓ اس کی قبر میں اُترے۔

(التاریخ للطبری بتحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم الجزء الرابع ص۱۷۱ دار المعارف بمصر ۱۹۶۳ء)

حاشیہ:-

۱- سیدنا ذوالنورینؓ کا پہلا نکاح سیدہ رقیہؓ سے ہوا۔ تو یہ عمرو کہاں سے آ گیا۔ اسلام لانے سے پہلے کس نے آپ کو ابو عمرو کے نام سے پکارا؟

۲- چار ہجری میں سیدنا عبداللہؓ کی عمر اگر چھ سال تھی تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ہجرت حبشہ سے واپسی کے تین سال بعد مکہ میں عبداللہ پیدا ہوئے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔ سیدنا عبداللہؓ کی پیدائش تواتر کی حد تک حبشہ میں ثابت ہو چکی ہے جیسا کہ مستشرقین نے بھی بیان کیا ہے۔

۳- اس روائیت میں وہی واقدی بیٹھا ہے جو مسلمہ کذاب ہے اور زہری کا شاگرد ہے جس کے متعلق دوسرے مقامات میں بحث ہو چکی ہے۔ واقدیؒ سے یہ روایت مصعب الزہری متوفی ۲۳۶ھ نے نسب قریش میں درج کی اس سے واقدی کے شاگرد ابن سعد نے لی اور ابن سعد کے حوالے سے طبری نے نقل کی۔

لہ ۱۔ واقدی کا پورا نام محمد بن عمر بن واقد ہے ولادت ۱۳۰ھ وفات ۲۰۷ھ مدینہ میں پیدا ہوا اور بغداد میں سکونت اختیار کی تقریباً تیس کتابوں کا مصنف ہے شیعہ مؤلف کتاب "شیعہ یا پدید آرندگان اسلام" نے اس کو مسلکاً شیعہ لکھا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں ھو کذاب یقلب الحدیث وہ بڑا کذاب تھا احادیث کو بالکل پلٹ دیا کرتا تھا امام بخاری اسے متروک الحدیث کہتے ہیں امام شافعی کہتے ہیں کتب الواقدی کلھا کذب کان یصنع الاسانید واقدی کی تمام روائتیں جھوٹی ہیں وہ اسناد گھڑ کر بیان کرتا تھا (باقی اگلے صفحہ پر)

طبری کے بعد کا شیعہ مورخ مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ سیدنا عبداللہ کی وفات کا قائل نہیں چنانچہ وہ لکھتا ہے :-

ھو عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف یکنی بابی عبد اللہ وابی عمرو والاغلب منھما ابو عبد اللہ وامہ اروی بنت کریز بن جابر بن حبیب بن عبد شمس وکان لہ من الولد۔ عبد اللہ الاکبر و عبد اللہ الاصغر امھا رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابان وخالد وسعید والولید والمغیرہ و عبد الملک وام ابان وام سعید ام عمرو وعائشہ وکان عبد اللہ الاکبر یلقب بالمطرف لجمالہ وحسنہ وکان کثیر التزوج وکثیر الطلاق وکان ابان ابرص احول قد حمل عنہ اصحاب الحدیث عدۃ من السنن وولی للبنی مروان مکۃ وغیرھا وکان سعید احول بخیلا وقتل فی زمن معاویۃ وکان الولید	سیدنا عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ابی عبداللہ اور ابی عمرو کی کنیت سے مشہور تھے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ ابو عبداللہ کی کنیت سے مشہور تھے سیدنا عثمانؓ کی ماں اروی بنت کریز بن جابر بن حبیب بن عبد شمس تھی سیدنا عثمانؓ کی اولاد میں سے عبداللہ الاکبر عبداللہ الاصغر سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن سے تھے اور ابانؒ خالدؒ سعیدؒ، ولیدؒ۔ مغیرہؒ اور عبدالملک (دوسری ازواج کے بطون سے تھے) اور لڑکیاں ام ابانؒ ۔ام سعیدؒ۔ ام عمروؒ اور عائشہؒ تھیں اور عبداللہ الاکبر اپنے حسن وجمال کی وجہ سے مطرف کے لقب سے مشہور تھے انہیں بہت شادیاں کرنے اور طلاقیں دینے کی عادت تھی ابان مبروص اور بھینگا تھا بہت سے محدثین نے اس سے حدیث کی روایت کی ہے یہ ابان مکہ وغیرہ میں

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) امام نسائی کا قول ہے الواقدی من الکذابین المعروفین بالکذب واقدی ایسے کذابوں میں سے تھا جن کے کذب کا سکہ مال معلوم ہے ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں اس کی ۱۸ کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ یہ ہیں واقدی صاحب جن کے صاحب طبری یہ روایت لاتے ہیں ۔

صاحب شراب ومتوة ومجنون وقتل ابوه وهو مخلق الوجه سكران عليه مصبغات واسعة وبلغ عبد الله الاصغر من السن ستا وسبعين عاما فنقر ديك عينه فكان ذلك سبب موته وعبد الملك مات صغيرا ولا عقب له

(مروج الذهب ص ١١٤ ج ٣ بتحقیق محمد محی الدین عبد الحمید مصر ١٩٦٣ء

آلِ مروان کی طرف سے گورنر رہا تھا۔ سعید جنگیا اور بخیل تھا یہ دورِ معاویہؓ میں شہید ہوا۔ ولیدؔ بہادر مگر وارفتہ مزاج تھا اپنے والد سیدنا عثمانؓ کی شہادت کے وقت اس کا چہرہ زخموں کی وجہ سے بگڑا ہوا تھا اور اس کے لباس پر خون کے بڑے بڑے داغ تھے عبد اللہ الاصغرؓ نے چھہتر سال کی عمر پائی اس عمر میں ایک مرغ نے اس کی آنکھ پر ٹھونگ ماری جس کے نتیجے میں وہ مرگیا عبد الملکؒ نے کم عمری میں وفات پائی اور کوئی نسل نہیں چھوڑی

جائزہ :- (۱) سیدنا عثمانؓ کی کنیت ابو عمرو بھی لکھی ہے مگر آگے چل کر جہاں اس نے دوسرے عثمانی شہزادوں کے حالات لکھے ہیں وہاں سیدنا عمرو کا نام چھوڑ دیا ہے حالانکہ سیدنا عمرو طویل عمر پاکر فوت ہوئے اور کثیر اولاد چھوڑی تفصیلی حالات دوسرے مقامات پر بیان کئے گئے ہیں۔ سیدنا عمرو کی اولاد برصغیر پاک و ہند میں ہزاروں سے متجاوز موجود ہے شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اسی خاندان کے گل سر سبد تھے۔

۲۔ سیدہ رقیہ الزہراءؓ کے بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے اور دونوں کا نام عبد اللہ تھا۔ عبد اللہ الاکبر زندہ رہے اور عبد اللہ الاصغر چھہتر سال کی عمر میں مرغ کی ٹھونگ سے مرے۔

۳۔ سوائے عبد الملک کے سیدنا ذوالنورینؓ کی تمام اولاد سے نسل چلی۔

۴۔ اس شیعہ مورخ نے سیدنا ذوالنورینؓ کی اولاد میں کوئی نہ کوئی کیڑا نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر اُسے ساتھ ہی ان کی خوبیوں کا اعتراف بھی کرنا پڑا۔

۵۔ سیدنا عبد اللہ الاکبر کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اپنے حسن و جمال کی وجہ سے المطرف کے نام سے مشہور تھے ہماری اس تالیف کا موضوع یہی عبد اللہ ہیں۔

۶۔ عبداللہ الاصغر کو نابالغی میں مرغ کی ٹھونگ سے ہلاک کرانے والوں کے علی الرغم یہ چھہتر سال کی عمر میں ہلاک ہونا بیان کرتا ہے یہاں سے یہ نکتہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ متنازعہ شخصیت انہی عبداللہ الاصغر کی ہے اور وہ چھہتر سال کی عمر میں فوت ہوئے تو یقیناً صاحبِ اولاد ہو کر فوت ہوئے ہوں گے۔ دوسرا نکتہ اس سے بھی زیادہ توجہ طلب ہے کہ بعد میں آنے والے مورخین نے اپنی مطلب برآری کے لئے یعنی سیدہ رقیہؓ کو مقطوع النسل قرار دینے کے لئے عبداللہ کے نام کے ساتھ سبعین کا لفظ اڑا دیا اور ست. کا لفظ باقی رہنے دیا۔

اقوال :۔ میں سرے سے ان باتوں کا قائل نہیں۔ میرے نزدیک مرغ کی ٹھونگ سے سیدہ رقیہؓ کا کوئی بیٹا کسی عمر میں ہلاک ہی نہیں ہوا۔ جیسا کہ دوسرے مقامات پر بیان کیا جا چکا ہے۔

مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کی نظر سے امام بخاریؒ، ابو حنیفہؒ دینوری اور طبری کی تالیفات ضرور گذری ہوں گی اور اُس نے ضرور پڑھا ہو گا کہ امام بخاری بچپن میں عبداللہ کی موت کے قائل ہیں دینوری کے متضاد بیانات میں عبداللہ کی مرغ کی ٹھونگ سے موت بھی نظر سے گذری ہو گی۔ اور طبری کا بیان پڑھا ہو گا۔

مگر مسعودی گویا ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ مسعودی کے اس بیان سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے اوّل الذکر تینوں بیانات صریحاً غلط ہیں۔

اور جب ہم مسعودی کے یہ کلمات دیکھتے ہیں وکان عبد اللہ الاکبر یلقب بالمطرف لجمالہ وحسنہ وکان کثیر التزوج وکثیر الطلاق ۔ تو بچپن میں عبداللہ کی موت کی تمام داستانیں ھباءً منثوراً ہو کر رہ جاتی ہیں۔

چونکہ مسعودی مرغ کی داستان سن چکا تھا اس لئے اُس نے سیدہ رقیہؓ کے دوسرے بیٹے کو جس کا نام بھی عبداللہ تھا ۷۶ سال میں مرغ کی ٹھونگ سے مرنا لکھا ہے اس صورت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ صاحبِ اولاد ہو کر فوت ہُوا ہو گا۔

چونکہ عبداللہ مذکور کے خاندان کے لوگ مسعودی کے سامنے موجود تھے اس لئے وہ حق بیان

سے اغماض نہ کر سکا۔

الغرض چوتھی صدی ہجری کا ایک مورخ عبداللہ الاکبر بن سیدہ رقیہ رضی کو زیادہ نکاح کرنے والا اور زیادہ طلاقیں دینے والا صاحب حسن و جمال نوجوان بیان کرتا ہے مگر دور ملاحظہ کا بزعم خویش معروف معنوں میں توویٰ سیدنا عبداللہ مذکور کو مرغ کی ٹھونگ سے ہلاک کرانے سے ذرہ بھر شرم محسوس نہیں کرتا۔

۵- ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ ہجری کہتے ہیں:-

۱- قال ابن شهاب فتزوج عثمان رض بن عفان رقية بمكة وهاجرت معه الى ارض الحبشة وولدت له هنالك ابنا فسماه عبدالله فكان يكنى به استيعاب (صفحہ ۱۸)

ابن شہاب نے کہا کہ مکہ میں سیدنا عثمان رض کا نکاح سیدہ رقیہ رض سے ہوا اور انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور حبشہ میں ان کے ہاں عبداللہ نامی بیٹا پیدا ہوا جس کی وجہ سے سیدنا عثمان رض ابو عبداللہ کی کنیت سے مشہور ہوئے

۲- قال مصعب كان عثمان يكنى فى الجاهلية ابا عبدالله فلما كان الاسلام وولد له من رقية بنت رسول الله ﷺ غلام سماه عبدالله واكتنى به فبلغ الغلام ست سنين فنقره ديك فى عينه فتورم وجهه ومرض ومات (ايضاً صنہ ۱۲)

مصعب نے کہا کہ اسلام لانے سے پہلے سیدنا عثمان رض ابو عبداللہ کے نام سے مشہور تھے اور اسلام لا کر جب آپ کا نکاح سیدہ رقیہ رض بنت رسول اللہ ﷺ سے ہوا تو سیدہ رقیہ رض کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا جس کی وجہ سے آپ ابو عبداللہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ عبداللہ چھ سال کے تھے کہ ان کی آنکھ میں مرغ نے ٹھونگ ماری جس کی وجہ سے ان کے چہرے پر ورم ہو گیا اور وہ بیمار ہو کر مر گئے۔

۳- قال غيره توفى عبدالله بن عثمان من رقية بنت رسول الله فى جمادى الاولى سنة اربع من الهجرة وهو ست سنين وصلى عليه ﷺ ونزل فى حفرته ابوه عثمان رض (ايضاً صنہ ۱۲۱)

اس کے علاوہ بیان کیا گیا ہے کہ سیدہ رقیہ رض کے بطن سے عبداللہ تھے جو جمادی الاولی یا اخری ۴ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ نبی علیہ السلام نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور سیدنا عثمان رض ان کی قبر میں اترے

۴۔ قال قتادہ تزوج عثمانؓ رقیہ بنت رسول اللہ فتوفیت عندہ ولم تلد منہ وھذا غلط من قتادۃ ولم یقلہ غیرہ والمعنہ اراد ام کلثوم بنت رسول اللہ فان عثمان تزوجھا بعد رقیۃ فتوفیت عندہ ولم تلد منہ۔ ھذا قول ابن شھاب وجمہور اھل ھذا الشان ولم یختلفوا ان عثمان انما تزوج ام کلثوم بعد رقیۃ وھذا یشھد بصحتہ قول من قال ان رقیۃ اکبر من ام کلثوم (الیضاً جلد ا صفحہ ۱۸۲)

قتادہ نے کہا عثمانؓ کا سیدہ رقیہؓ سے نکاح ہوا اور ان کا انتقال ہو گیا درآنحالیکہ ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی لیکن قتادہ کا یہ قول غلط ہے اس کے علاوہ کسی دوسرے نے یہ بات بیان نہیں کی۔ میرا خیال ہے کہ قتادہ کا یہ کہنا ام کلثومؓ کے متعلق ہے جن سے رقیہؓ کی وفات کے بعد سیدنا عثمانؓ کا نکاح ہوا تھا اور یہ قول ابن شہاب اور دوسرے اکابرین کا ہے۔ اور اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ سیدہ ام کلثومؓ سے سیدنا عثمانؓ نے سیدہ رقیہؓ کی وفات کے بعد نکاح کیا تھا اور یہ بات اس حقیقت کی شاہد ہے کہ سیدہ رقیہؓ سیدہ ام کلثومؓ سے بڑی تھیں

پہلی روایت میں ابن شہاب بیٹھا ہے جو بیان کرتا ہے کہ عبداللہ کی پیدائش حبشہ میں ہوئی اور اسی کے نام پر سیدنا عثمانؓ ابو عبداللہ کے نام سے مشہور ہوئے اس روایت میں عبداللہ کی موت کا ذکر نہیں۔

دوسری روایت مصعب کی زبانی منقول ہے کہ سیدنا عثمانؓ کی قبل از اسلام کی کوئی کنیت نہ تھی مگر یہ ابو عبداللہ کی لم تراش رہا ہے اس کے بعد عبداللہ کی پیدائش کے ذکر کے بعد سیدنا عثمانؓ کی کنیت دوبارہ ابو عبداللہ بیان کرتا ہے مگر مرغ کی ٹھونگ کی واہی روایت کا یہ بھی مؤید ہے۔

تیسری روایت کسی نامعلوم مجہول الحال راوی سے بیان کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ ہجرت کے چوتھے سال عبداللہ کی موت ہوئی۔ مگر مرغ اس کی نظروں سے اوجھل رہ گیا معلوم ہوتا ہے مرغ والی خرافاتی روایت اس کے کانوں تک نہ پہنچی۔ البتہ اس کی روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ کی موت کم و بیش گیارہ سال کی عمر میں ہوئی۔

چوتھی روایت کے خالق قتادہ سیدہ رقیہؓ کے بطن سے پیدا ہونے والی کسی اولاد کے

وجود کے ہی منکر ہیں۔ مگر یہاں فوراً ابن شہاب ان کی دستگیری کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں لیکن عبداللہ کی موت کے افسانہ سے چوک گئے۔

۷۔ حافظ ابن کثیر سیدنا ذوالنورینؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

تزوج رقیۃ بنت رسول اللّٰہ فولد له منها عبد اللّٰہ وبه یکنی فی الجاهلیة بابی عمرو لما توفیت تزوج باختها ام کلثوم ثم توفیت وتزوج بفاختة بنت غزوان بن جابر فولد له منها عبید اللّٰہ الاصغر وتزوج بام عمرو بنت جندب بن عمرو الازدیة فولدت له عمراً، خالداً وابانا وعمر ومریم وتزوج بفاطمة بنت الولید بن عبد شمس مخزومیه فولدت له الولیداً وسعیداً وتزوج ام البنین بنت عیینه بن حصن الفزاری فولدت له عبد الملک ویقال عتبة وتزوج رملة بنت شیبه بن ربیعه بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی فولدت له عائشه، ام ابان وام عمرو بنات عثمان وتزوج نائلة بنت الفرافصه بن الاحوص بن عمرو بن ثعلبه بن حصن ابن ضمضمه بن عدی بن حیان بن کلیب فولدت له مریم و یقال وعنبسه وقتل رضی اللّٰہ ام البنین وفاختة ویقال انه طلقه ام البنین وهو محصور

(البدایہ والنہایہ جزء السبع مکتبہ معارف بیروت ص ۲۱۹)

سیدنا ذوالنورینؓ نے سیدہ رقیہؓ سے نکاح کیا اور سیدہ رقیہؓ سے عبداللہ پیدا ہوا جس سے آپ کی کنیت مشہور ہوئی۔ اسلام لانے سے قبل آپ کی کنیت ابو عمرو تھی اور جب رقیہ فوت ہو گئیں تو آپ نے ان کی بہن اُم کلثومؓ سے نکاح کیا اور ام کلثوم کی وفات کے بعد فاختہ بنت غزوان سے نکاح کیا فاختہ سے عبید اللہ الاصغر پیدا ہوا پھر ام عمرو بنت جندب سے نکاح کیا ام عمرو سے عمر، خالد، ابان، عمر، خالد، ابان، عمر اور مریم پیدا ہوئے پھر فاطمہ بنت الولید سے نکاح کیا اور ان سے ولید اور سعید پیدا ہوئے

پھر اُم البنین سے نکاح کیا ان سے عبدالملک پیدا ہوئے جنہیں عتبہ بھی کہا جاتا تھا۔ پھر رملہ سے نکاح کیا ان سے عائشہؓ ام ابان ام عمرو بیٹیاں پیدا ہوئیں پھر نائلہ سے نکاح کیا ان سے مریم یا عنبسہ پیدا ہوئی۔ اور جب آپ شہید ہوئے اس وقت نائلہ، رملہ۔ ام البنین اور فاختہ موجود تھیں اور کہا جاتا ہے کہ محصوری کے ایام میں آپ نے ام البنین کو طلاق دیدی تھی۔

حافظ ابن کثیر کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ:-

۱- سب سے پہلا نکاح سیّدہ رقیہؓ سے ہوا اور ان سے عبداللہ پیدا ہوئے -
انہی عبداللہ کی وجہ سے آپ ابوعبداللہ کہلائے عبداللہ سے پہلے آپ ابو عمر
مشہور تھے -

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر عبداللہ سے پہلے آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی تو
ابوعمرو کس طرح کہلائے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں یہ عام رواج تھا کہ ذی عزت افراد
کسی نہ کسی کنیت سے ہی پکارے جاتے تھے چونکہ آپ ایک رئیس التجار تھے
اس لئے ابو عمر کے نام سے مشہور ہو گئے -

قابلِ توجہ:- حافظ صاحب نے یہاں عبداللہ کی موت کا کوئی ذکر نہیں
کیا - حالانکہ یہ یقینی بات ہے کہ متقدمین کی تالیفات یقیناً آپ کی نظروں سے گزری ہونگی
بلکہ اس بات کے تو وہ خود معترف ہیں کہ میں نے طبری کی تاریخ سے بہت استفادہ اٹھایا
ہے - یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آپ نے طبری کا مرغ والا افسانہ کیوں ترک کر دیا
اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرغ کا افسانہ تو درکنار آپ عبداللہؓ بن رقیہؓ کی موت کے
سرے سے ہی قائل نہ تھے -

۲- سیّدہ رقیہؓ کی وفات کے بعد سیدہ اُمِ کلثومؓ سے نکاح فرمایا -

۳- سیّدہ اُمِ کلثومؓ کی وفات کے بعد فاختہ بنت غزوان سے نکاح کیا - اور ان سے
عبیداللہ الاصغر پیدا ہوئے

سیدنا ذوالنورینؓ کی دوسری اولاد کی تفصیل دوسرے مقام پہ بیان ہو چکی ہے -
ہمارا مقصد یہاں صرف عبداللہ الاکبر اور عبیداللہ الاصغر سے ہے
وہ لوگ جو سیدہ رقیہؓ کے بیٹے عبداللہ کو عبداللہ الاصغر کہتے ہیں وہ اس مقام پر
غور کریں کہ بڑے بیٹے عبداللہ کو جو عبداللہ الاکبر تھا اُسے سیدہ فاختہ کے بیٹے
عبیداللہ الاصغر کے نام پیا ہنا کام نکالنے کے لئے عبداللہ الاصغر بنا دیا عبداللہ
یا عبیدا کا فرق بھی ملحوظ نہیں رکھا مگر صحیح یہ ہے کہ سیدہ فاختہ کا بیٹا

حافظ ابن کثیر کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ:-

۱- سب سے پہلا نکاح سیدہ رقیہؓ سے ہوا اور ان سے عبداللہ پیدا ہوئے - انہی عبداللہ کی وجہ سے آپ ابو عبداللہ کہلائے عبداللہ سے پہلے آپ ابو عمر مشہور تھے -

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر عبداللہ سے پہلے آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی تو ابو عمرو کس طرح کہلائے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں یہ عام رواج تھا کہ ذی عزت افراد کسی نہ کسی کنیت سے ہی پکارے جاتے تھے چونکہ آپ ایک رئیس التجار تھے اس لئے ابو عمر کے نام سے مشہور ہو گئے -

قابل توجہ:- حافظ صاحب نے یہاں عبداللہ کی موت کا کوئی ذکر نہیں کیا - حالانکہ یہ یقینی بات ہے کہ متقدمین کی تالیفات یقیناً آپ کی نظروں سے گذری ہونگی بلکہ اس بات کے تو وہ خود معترف ہیں کہ میں نے طبری کی تاریخ سے بہت استفادہ اٹھایا ہے - یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آپ نے طبری کا مرغ والا افسانہ کیوں ترک کر دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرغ کا افسانہ تو درکنار آپ عبداللہؓ بن رقیہؓ کی موت کے سرے سے ہی قائل نہ تھے -

۲- سیدہ رقیہؓ کی وفات کے بعد سیدہ ام کلثومؓ سے نکاح فرمایا -

۳- سیدہ ام کلثومؓ کی وفات کے بعد فاختہ بنت غزوان سے نکاح کیا - اور ان سے عبیداللہ الاصغر پیدا ہوئے

سیدنا ذوالنورینؓ کی دوسری اولاد کی تفصیل دوسرے مقام پر بیان ہو چکی ہے -

ہمارا مقصد یہاں صرف عبداللہ الاکبر اور عبداللہ الاصغر سے ہے وہ لوگ جو سیدہ رقیہؓ کے بیٹے عبداللہ کو عبداللہ الاصغر کہتے ہیں وہ اس مقام پر غور کریں کہ بڑے بیٹے عبداللہ کو جو عبداللہ الاکبر تھا اُسے سیدہ فاختہ کے بیٹے عبیداللہ الاصغر کے نام پر اپنا کام نکالنے کے لئے عبداللہ الاصغر بنا دیا عبداللہ یا عبیدا کا فرق بھی ملحوظ نہیں رکھا مگر صحیح یہ ہے کہ سیدہ فاختہ کا بیٹا

ید اللہ نہیں عبداللہ تھا۔ اگر عبیدہ اللہ ہوتا تو اصغر کے لاحقے کی ضرورت نہ تھی

دمیری لکھتے ہیں:۔

۔ وذکر غیر واحد من الثقات انہ کان لرقیۃ بنت رسول اللہ من عثمان ولد یقال لہ عبد اللہ وبہ کان یکنی بلغ سبع سنین نقرہ دیک فی وجہہ فمات لبعد امہ فی جمادی سنۃ اربع من الھجرۃ ولم یولد لہ غیرہ من بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم (حیٰوۃ الحیوان دمیری جلد الفط دیک صفحہ ۳۴۷)	ایک سے زیادہ ثقہ لوگوں نے بیان کیا ہے کہ سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سیدنا عثمانؓ سے عبداللہ نامی ایک لڑکا پیدا ہوا اور اسی کے نام کی نسبت سے سیدنا عثمانؓ کی کنیت ابو عبداللہ تھی جب عبداللہ سات سال کا ہوا تو اس کے منہ پر مرغ نے ٹھونگ ماری اور وہ اپنی ماں کے مرنے کے بعد جمادی الاولیٰ یا جمادی الثانی ۴ ہجری میں مر گیا تو عبداللہ کے نبی علیہ السلام کی کسی بیٹی سے کوئی اولاد ہوئی۔

دمیری کے اس بیان سے چند باتیں اخذ کی جا سکتی ہیں۔

۱۔ سیدنا عثمانؓ کی کنیت اسی عبداللہ کی وجہ سے ابو عبداللہ تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن رقیہؓ سب اولاد سے بڑے تھے۔

۲۔ مرغ نے چہرے پر ٹھونگ ماری یہاں عینہ، علیبنیہ نہیں بلکہ وجہہ ہے

۳۔ دمیری کی تاریخ دانی کا اندازہ صرف اس بات سے لگائیے کہ وہ سوائے عبداللہ کے نبی علیہ السلام کی کسی دوسری بیٹی کی اولاد کا ہی قائل نہیں۔

دمیری آٹھویں صدی ہجری کا ایک حاطب اللیل ادیب ہوا ہے حیواۃ الحیوان کا مقام محققین کے ہاں بحار الانوار، الف لیلہ افسانہ عجائب اور فسانہ آزاد کی قسم کی خرافاتی بولوں سے زیادہ نہیں دمیری کا ایک آدھ لطیفہ سننے کے بعد خود ہی اس کی تحقیق کا اندازہ لگا لیجئے چنانچہ عقاب کے عنوان کے تحت لکھتا ہے۔

جب چیل ضعیف اور کمزور ہو کر اندھی ہو جاتی ہے تو اس کے بچے اس کو چار روں طرف

لادے پھرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے ایک چشمے تک پہنچتے ہیں اور اس میں غوطہ لگانے میں اس کے اثر سے چیل کی بینائی عود کر آتی ہے اور وہ جوان ہو جاتی ہے۔

کرگس کے متعلق ایک اور مقام پر لکھا ہے:۔

کرگس چیل کے انڈے سے پیدا ہوتا ہے اور چیل کرگس کے انڈے سے تمام چیلیں مادہ ہیں اور دوسری چڑیوں سے جفتی کھاتی ہیں۔ وغیرہم

دمیری جیسے لوگوں کی تالیفات سے تاریخی حقائق پر استشہاد پیش کرنے کو عقل کا فتور یا بے سروپا حواس باختگی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔

صفحات گذشتہ میں متقدمین کے علاوہ آٹھویں صدی ہجری کے دمیری سے بھی سیدنا عبداللہؓ بن سیدہ رقیہؓ کے حالات سن لئے۔ اب متاخرین یعنی ماضی قریب کے دو مورخوں سے سن لیجیے:۔

۸۔ ماضی قریب میں ابو المحسن حسن کاکوری نامی کوئی بزرگ ہوئے ہیں انہوں نے دو ضخیم جلدوں میں تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء نامی ایک کتاب تالیف کی ہے۔

اس میں لکھتے ہیں:۔

بروایت صحیح ثابت ہے کہ رقیہؓ اور ام کلثومؓ سے کوئی اولاد عثمانؓ بن عفانؓ کی باقی نہیں رہی بلکہ کہتے ہیں کہ ام کلثومؓ ایک مدت عثمانؓ کے پاس رہیں مگر اولاد نہیں ہوئی اور بعض کے نزدیک اولاد ہوئی مگر زندہ نہیں رہی اور رقیہؓ وقت ہجرت اولی جانب حبشہ حاملہ تھیں سو وہ حمل گر گیا بعد اس کے ایک بیٹا پیدا ہوا عبداللہ بن عثمانؓ۔ جب وہ دو برس کا ہوا تو خروس نے اس کی آنکھ میں چونچ ماری وہ مر گیا۔ الحاصل ان دونوں صاحبزادیوں سے کوئی لڑکا یا لڑکی حضرت عثمانؓ کی زندہ نہیں رہی اور نہ کچھ اس کا نام و نشان ہے مگر اور ازواج سے حضرت عثمانؓ کے اولاد ہوئی اور باقی رہی (کذا فی المدارج) بعض کتب تواریخ سے واضح ہوتا ہے کہ جملہ اولاد ذکور و اناث حضرت عثمانؓ عدد میں سترہ تھیں آٹھ بیٹے نو بیٹیاں۔

(ج ۱، ص ۳۶۶ مطبوعہ نولکشور ۱۳۰۰ھ)

جائزہ:- یہ صاحب بالکل پٹڑی سے اُترے ہوئے نظر آتے ہیں پہلے لکھتے ہیں کہ ہجرت حبشہ کے وقت حضرت سیّدہ حاملہ تھیں وہ حمل گر گیا اس کے بعد لکھتے ہیں عبداللہ نامی لڑکا پیدا ہُوا۔ مگر یہ نہیں لکھتے کہ کب اور کہاں پیدا ہُوا اور جب دو سال کا ہُوا ہُوا تو مُرغ نے ٹھونگ ماری مگر کہاں؟

جن لوگوں کو مصنف اور مؤلف کہلانے کا شوق ہوتا ہے اور مادی وسائل کی فراوانی بھی حاصل ہوتی ہے انہیں اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ میں کیا لکھ رہا ہوں بس لکھنے کا ہوکا ہوتا ہے۔ سیّدنا عبداللہؓ کی موت مدینہ میں بیان کی جاتی ہے سیّدہ رقیہؓ چار سال حبشہ میں رہیں حبشہ سے واپس آکر چار پانچ سال مکہ میں رہیں اس کے بعد مدینہ کو ہجرت فرمائی اور آپ کی وفات ۲ ہجری رمضان میں ہوئی۔

اگر سیدنا عبداللہ ہجرت حبشہ کے پہلے سال پیدا ہوئے تو ۲ ہجری کو ان کی عمر ۱۱ سال تھی حالانکہ ان کی وفات ۴ ہجری سے بعد بیان کی جاتی ہے اس لحاظ سے ان کی عمر اس وقت ۱۳ سال کے قریب تھی جو آغاز بلوغت بلکہ عنفوان شباب کا زمانہ ہوتا ہے۔ مگر یہ صاحب کسی پینک میں لڑھکتے ہوئے سنی سنائی باتوں کو اندھا دھند لکھتے چلے گئے۔

امام نووی متوفی ۶۷۶ ہجری لکھتے ہیں:-

(۹) ویقال لعثمان ذوالنورینؓ لانہ تزوج بنتی رسول اللہؐ احداھما بعد الاخری قالوا ولا یعرف احد تزوج بنتی نبی غیرہ۔ تزوج رقیہؓ قبل النبوۃ و توفیت عندہ فی ایام غزوۃ بدر فی شہر رمضان من السنۃ الثانیۃ من الھجرۃ وکان (عثمان)رض تاخر عن بدر لتمریضھا باذن

سیّدنا عثمانؓ کو ذوالنورینؓ اس لئے کہا جاتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں کہا جاتا ہے کہ کسی نبیؑ کی دو بیٹیاں کسی ایک آدمی کے نکاح میں نہیں آئیں۔ سیّدہ رقیہؓ کا نکاح قبل نبوت ہُوا اور رمضان کے مہینہ میں غزوہ بدر کے موقعہ پر ۲ھ میں ان کا انتقال ہُوا۔ سیدنا عثمانؓ، سیدنا رقیہؓ کی تیمارداری کی وجہ سے نبی علیہ السلام کے ارشاد سے

رسول اللہ فجاء البشر بنصر المومنین ببدر یوم دفنوھا بالمدینۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا وولدت لہ رقیۃ ثم تزوجھا بعد وفاتھا اختھا اُم کلثوم بنت رسول اللہ وتوفیت رضی اللہ تعالٰی عنھا عندہ سنۃ تسع من الھجرۃ ولم تلد لہ شیئاً (تہذیب الاسماء واللغات جز اول ص۳۲۲ مطبوعہ منیریہ مصر)

مطابق بدر میں شامل نہ ہو سکے اور جب بدر کی فتح کی خوشخبری کی اطلاع پہنچی تو سیدہ رقیہؓ دفن ہو چکی تھیں سیدہ رقیہؓ سے ایک لڑکا پیدا ہوا اور سیدہ رقیہؓ کی وفات کے بعد سیدنا عثمانؓ کا سیدہ ام کلثومؓ سے نکاح ہوا اور سیدہ اُم کلثوم کی وفات ۹ ہجری میں ہوئی اور ان سے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔

امام نوویؒ کی اس روایت میں سیدنا عثمانؓ کا سیدہ رقیہؓ سے قبل از اسلام نکاح کا ذکر غلط ہے امام نووی جیسے نابغہ عصر سے اس قسم کے ذہول وتسامح کا صدور اس قسم کی باتوں کا لطلان کے لئے کافی ہے جو درائیت اور تحقیق کے معیار پر پوری نہ اُتریں۔

امام نوویؒ سیدہ رقیہؓ کے بطن سے ایک لڑکے کی پیدائش بیان کر کے خاموش ہو جاتے ہیں۔ یہ امر ناممکنات سے ہے کہ اُنہوں نے سیدنا عبداللہ کی مُرغ کے ٹھونگ سے ہلاکت کی خرافاتی داستان نہ سنی ہو۔ اگر اس خرافاتی داستان کو وہ صحیح سمجھتے تو ضرور بیان کرتے مگر انہوں نے اس قسم کی لغویات سے اپنی تالیف کو داغدار نہ ہونے دیا۔

۱۰۔ مولانا معین الدین ندوی لکھتے ہیں :۔

(۱) حضرت عثمانؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں ان سب سے بہت سی اولادیں ہوئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں حضرت رقیہؓ کے بطن سے ایک صاحبزادے عبداللہ تھے آپ کی کل اولادوں کی تعداد سترہ اٹھارہ ہے (تاریخ اسلام حصہ اول جلد ا صفحہ ۱۱ معارف پریس اعظم گڑھ)

مولانا معین الدین نے مرغ کا افسانہ بلا وجہ نظر انداز نہیں کیا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت سے واقف ہو چکے تھے کہ عبداللہ بن سیدہ رقیہؓ طبعی عمر کو پہنچکر فوت

ہوئے مگر محتاط قسم کے مورخین کا اکثر یہ دستور رہا ہے کہ غلط بات لکھنے سے جس طرح محترز رہے اسی طرح کھل کر سچی بات بیان کرنے کی جرأت بھی نہ کر سکے اگر عبداللہ کی مرغ والی داستان کو وہ صحیح سمجھتے تو ضرور بیان کرتے۔ امام نوویؒ کی طرح مولانا معین الدین بھی عبداللہ کی پیدائش کا صرف ذکر کر کے خاموش ہو گئے۔

۱۰۔ سیدنا عبداللہ کے متعلق اسلامی لٹریچر سے ثابت ہو گیا کہ آپ جوان ہوئے شادی کی اور صاحب اولاد ہوئے۔ اور آپ کی اولاد لاکھوں کی تعداد میں صرف پاکستان اور مقبوضہ کشمیر میں موجود ہے۔ اب ذرا مستشرقین کی طرف بھی توجہ کیجیے۔

۱۱۔ مشہور مستشرق ٹری منگھم۔ جے سپنسر اپنی تالیف اسلام ان ایتھوپیا میں لکھتا ہے

جبارتی کا عظیم خاندان اپنا شجرۂ نسب اسلام کے تیسرے خلیفہ عثمانؓ بن عفان سے ملاتا ہے۔ جبارتی کہتے ہیں کہ ہمارا خاندان) رقیہؓ بنت پیغمبر اسلام کی نسل سے ہے جنہوں نے اپنے خاوند حضرت عثمانؓ کے ساتھ) ابتھوپیا (حبشہ) میں پہلی ہجرت کی تھی اور رقیہؓ اپنے لڑکے کے ساتھ اریبے سینیا میں ہی رہ گئی تھیں۔

مؤلف کا آخری قول صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے اپنے سینیا میں رقوی سادات کا اریبے سینیا میں موجود ہونا بڑا اہم مقام رکھتا ہے۔

۱۲۔ اردو ڈائجسٹ اگست ۱۹۸۰ء میں کسی عبدالقادر خان کا ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس میں مضمون نگار لکھتا ہے

جے سپنسر ٹرمی منگھم اپنی کتاب اسلام کے افریقہ پر اثرات" میں رقمطراز ہے کہ ایتھوپیا کے مسلمان جو سطح مرتفع ابیسے سینیا میں رہتے ہیں اور جن کی آبادی ہماسن اکل گزائی اور سیدائی میں بہت زیادہ ہے عام طور پر جبراتی کہلاتے ہیں جبراتی اپنا سلسلۂ نسب خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان رضی اور بنت رسول اللہؐ حضرت سیدہ رقیہؓ سے ملاتے ہیں۔ (اردو ڈائجسٹ ۱۹۸۰ء صلا کالم ۱ سطر ۲ تا ۶)

(۱۳) **فیصلہ کن:**۔ گذشتہ صفحات کے تمام مباحث کو ایک بار پھر ذہن میں لائیے اور اس کے بعد امام ابن تیمیہؒ کا فیصلہ کن قول سنیئے۔

(۱) اما علی بن حسینؓ فمن کبار التابعین وساداتھم علما ودینا اخذ عن ابیہ وابن عباس المسور بن مخرمہ وابی رافع مولی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعائشہؓ وام سلمہؓ وصفیہؓ امھات المومنین وعن مروان بن الحکم وسعید بن المسیب وعبد اللہ بن عثمان بن عفان وذکوان مولیٰ عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم (منہاج السنۃ جلد ۲ صـ ۱۲۳ مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ھ)

اور لیکن سیدنا علیؓ زین العابدینؒ جو کبار تابعین اور اہم شخصیتوں میں سے تھے انہوں نے اپنے باپ (سیدنا حسینؓ) حضرت ابن عباسؓ حضرت مسور بن مخرمہؓ سیدہ (صدیقہ کائنات) عائشہؓ سیدہ ام سلمہؓ سیدہ صفیہؓ امہات المومنین اور سیدنا مروان بن حکمؓ سیدنا سعید بن مسیبؒ، سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ اور سیدہ صدیقہؓ کے غلام سیدنا ذکوانؓ سے علم حاصل کیا۔

جائزہ:۔ امام ابن تیمیہؒ کے اس حقیقت افروز بیان سے متعدد امور کی وضاحت ہوتی ہے

۱۔ سیدنا علیؓ (زین العابدینؒ) علم و فضل کے لحاظ سے بہت بلند مقام کے حامل تھے آپ نے اس دور کی اہم ترین بلند مناصب کی حاملین شخصیتوں سے استفادہ کیا جن میں امہات المومنینؓ کی ذوات قدسیہ ومطہرہ بھی شامل تھیں۔

۲۔ آپ کے اساتذہ میں امیر المومنینؓ سیدنا مروانؓ بن حکمؓ بھی شامل تھے جو بعض جہلا کے نزدیک سچے مسلمان بھی نہیں تھے[1]

---

[1] :۔ سیدنا امیر مروانؓ کے حالات میری تالیف امیر المومنین امیر مروان بن حکمؓ اور امیر حجاج بن یوسف مؤلفہ شرف الدین یکتا جودھپوری میں پیرا مقدمہ دیکھئے نیز مولانا ابو القاسم بنارسی کی تالیف الامر المبرم کا مطالعہ کیجئے۔

۳- آپ کے اساتذہ میں سیدنا عبداللہؓ بن سیدنا ذوالنورینؓ بھی بیان کئے گئے ہیں یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سیدنا عبداللہؓ، سیدنا علیؒ (زین العابدین) کو پڑھانے کے لئے عالمِ بالا سے تشریف لاتے رہے۔

۴- سیدنا علیؒ (زین العابدین) کے جلیل القدر اساتذہ میں سیدنا عبداللہ کا شمار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنجناب کا مقام علم وفضل میں بہت بلند تھا۔

(۱۳) دیوان عثمانؓ میں آنجناب کے چند اشعار بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شاعر بھی تھے یہ اشعار معجم الشعراء (شعراء کا انسائیکلوپیڈیا) المرزبانی سے نقل کئے گئے ہیں جو سیدنا عبداللہؓ نے سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت عظمیٰ کے موقعہ پر یا اس سے معاً بعد کہے تھے۔

الیت جھدی لاابایع بعدہ	میں آج سے بعد کسی مدعی خلافت کے ہاتھ پر بیعت نہیں کروں گا
اماما ولا ادعی الی قول قائل	
ولا ابرح البابین ماھبت الصبا	اور نہ اپنے گھر میں کسی خوشی وخرمی کا گذر ہونے دوں گا
بنی اروی قد اخاصت بالیفائل	

(دیوان عثمان غنیؓ طبع ثانی کتب خانہ خورشیدیہ ملتان ص ۳۳-۳۴ سنہ ۱۴)

یہ عربی دیوان ۱۹۲۸ء میں پہلی بار طبع ہوا تھا۔ اس پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ کی عربی میں مشترکہ تقریظ موجود ہے اب دوسرے ایڈیشن کے دوسرے صفحہ پر موجود ہے اسی طرح مولانا احمد علی لاہوریؒ، قاری محمد طیب صاحب کی اردو میں الگ الگ تقریظیں موجود ہیں جو دوسرے ایڈیشن کے ص ۹۱-۹۲ پر ہیں نیز بریلوی عالم مولانا سعید احمد کاظمی اور مولانا مسعود علی قادری کی اردو میں مشترکہ تقریظیں موجود ہیں

خلاصۂ کلام | گذشتہ صفحات میں یہ حقائق قارئین کی نظر سے گزر چکے ہیں کہ تیسری صدی کے نصف اول تک کے کسی مورخ یا محدث یا صاحبِ مغازی نے سیدنا عبداللہؓ بن سیدہ رقیۃ الزہراؓ کی بچپن میں موت کا کوئی ذکر نہیں کیا جس کا واضح ترین مطلب یہ ہے کہ سیدنا عبداللہ طبعی عمر پاکر فوت ہوئے ورنہ نواسۂ رسولؐ کی موت کوئی معمولی واقعہ نہ تھا کہ اسے اس طرح نظر انداز کر دیا جاتا۔

سیدنا عبداللہ الاکبر کے متعلق جو لٹریچر ہمارے ہاں موجود ہے اُسے تین صورتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ سیدنا عبداللہؓ بن سیدہ رقیۃ الزہراءؓ طبعی عمر پا کر فوت ہوئے۔ انہوں نے نکاح کئے، صاحب اولاد ہوئے اور ان کی اولاد آج بھی لاکھوں کی تعداد میں موجود ہے۔ اس موقف کے قائلین میں سرِ فہرست ان کی اولاد کا موجود ہونا اور ان کی اولاد کی مختلف شاخوں کے ہاں مختلف شجروں کا موجود ہونا اہم ترین ثبوت ہے۔

۲۔ معجم الشعراء المرزبانی میں سیدنا عبداللہؓ بن سیدہ رقیہؓ کے اشعار

۳۔ امام ابن تیمیہ کا قول جس میں انہوں نے سیدنا علیؓ (زین العابدین) کے اساتذہ میں سیدنا عبداللہ کا نام بھی لکھا ہے۔

۴۔ مشہور مستشرق ٹمری جے برنگھم کا بیان

۵۔ عبدالقادر خان کا مقالہ جس میں مقالہ نگار ایتھوپیا کے سطح مرتفع ہاس اکل گزائی اور سیدالی میں رقوی سادات کی کثیر تعداد بیان کرتا ہے۔

۶۔ مسعودی ۔ سیدنا عبداللہ بن سیدہ رقیہؓ کو عبداللہ الاکبر بیان کرتا ہے المطرف کہہ کہہ کر پکارتا ہے۔

(۲) دوسری صورت ان اصحاب کی ہے جنہوں نے سیدنا عبداللہؓ بنت سیدہ رقیۃ الزہراءؓ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی موت کا کوئی ذکر نہیں کیا ایسے اصحاب میں امام نووی، حافظ ابن کثیر مولانا معین الدین ندوی۔

(۳) سیدنا عبداللہ کی موت کے قائل ۔

(۱) امام بخاری ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں مگر موت کی وجہ نہیں لکھتے

(۲) طبری، واقدی جیسے کذاب سے روایت کرتا ہے اور واقدی زہری سے روایت کرتا ہے علمائے جرح و تعدیل کے نزدیک تینوں کا مقام معلوم ہے

پہلی بار طبری مرغ کا افسانہ لایا ہے۔ روایت منقطع ہے۔

۳۔ مشہور شیعہ مورخ ۷۰ سال کی عمر میں سیدنا عبداللہ کو مرغ کی ٹھونگ کا نشانہ بناتا ہے

۴۔ ابن قتیبہ دینوری المتوفی ۲۷۶ھ اپنی تالیف المعارف میں چار مقامات پر سیدنا عبداللہ کا ذکر کرتا ہے۔ دو مقامات پر خاموش رہتا ہے اور دو مقامات پر چھ سال کی عمر میں سیدنا عبداللہ کو مرغ کی ٹھونگ کا نشانہ بنا کر ہلاک کرتا ہے۔

۵۔ ابن عبدالبر اپنی تالیف استیعاب میں چار بار ذکر کرتا ہے پہلے بھی دو مقامات پر زہری اور ابن قتادہ تشریف فرمائیں۔

گویا ابن قتیبہ اور ابن عبدالبر نے اپنی تالیف میں دو مقامات پر سیدنا عبداللہ کی موت کا ذکر نہیں کیا۔

۶۔ آٹھویں صدی ہجری کا حاطب اللیل دمیری سات سال کی عمر میں مرغ کو حملہ آور دکھاتا ہے مگر دوسروں کے علی الرغم علینہ کی بجائے وجہ لکھتا ہے۔

۷۔ ابوالحسن ۲ سال کی عمر میں مرغ کا افسانہ بیان کرتا ہے۔

امام بخاری کے علاوہ جن چھ اصحاب نے مرغ کا افسانہ بیان کیا ہے ان میں سے کوئی ایک بھی ایک دوسرے سے متفق نہیں۔ ایک ۶ سال کہتا ہے دوسرا ۷۰ سال کہتا ہے تیسرا ۲ سال کہتا ہے اور چوتھا سات سال۔ اتنا عظیم واقعہ اور اس کو بیان کرنے والے اس قدر مختلف الخیال ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے[۱]

---

[۱]: ۱۹۷۵ء میں میری تالیف مقام صحابہ طبع ہوئی اس کے صفحہ ۵۳ میں تحفۃ الاخبار مطبع عین الفیوض صہ۳۶ کے حوالے سے یہ عبارت لکھی گئی کہ سیدہ رقیہ کے بطن سے سیدنا ذوالنورین کے ہاں عبداللہ پیدا ہوا جو چار سال کی عمر میں مرغ کی ٹھونگ سے ہلاک ہو گیا کتاب طبع ہونے کے چند ماہ بعد مجھے سیدنا عبداللہ بن سیدہ رقیہ پر تحقیقی نظر ڈالنے کا موقع ملا میں اپنی اس علمی لغزش پر شرمندہ ہوں اصل حقیقت یہ ہے جو زیر نظر تالیف میں تلبند کی گئی ہے

نو مسلم مجوس و یہود پر ایک نظر

یہود حضور صادق و مصدوق کی حیات طیبہ میں ہی اپنی بدعہدیوں، بدکرداریوں اور بد باطنیوں کی وجہ سے پٹ پٹا کر خارج البلد کر دیئے گئے تھے مجوس کی ہزار ہا سالہ سلطنت پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پہلی ضرب کاری پڑی۔ مجوس کی افرادی قوت اور یہود کی ذہنی سازش نے مل کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بدلہ لے لیا۔ ع

با آل عمر کینہ قدیم است عجم را

اس کے بعد سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مجوس کا آخری "خداوند" یزدگرد بھی ۲۸-۲۹ سال کی عمر میں بھاگتے ہوئے ایک پن چکی والے کے ہاتھوں فی النار والسقر ہو گیا اُدھر اسلامی فتوحات کا دائرہ بڑھتا رہا ادھر مجوس و یہود کا گٹھ جوڑ زیر زمین طاقت پکڑتا رہا اور آخر ۳۵ ہجری میں خاتم خلافت نبوت یعنی سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ شہادت عظمیٰ کے بلند مرتبہ پر فائز ہو گئے سوائے ان صوبجات کے جو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر انتداب تھے تمام عالم اسلام یہود و مجوس کے طوفانی بحر زخار میں اُس کشتی کی طرح نظر آرہا تھا جسے دیکھنے والے سمجھ رہے تھے کہ یہ ناؤ اب ڈوبی کر ڈوبی اور اگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نعرہ حق فضائے عالم میں گونجتے ہوئے نصرانی حکمران قیصر کے کانوں تک نہ پہنچتا تو وہ اس انارکی سے بھرپور فائدہ اُٹھانے کے لئے بالکل تیار ہو چکا تھا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ تو عملاً مجوس و یہود کے گٹھ جوڑ کے شکار ہو کر عالم بالا کو سدھار گئے مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ذہنی اور فکری طور پر ان کا ہدف بن کر مدینہ سے کوفہ پہنچ گئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام ان لوگوں کی اولین عظیم سیاسی فتح تھی کہ عالم اسلام کا یہ عظیم انسان دشمنان اسلام کی خواہشات کے بچاؤ کے لئے تمام اُمت کی روحانی ماں اور اپنے نبی کی محبوب زوجہ سے ٹکر لینے کے لئے تیار ہو گیا یہ حرف لفظی نہیں بلکہ حقیقت ہے [۱]

---

[۱]:- اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے میری تالیفات شہادت ذوالنورین، صدیقہ کائنات مشکوٰۃ المصابیح جلد نمبر ۲ کے فوائد غزوہ پر ایک نظر کا مطالعہ کیجئے۔

یہ ان لوگوں کا اسلامی حکومت پر بالواسطہ قبضہ تھا جسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فان ھیلکوا فسبیل من ھلک کے الفاظ میں بیان فرما چکے تھے۔

جب بھی سیدنا علیؓ نے ان سے اپنا پیچھا چھڑانے کی کوشش کی انہوں نے آپکو گھیر لیا۔ واقعہ تحکیم کے بعد اُن لوگوں نے جب دیکھا کہ علیؓ اب ہمارے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں یعنی اب وہ ہمارے کسی کام آنے کی حیثیت میں نہیں رہے تو اس ناہنجار بدبخت، شقی اور فریب کار گروہ نے اُنہیں بھی تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔

سیدنا حسنؓ[له] پہلے ہی الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام کی روح سے واقف تھے آپ نے اُمت کی تمام باگ ڈور سیدنا امیر معاویہؓ کے حوالے کرنے کی سعادت حاصل کرکے عالم اسلام کی ڈولتی نیّا کو سہارا دینے کا شرف حاصل کیا امیر معاویہؓ برق جہندہ بن کر ان بدکردار سازشیوں پر ٹوٹ پڑے۔ بالکل تھوڑے عرصہ میں تمام عالم اسلام میں سکون و اطمینان کی فضائیں لوٹ آئیں مگر یہاں سے ایک اور المیہ نے جنم لیا وہ اسلام دشمن افراد جو کسی نہ کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے تھے انہوں نے نہایت چابکدستی سے زیر زمین از سرِ نو تخریب کاری کی طرح ڈالی وہ سالہا سال کے مشاہدات و تجربات سے یہ سبق حاصل کر چکے تھے کہ اب کسی صورت میں کسی مسلمان حکمران سے اپنے مقصد کا کام نہیں لیا جاسکتا تو کیوں نہ مسلمانوں کے نظریات پر شبخون مارا جائے اور اس شبخون کی ابتداء سیدنا علیؓ سیدہ فاطمہؓ حضرات حسنینؓ کی شان میں فضائل کی روایات گھڑنے سے شروع کی اور ان کے علی الرغم دوسری جلیل القدر ہستیوں کے نام اوّل تو بالکل مٹانے کی کوشش کی اور جن کے نام مٹانے پر قادر نہ ہوسکے ان کی تنقیص اور تحقیق میں جُت گئے۔ ان لوگوں کی اسی ٹکنیک نے سیدنا حسینؓ کو تخیلاتی بام عروج پر پہنچا کر کربلا پہنچایا اور ان کے مقابلہ میں امیر یزیدؒ کے خلاف ہر وہ الزام تراشا جو کہیں کسی لغت کی کتاب میں مل سکا۔ ورنہ ایک جاہل سے جاہل، بے بصیرت سے بے بصیرت، دیوانے سے دیوانہ بھی جانتا ہے کہ امیر یزیدؒ کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھ کر اُنکے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں اُمہات المؤمنین بھی تھیں۔ تمام صحابہ کرامؓ جن میں وہ اجل صحابہ کرامؓ بھی

له: سیدنا حسنؓ کے حالات دیکھنے کے لئے میری تالیف حسنؓ بن علیؓ کا مطالعہ کیجئے۔

یہ ان لوگوں کا اسلامی حکومت پر بالواسطہ قبضہ تھا جسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم فان بھیلکوا فسبیل من ھلک کے الفاظ میں بیان فرما چکے تھے۔

جب بھی سیدنا علیؓ نے ان سے اپنا پیچھا چھڑانے کی کوشش کی انہوں نے آپکو گھیر لیا۔ واقعہ تحکیم کے بعد اُن لوگوں نے جب دیکھا کہ علیؓ اب ہمارے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں یعنی اب وہ ہمارے کسی کام آنے کی حیثیت میں نہیں رہے تو اس ناہنجار بدبخت، شقی اور فریب کار گروہ نے اُنہیں بھی تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔

سیدنا حسنؓ[1] پہلے ہی الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام کی روح سے واقف تھے آپ نے اُمت کی تمام باگ ڈور سیدنا امیر معاویہؓ کے حوالے کرنے کی سعادت حاصل کر کے عالم اسلام کی ڈولتی نیا کو سہارا دینے کا شرف حاصل کیا امیر معاویہؓ برق جہندہ بن کر ان بدکردار سازشیوں پر ٹوٹ پڑے۔ بالکل تھوڑے عرصہ میں تمام عالم اسلام میں سکون و اطمینان کی فضائیں لوٹ آئیں مگر یہاں سے ایک اور المیہ نے جنم لیا وہ اسلام دشمن افراد جو کسی نہ کسی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے انہوں نے نہایت چابکدستی سے زیر زمین از سرِ نو تخریب کاری کی طرح ڈالی وہ سالہا سال کے مشاہدات و تجربات سے یہ سبق حاصل کر چکے تھے کہ اب کسی صورت میں کسی مسلمان حکمران سے اپنے ڈھب کا کام نہیں لیا جا سکتا تو کیوں نہ مسلمانوں کے نظریات پر شبخون مارا جائے اور اس شبخون کی ابتداء سیدنا علیؓ سیدہ فاطمہؓ حضرت حسنینؓ کی شان میں فضائل کی روایات گھڑنے سے شروع کی اور ان کے علی الرغم دوسری جلیل القدر ہستیوں کے نام اوّل تو بالکل مٹانے کی کوشش کی اور جن کے نام مٹانے پر قادر نہ ہو سکے ان کی تنقیص اور تحقیق میں جُت گئے۔ ان لوگوں کی اسی تکنیک نے سیدنا حسینؓ کو تخیلاتی بام عروج پر پہنچا کر کربلا پہنچایا اور ان کے مقابلہ میں امیر یزیدؒ کے خلاف ہر وہ الزام تراشا جو آج تک کسی لغت کی کتاب میں مل سکا۔ ورنہ ایک جاہل سے جاہل، بے بصیرت سے بے بصیرت، دیوانے سے دیوانہ بھی جانتا ہے کہ امیر یزیدؒ کی خلافت کو خلافت حقہ سمجھ کر اُنکے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں اُمہات المؤمنین بھی تھیں۔ تمام صحابہ کرامؓ جن میں وہ اجل صحابہ کرامؓ بھی

---

[1]: سیدنا حسنؓ کے حالات دیکھنے کے لئے میری تالیف حسنؓ بن علیؓ کا مطالعہ کیجئے۔

شامل تھے جن کے اذکار سے سیرت کی کتابوں کے صفحات مزین ہیں اور دوسری طرف حسینؓ کی ہمنوائی سے ان کے سگے بھائی، بہنوئی، چچا زاد تک گریزاں ہیں ان کی اس حرکت سے دل برداشتہ ہو کر ان کا چچا زاد عبداللہ بن جعفر طیار اپنی بیوی زینبؓ یعنی حسینؓ کی بہن کو طلاق تک دینے کا مرتکب ہو جاتا ہے یعنی تمام عالم اسلام میں حسینؓ کا ساتھ دینے والا ایک فرد بھی نہیں سوائے اسی شاطر گروہ کے

مگر اس شاطر گروہ کے پروپیگنڈہ نے وہ مقام حاصل کر لیا کہ آج تک حسینؓ شہید اعظم ہیں اور یزید فاسق، فاجر اور ظالم ۔مگر ایسا سمجھنے اور کہنے والوں کو آج تک یہ نظر نہ آسکا کہ ایسا کہتے ہوئے ہم بالواسطہ امہات المؤمنینؓ اور صحابہ کرامؓ کے حضور بے ادبی بلکہ گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں جنھوں نے یزید کی ولی عہدی اور خلافت کی بیعت کی۔

سیدنا حسینؓ کو جب ان کی خبث باطن کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کرتے ہوئے بار بار کہا کہ مجھے واپس مدینہ جانے دو مجھے سرحدات کی طرف نکل جانے دو مجھے یزید کے پاس پہنچنے دو تا کہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں ۔مگر ان بدکردار بداعمال، بدفطرت اور بدباطن تخریب کاروں نے جب ان کو اپنے ہاتھوں سے نکلتے دیکھا تو انہیں بھی چلتا کیا[۱]

اسی دور میں تاریخ نویسی کی ابتدا شروع ہوئی۔ قرن اوّل میں تاریخ و سیرت پر ۲۵ کتب لکھی گئیں جن میں ۱۸ کے مؤلف مجوسی اور یہودی تھے اور جو چار سُنی تھے وہ اس ہڑبونگ اور طوفان بدتمیزی میں اپنا دامن نہ بچا سکے مسلمان فتوحات اور ملک گیری میں لگے رہے اور یہود و مجوس کے گٹھ جوڑ سے جو ہیولے تیار ہوا تھا وہ اسلام کے لباس میں اسلامی نظریات کا حلیہ بگاڑنے میں مصروف رہا۔

ایسے حالات میں سیدنا ذوالنورینؓ کی اولاد کو کہاں بخشا جاتا ۔گذشتہ صفحات میں سیدنا ذوالنورینؓ کی اولاد کے حالات کا سرسری سا جائزہ لیا گیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے

---

[۱]: اس سلسلہ میں راقم کی تالیف "سیدنا حسینؓ کا اپنے موقف سے رجوع" کا مطالعہ کیجئے

وکیونکہ یہ لوگ اپنے دور کے بے مثل جوانمرد، شجاع، فیاض، عالم اور کریم تھے حالانکہ اصل ہدف
وہ نہ تھے انہیں تو خواہ مخواہ پس منظر میں دھکیلنے کی کوشش کی گئی۔

اصل ہدف تھا عبداللہ بن سیدہ رقیہؓ چونکہ حضور صادق و مصدوقؐ کی بنات طاہرات
میں حضرات حسنینؓ کے علاوہ وہی زندہ رہا ورنہ علیؓ بن ابی العاصؓ کی نسل بھی اگر چلتی تو ان کو بھی
نابالغی میں مار دیا جاتا اور جنگ یرموک میں اس کی شہادت صفحۂ ہستی سے ایسی غائب کی
جاتی کہ آج کوئی اس کا تصور بھی نہ کر سکتا۔

اگر حضرات حسنینؓ سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت کی وجہ سے اہم مقام رکھتے تھے تو
حضرت عبداللہ کے والد سیدنا عثمان بھی خلیفہ تھے اور خلیفۂ برحق تھے اگر حضرات حسنینؓ
کو سیدہ فاطمہؓ کی اولاد ہونے کی وجہ سے شرف حاصل تھا تو حضرت عبداللہ بھی حضورؐ
کی بیٹی سیدہ رقیہؓ کے بطن سے تھے۔

عبداللہ کی زندگی کی صورت میں حضرات حسنینؓ کے لئے فضائل کی روایات تراشنے
اور انہیں ارباب اللوح والقلم اور رب السموات والارض سعیدین الشہیدین سیدا شباب اہل الجنۃ
وغیرہ کہنے میں بڑی رکاوٹیں تھیں۔ لہٰذا اس کا آسان تر علاج یہ سوچا گیا کہ ایک جوانمرد
قسم کا مرغ تیار کیا جائے اور اس کے ذریعہ عبداللہ کو چلتا کیا جائے۔

اب یہاں ایک مشکل پیش آئی کہ عبداللہ جب مدینہ پہنچے تو ۹-۱۰ سال کے نوجوان
تھے لہٰذا انہیں عبداللہ اصغر بنا دیا گیا اور ان کی پیدائش سے ۱۸-۱۹ سال بعد میں پیدا
ہونے والے عبداللہ کو عبداللہ اکبر بنا دیا۔

مگر قدرت کو جو منظور ہوتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔

عبداللہ جوان ہوئے شادیاں کیں صاحب اولاد ہوئے۔ اور آج براعظم افریقہ چھوڑ
کر صرف برصغیر پاک و ہند میں لاکھوں کی تعداد میں ان کی اولاد موجود ہے جن کے شجروں کی صحت
پر متقدمین میں حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ اور اس دور کے تمام مشائخ اور متاخرین میں علامہ
انور شاہ کشمیریؒ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ مولانا احمد علی لاہوریؒ اور وہ تمام حضرات جن کی تعریفات
اصل کتاب پر موجود ہیں گواہ شاہد عادل ہیں۔

شجرہ ہائے عثمانی

سادات بنی رُقیہؓ

یہ شجرہ مفصل طور پر کتابی شکل میں پہلی مرتبہ خدا بخش نقشہ نویس نے لکھا یہ صاحب خودبھی اسی خاندان سے تھے اور نارتھ ویسٹرن ریلوے راولپنڈی میں ملازم تھے اس کا دوسرا ایڈیشن ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ سٹیم پریس راولپنڈی میں شائع ہوا جو علامہ شبیر احمد عثمانی کو دستیاب ہوا انہوں نے یہ نسخہ اپنے شاگرد پیر عبدالستار مرحوم کو دیا کہ زیادہ تعداد میں طبع کرا کر تقسیم کیا جائے مؤلف مرحوم نے یہ شجرہ اپنی تالیف آل رقیۃ الزہرا میں شامل کیا یہ شجرہ مکمل طور پر حکیم محمد ایوب صدیقی پاک دروازہ ملتان نے شائع کیا ہے۔

سیدنا امام عبداللہ بن سیدہ رقیۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی اولاد کے شجرہ جات جن طریق سے مجھ تک پہنچے ہیں وہ درج ذیل ہیں ان میں سے تین شجروں میں امام کاشفؒ کا نام موجود ہے اور امام کاشفؒ ہی دو
ہوئے ہیں جن کا نمبر ہیں چار رہنما تاریخوں میں موجود ہے اور چاروں شجروں میں سیدنا عبداللہ کے بیٹے عبدالرحیم زین العابدین کا نام موجود ہے شیخ ج
کا شجرہ زین العابدین سے الگ ہو جاتا ہے ۔

شجرہ منثور	شجرہ منظوم
۱۔ امام عبداللہ	الوالنور
۲۔ امام زین العابدین	امام زین العابدین عبدالرحیم
۳۔ امام محمود	امام محمد
۴۔ سلطان ادھام	سلطان ادھام ملقب شرف الدین
۵۔ امام کاشف	امام کاشف
۶۔ امام قاسم	امام قاسم
۷۔ سلطان ہیبت	سلطان ہیبت
۸۔ سلطان موناخان	سلطان موناخان
۹۔ سلطان نوروز خان	سلطان فیروز خان
۱۰۔ سلطان فتح خان	سلطان فتح خان
۱۱۔ سلطان جمال خان	سلطان جمال الدین خان
۱۲۔ سلطان تاج دین	سلطان تاجدین
۱۳۔ سلطان سنگار خان	سلطان سنگار خان
۱۴۔ سلطان دریا خان	سلطان دریا خان
۱۵۔ سلطان مرزا خان	سلطان فتح خان
۱۶۔ سلطان کمال الدین خان	سلطان کمال
۱۷۔ سلطان شاہ خان	سلطان شاہ خان
۱۸۔ سلطان مرزا خان ثانی	سلطان مرزا خان
۱۹۔ سلطان مظفر خان بانی مظفرآباد ۱۶۵۲ء / ۱۰۶۲ھ	سلطان مظفر خان

نوٹ :۔ راقم الحروف نے سلطان مظفر خان سے نیچے کے نام چھوڑ دیے ہیں ۔

شجرہ سید نور شاہ رح

امام عبداللہ
امام محمد
امام عبداللہ ثانی
امام قاسم محمد
امام کاشف
شیخ نور دین
شیخ فتح دین
شیخ جمال دین
شیخ کمال دین
شیخ تاج دین
سید زاہد
سید عابد
سید طاہر
سید صابر
سید شاہد
سید کمال
سید حامد
سید راغب
سید ثاقب
سید شاکر
سید ذاکر
سید مظفر غنی
سید عبدالغنی
سلطان نصراللہ
سلطان حبیب اللہ
سلطان ہدایت اللہ

حضرت نوراللہ
حضرت محمد غنی
حضرت فتح الغنی
حضرت محمد نور شاہ
حضرت مولانا محمد اسداللہ
حضرت سید نور شاہ
مولف شجرہ کبیرہ محررہ ۱۳۵۱ھ در رمضان

شجرہ حضرت شیخ جمال الدین فرغانی رح

امام عبداللہ
عبدالرحیم
عبدالغنی محمود
عبدالستار محمد
عبدالرؤف تاج الدین علی
سلطان عبدالقادر زکریا۔
سلطان عبدالصمد یحییٰ
سلطان عبدالمجید قاسم
سلطان عبداللطیف عمر
سلطان عبدالرزاق خالد
سلطان عبدالخالق محمود
سلطان عبدالرحیم احمد
شیخ جمال الدین محمد الفرغانی
بی بی پاکدامن۔ زوجہ شیخ صدرالدین عارف
بنت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی
|
رکن عالم

شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی اور شیخ رکن عالم یعنی دادا اور پوتے کے نہایت شاندار مقبرے قلعہ ملتان میں ہیں۔

ان میں سے پہلا اور دوسرا شجرہ عام متداول صورت میں متعدد اصحاب کے پاس موجود ہے سید نور شاہ رحمت اللہ علیہ کا شجرہ حضرت نور شاہ کے صاحبزادے ابوالحق حیات شاہ کے پاس موجود تھا۔

چوتھا شجرہ سید جمال الدین محمد الفرغانی تک منتہی ہوتا ہے محمد الفرغانی کی ایک ہی بیٹی تھی جو بی بی پاکدامن کے نام سے مشہور تھی اور ان کا نکاح شیخ صدر الدین عارف بن شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی سے ہوا تھا مورخین کے قول کے مطابق شیخ رکن عالم ۶۴۹ تا ۷۳۵ ہجری انہی کے بطن سے تھے ان کے دوسرے بیٹے عماد الدین تھے جنہوں نے مراۃ المناقب مرتب کی یہ شجرہ شیخ زکریا ملتانی اور اُس دور کے اکابرین کا مصدقہ ہے۔ مراۃ المناقب مجاورین کے پاس بھی ہے اور مخدوم حسن بخش قریشی مؤلف انوار غوثیہ جس میں حضرت زکریا ملتانی کے حالات ہیں کے ہاں نیز مخدوم محمد عارف شاہ قریشی قادر پور والوں کے کتب خانہ میں بھی موجود ہے تین شجرے یعنی منثور ایک منظوم اور سید نور شاہ والا شجرہ امام کاشفؒ تک پہنچتے ہیں۔

اور قابل توجہ بات یہی ہے کہ رتوی سادات میں سے جو بزرگ سب سے پہلے وارد کشمیر ہوئے وہ امام کاشف رحمۃ اللہ علیہ تھے مگر بظاہر معمولی سی گنجلک محسوس ہوتی ہے یعنی امام کاشف سلطان محمود غزنویؒ کے ہمراہ وارد کشمیر ہوئے تھے مگر آپ سلطان کے لشکر کے ہمراہ واپس نہ گئے بلکہ از خود یہیں کے ہو کر رہ گئے بلکہ یہ بات زیادہ قرین قیاس نظر آتی ہے کہ سلطان علیہ الرحمۃ نے خود آپکو یہاں اپنے مفتوحہ علاقہ میں بطور ناظم مقرر کر دیا ہو۔ اور اس بات کا اہم ترین ثبوت یہ ہے کہ امام کاشف کی اولاد مستقل یہیں اس علاقہ میں بطور حکمران نظر آتی ہے اور آج تک ان رتوی سادات کی یہ حیثیت کسی نہ کسی طرح پر موجود ہے۔

سلطان محمود غزنویؒ کا پہلا حملہ ۳۹۰ ہجری میں ہوا یعنی سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت عظمیٰ سے تقریباً ۳۶۲ سال بعد۔ تقریباً ان ساڑھے تین سو سال میں صرف پانچ پشتوں کا ہونا ان شجروں کو مشکوک بنا دیتا ہے اور ان معترضین کے ہاتھوں میں ایک اعتراض آ جاتا ہے جنھوں نے انہا بت چابکدستی، ہوشیاری مکاری عیاری اور پرکاری سے سیدنا عبداللہ کا دنیا سے نام مٹنے کے لئے اُنہیں بچپن میں ہی مرغ کی ٹھونگ کا نشانہ بنا کر زعم خویش ہلاک کر دینے کی نہایت کا کیا۔

سازش تیار کی تھی جیسا کہ قارئین گزشتہ صفحات میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ درج ذیل تصریحات کی روشنی میں یہ گتھی دور ہو جاتی ہے۔

۱۔ عبمانی شجروں میں عموماً یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ غیر معروف نام اکثر چھوڑ دیئے جاتے ہیں حضور صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ نسب عدنان تک متصل ہے لیکن عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک محجوب و منقطع ہیں بلکہ بدیں وجہ یہ شجرے اپنی صداقت کے موید ہیں کہ اگر یہ شجرے جعلی ہوتے تو ر قوی سادات میں سے کوئی بھی ان میں چند ناموں کی زیادتی کر سکتا تھا۔

۲۔ چاروں شجرے سیدنا امام عبداللہ بن سیدہ رقیہؓ تک منتہی ہوتے ہیں جو مختلف اوقات میں مختلف ہاتھوں کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔ اور تین شجرے سیدنا عبداللہ کے بیٹے زین العابدین عبدالرحیم تک پہنچتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ عبداللہ صاحب اولاد تھے

۳۔ ان شجروں میں بعض اضافی نام ہیں۔ سلطان مظفر خان کے شجرے میں تیسرا نام امام محمود کا ہے۔ شجرہ منظوم میں تیسرا نام محمد کا اور سید نور شاہ کے شجرے میں تیسرا نام امام عبداللہ ثانی کا ہے اس کا واضح ترین مطلب یہ ہے کہ سلطان مظفر خان کے شجرہ نویسوں کے نزدیک محمد اور عبداللہ ثانی غیر معروف قسم کے اشخاص تھے اور امام محمود اہم شخصیت کے حامل تھے۔ گویا سلطان مظفر خان کا شجرہ نقل کرنے والے نے دو نام غیر معروف سمجھ کر ترک کر دیئے ہیں اسی طرح منظوم شجرہ نویس اور سید نور شاہ کے شجرہ نویس نے بھی دو دو نام ترک کر دیئے۔

آگے چلئے سلطان مظفر خان کے شجرہ میں چوتھا نام امام ادھام کا ہے اور سید نور شاہ کے شجرہ میں چوتھا نام امام قاسم کا ہے۔ گویا یہاں سید نور شاہ کے شجرہ میں امام ادھام کا نام ترک کر دیا گیا اور سلطان مظفر خان اور منظوم شجرہ میں امام قاسم کا نام ترک کر دیا گیا یہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ اس بات کی دلیل کیا ہے؟ اس کی سب سے بڑی دلیل اور ثبوت یہ ہے کہ ہر سہ شجروں میں پانچواں نام امام کاشف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

گویا سلطان مظفر خان سے لے کر امام کاشف تک سید نور شاہ سے لے کر

روایت کے مقابلہ میں چند دیگر روایات زیادہ وزن دار ہیں یا فلاں روایت کے سلسلہ اسناد کا فلاں راوی غیر ثقہ ہے۔ کذب اور تدلیس سے متہم ہے۔ ایسی مرسل روایات بیان کرتا ہے، جو صریحاً تقاضائے فطرت کے خلاف ہیں۔ اور جن کے متعلق یہ تصور تک بھی روح پر کپکپی طاری کر دیتی ہے۔ کہ حضور خاتم المعصومین نے ایسا فرمایا ہوگا۔ تو وہ چلانے لگتے ہیں۔ کہ دیکھو جی فلاں شخص امام بخاری اور امام زہری پر اعتراض کر رہا ہے۔ حدیثی کاوشات کی اشاعت پر یہی صورت راقم الحروف کو بھی پیش آئی

ہفت روزہ "زندگی" یکم تا ۷ فروری سنہ ۸۰ء کے صفحہ ۴۹ میں تبصرہ نگار نے لکھا۔

بات دراصل یہ ہے کہ جہاں موصوف جہاں کسی محدث یا عالم کی رائے اپنے حق جاتی دیکھتے ہیں۔ اس کو بڑھ چڑھ کر تعریف کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے ہی مقام پر جب اسی عالم یا محدث کی رائے موصوف کی رائے سے مختلف ہوتی ہے۔ تو اس کی شخصیت میں کیڑے نکالنا شروع کر دیتے ہیں

میں تبصرہ نگار کی ذہنیت کا جس قدر ماتم کروں کم ہے۔ موصوف کو چاہیئے تھا کہ وہ تمام کتاب میں سے کوئی ایک حوالہ ہی اپنے تبصرہ کی تائید میں بیان کر کے اپنی بات کی صداقت واضح کر سکتے۔ اصل میں تبصرہ نگار کو سید مودودی کی چند غلط باتوں کے تعاقب سے تکلیف پہنچی۔ اور موصوف شخصیت پرستی کی عصبیت کے اظہار سے نہ رک سکے۔ اور اس حقیقت کے ادراک کی موصوف کو ہوا تک نہیں لگی کہ کسی مؤلف، محدث یا عالم کے تمام اقوال کو صحیح تسلیم کر لینا علمیت نہیں بلکہ ایک قسم کی جہالت ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ لم یخروا علیہا صما وعمیانا حضور خاتم المعصومین کی زبان اقدس سے قرآن مجید یوں اظہار حقیقت کی دعوت دیتا ہے علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ یہاں بصیرت کا کام ہے۔ شخصیت پرستی کا نہیں۔ راقم نے مولانا فراہی، سید سلیمان ندوی، سید ابوالاعلیٰ، مولانا اصلاحی کے بیان کردہ جن نظریات کا تعاقب کیا ہے۔ وہ میری ذاتی رائے نہیں۔ بلکہ وہ ان اکابرین کی آراء کا اظہار ہے۔ جو تبصرہ نگار کے نزدیک بھی، ویسے ہی محترم ہیں جیسے میرے نزدیک تبصرہ نگار کو ان کی وہ باتیں پسند ہیں جو ان کے اپنے نزدیک صحیح ہیں۔ اگرچہ وہ محل نظر ہی سہی۔ لیکن میرے نزدیک وہ باتیں درست ہیں جو مسلمات کا درجہ رکھتی ہیں۔ آگے چل کر تبصرہ نگار کہتے ہیں کہ۔

امام کاشف تک اور منظوم شجرہ یعنی سلطان مظفر خان سے امام کاشف تک شجرے محجوب یا منقطع نہیں امام کاشف سے امام عبداللہ بن سیدہ رقیہ تو تک ناموں میں معمولی سا اختلاف ہے امام کاشف سے لے کر سیدنا عبداللہ بن سیدہ رقیہ تو تک اگر انہی شجروں کے متروک چھ ناموں کو شامل کیا جائے تو امام کاشف" سے سیدنا عبداللہ تک گیارہ نام ہوئے ساڑھے تین سو سال میں ایک صحتمند و پرہیزگار خاندان میں گیارہ پشت کا ہونا کسی صورت میں مستبعد نہیں ۔

۱۔ امام عبداللہ (یہ تینوں شجروں میں موجود ہے)
۲۔ امام مختار
۳۔ امام عبداللہ ثانی
۴۔ امام ابوالقاسم محمد
۵۔ امام ابو النور علی
۶۔ امام عبد الرحیم
۷۔ امام محمد ثانی
۸۔ امام زین العابدین
۹۔ امام محمود
۱۰۔ امام شرف الدین اوحام
۱۱۔ امام کاشف
یہ تینوں شجروں میں موجود ہے

اب ایک بار پھر جے سپنسر کی تالیف اسلام ان ایتھوپیا کو سامنے لایا جائے تو نصف النہار کی طرح یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ سیدنا عبداللہ کی مرغ کی ٹھونگ سے وفات کا افسانہ صرف افسانہ ہی نہیں بلکہ عظیم دینی و تاریخی، اخلاقی بد دیانتی اور خبث باطن ہے ۔

فہرست

نمبر	عنوانات	صفحہ
۱	تعارف	۳
	پہلا باب	
۲	حرف آغاز	۱۰
۳	سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت	۱۱
۴	اثرات بعد سیدنا عثمانؓ کی شہادت عظمیٰ	۱۱
۵	سیدنا علیؓ کا حضور اکرمؐ سے دوہرا تعلق	۱۲
۶	آیت مباہلہ	۱۲
۷	انتہائی طور پر غور طلب بات	۱۳
۸	حدیث کساء	۱۴
۹	افضل بنت رسولؐ	۱۸
۱۰	بنات الرسولؐ	۱۹
۱۱	اغیار کی عیاریاں	۲۰
۱۲	شیعہ اور بنات الرسولؐ	۲۱
۱۳	بنات الرسولؐ کی حقیقت سے شیعی فرار	۲۵
۱۴	نبیؐ نے اپنی بیٹیاں مشرکین کو کیوں دیں؟ شیعی اعتراض	۲۷
۱۵	نبیؐ نے تبلیغ اسلام کے لئے مشرکین کو اپنی بیٹیاں دیں، شیعیت کا شوشہ	۲۸
۱۶	تضاد ہی تضاد	۲۹
۱۷	سیدنا علیؓ کی بیٹیاں	۳۱
۱۸	مزعومہ ائمہ میں سے سات لونڈی زادے	[illegible]

نمبر	عنوانات	صفحہ
۱۹	مزعومہ دوازدہم امام کے کارہائے نمایاں کی چند جھلکیاں	۲۶
۲۰	ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ اور شیعہ	۳۸
۲۱	فتاویٰ نذیریہ اور سیدنا معاویہؓ	۴۰
	دوسرا باب	
۲۲	سیدنا ذوالنورینؓ	۵۱
۲۳	پیدائش اور ابتدائی حالات	۵۲
۲۴	اسلام لانے والوں میں صدیق اکبرؓ کے بعد آپ کا نمبر ہے	۵۴
۲۵	صدیق اکبرؓ	۵۶
۲۶	سیدہ رقیہؓ بنت رسول اللہ سے نکاح	۵۸
۲۷	ہجرت حبشہ	
۲۸	سیدنا عبداللہ کی پیدائش	۶۰
۲۹	حبشہ سے واپسی	
۳۰	ہجرت مدینہ	۶۱
۳۱	معرکہ حق و باطل بدر	۶۲
۳۲	سیدہ ام کلثومؓ سے نکاح اور خدمات اسلام	۶۴
۳۳	سیدنا ذوالنورینؓ کی فیاضی کی ایک جھلک	۶۷
۳۴	حضور اکرمؐ کو معلوم تھا کہ عثمانؓ زندہ ہیں	۶۸

نمبر	عنوانات	صفحہ
۳۵	صلح حدیبیہ کے موقع پر سیدنا عثمانؓ کی زندگی کے متعلق ایک بلیغ اشارہ	۷۲
۳۶	بنات الرسولؐ چند جھلکیاں	۷۵
۳۷	ایک تنازعہ	۷۷
۳۸	سیدنا ذوالنورینؓ کا امت پر ایک عظیم احسان (اشاعت قرآن)	۷۸
	تیسرا باب	
۳۹	سیدنا ذوالنورینؓ کی ازدواج اور اولاد	۸۲
۴۰	محمد بن ام عیاشؓ (حاشیہ) ۵	۸۵
۴۱	سیدنا ذوالنورینؓ کی اولاد کے حالات	۸۷

نمبر	عنوانات	صفحہ
۴۲	عبرتناک حقیقت	۹۴
۴۳	ایک اور عیاری (تذکرۃ الاعوانؒ) کا تیسرا منظر	۹۹
	چوتھا باب	
۴۴	تعارف:- آل رقیہ الزہراؓ	۱۰۱
۴۵	پیر سید عبدالستار شاہ مرحوم	۱۰۲
	پانچواں باب	
۴۶	سیدنا عبداللہؓ بن سیدہ رقیہؓ کا مرغ کی ٹھونگ سے مرنا محض ایک افسانہ ہے	۱۰۷

یہاں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

قدیم روایات کے ردّ و قبول میں چند روایات کو غالب کرنا اور اسی موضوع پر چند ان روایات کو محض اپنے تقلیدی ذہن کی وجہ سے غض نظر اور غض بصر کی بھینٹ چڑھا دینے سے اصل مقصد حقائق کے ادراک سے صرف دور لے جانے والا فعل ہی نہیں۔ بلکہ عظیم علمی خیانت اور بد دیانتی ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ تمام تاریخی روایاتی ذخیرہ پر تحقیقاتی نظر ڈالی جاتی، قرآنی تعلیمات، اسوۂ رسول، تمدن و معاشرت عرب اور عہد رسالت مآب کے سیاسی حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نتائج کا استنباط کیا جاتا۔ مگر جامد قسم کے تقلیدی اذہان کو نہ معلوم یہ باتیں کیوں ناپسند ہیں۔ (یہاں تقلید سے مراد آئمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کی فقہی تقلید نہیں۔ بلکہ تاریخی واقعات کی تقلید ہے۔ اور اس میدان میں سب سے زیادہ ٹھوکر ان اصحاب نے کھائی جو اپنے آپ کو غیر مقلدین کے زمرہ میں شمار کرتے ہیں۔) غور کرنے اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ

- امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ
- امام مسلم متوفی ۲۶۱ھ
- امام ابو داؤد " ۲۷۵ھ
- امام ترمذی " ۲۷۹ھ
- امام نسائی " ۳۰۳ھ
- امام ابن ماجہ " ۲۷۳ھ
- امام دارمی " ۲۵۵ھ
- امام دار قطنی " ۳۸۵ھ
- امام بیہقی " ۴۵۶ھ

سب کے سب عجمی تھے۔

امام مالک متوفی ۱۷۹ھ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ بقول بعض مرو میں پیدا ہوئے، اور بقول بعض آپ کی پیدائش بغداد میں ہوئی۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ سوائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ایک لحاظ سے سوائے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ہمارے تمام آئمہ حدیث سب کے سب عجمی النسل اور وہ بھی ایران جیسے ملک میں پیدا ہوئے۔ وہیں جوان ہوئے۔ وہیں تعلیم حاصل کی۔ جس ایران کے ایک فرزند ابو لولو فیروز مجوسی

ہے ان تمام آئمہ احادیث کی پیدائش سے تقریباً دو سو سال پہلے شہکار رسالت سیدنا فاروق اعظمؓ کو شہید کیا تھا۔ اور اس وقت سرزمین ایران، اسلام دشمن جراثیم کی پرورش گاہ تھا۔ سادات بنی قریہ رضم کا "یہ حرف آخر" دراصل حرف آغاز کا مفہوم رکھتا ہے۔ مگر بوجوہ یہ سطور کتاب کے خاتمہ پر اس وجہ سے قلمبند کرنا پڑی ہیں، کہ بعض تقلیدی ذہن کے افراد۔ اپنے تقلیدی اذہان کی دجہ سے۔ بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ حضور خاتم المعصومینؐ کی ذات اقدس سے بے پناہ عقیدت و محبت اور نیاز مندی کیوجہ سے قال الرسولؐ کے مقدس ترین کلمات کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے منسوب الی الرسولؐ اقوال کو قال الرسولؐ سے الگ کرنے کو بھی حضور خاتم المعصومینؐ کے حضور میں ایک قسم کی گستاخی پر محمول گردانتے ہیں اور اس تسامع یا ذہول کی وجہ سے وہ قال الرسولؐ کی آواز کے سامنے صرف ایک مخصوص گروہ کی کبریائی کے قائل ہو کر رہ گئے اور انہوں نے اس طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ کہ جن ارباب علم و فضل نے جرح و تعدیل اور درایت کے محیر العقول کارناموں سے قال الرسولؐ اور منسوب الی الرسولؐ کے درمیان تمیز کرنے کے لئے اسماء الرجال کا فن مرتب کرکے رجال اسانید کے دفاتر مرتب کئے۔ چھان پھٹک کے متوازن و فطری قواعد وضع کئے اور اصل حقائق سامنے لانے کے لئے رودایان و ناقلان حدیث کی امانت و دیانت، تقویٰ و طہارت، ثقاہت و فقاہت کے علاوہ اس کی قوت حفظ و یادداشت، مرگ و حیات، اخلاق و کردار، تعلیم و تعلم کی تفصیلات، ان کے اساتذہ و تلامذہ کے تمام سلاسل کے مدون و منضبط کرکے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دکھایا۔ اس مخصوص تقلیدی گروہ نے اس طرف قطعاً توجہ نہ دی۔

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت مجروح ہو، حضور خاتم المعصومینؐ کی عصمت و وقار ہو، ازواج النبیؐ کی طہارت و عفت پر چھینٹے اڑائے جا رہے ہوں۔ صحابہ کرامؓ کی عدالت و دیانت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھیری جا رہی ہوں۔ پرواہ نہیں۔ مگر ایک مخصوص گروہ کے مخصوص نظریات پر اس لئے حرف نہ آئے۔ کہ انہوں نے اپنے مزعومہ نظریات کی بنا پر چند اصحاب کے مرتب کردہ ہر قسم کے منسوب الی الرسولؐ اقوال کو قال الرسولؐ کے مقدس نظریات کا لبادہ اوڑھا دیا ہے۔ اگر کوئی اللہ کا بندہ ہمارے ایسے افراد کے سامنے یہ کہنے کی جرأت کر بیٹھے کہ فلاں

روایت کے مقابلہ میں چند دیگر روایات زیادہ وزن دار ہیں یا فلاں روایت کے سلسلہ اسناد کا فلاں راوی غیر ثقہ ہے، کاذب ہے، تدلیس سے متہم ہے۔ ایسی مرسل روایات بیان کرتا ہے، جو صریحاً تقاضائے فطرت کے خلاف ہیں۔ اور جن کے متعلق یہ تصور تک بھی روح پر کپکپی طاری کر دیتی ہے۔ کہ حضور خاتم المعصومین نے ایسا فرمایا ہوگا۔ تو وہ چلا اٹھتے ہیں۔ کہ دیکھو جی فلاں شخص امام بخاری اور امام زہری پر اعتراض کر رہا ہے۔ صدیقہ کائنات کی اشاعت پر یہی صورت راقم الحروف کو بھی پیش آئی

ہفت روزہ "زندگی" یکم تا ۷ فروری ۱۹۸۰ء کے صفحہ ۴۹ میں تبصرہ نگار نے لکھا۔

بات دراصل یہ ہے کہ جہاں موصوف جہاں کسی محدث یا عالم کی رائے اپنے حق جانب دیکھتے ہیں۔ ان کی بڑھ چڑھ کر تعریف کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے ہی مقام پر جب اسی عالم یا محدث کی رائے موصوف کی رائے سے مختلف ہوتی ہے۔ تو اس کی شخصیت میں کیڑے نکالنا شروع کر دیتے ہیں

میں تبصرہ نگار کی ذہنیت کا جس قدر ماتم کروں کم ہے۔ موصوف کو چاہئیے تھا کہ وہ تمام کتاب میں سے کوئی ایک حوالہ ہی اپنے تبصرہ کی تائید میں بیان کر کے اپنی بات کی صداقت واضح کر سکتے۔ اصل میں تبصرہ نگار کو سید مودودی کی چند غلط باتوں کے تعاقب سے تکلیف پہنچی۔ اور موصوف شخصیت پرستانہ عصبیت کے اظہار سے نہ رک سکے۔ اور اس حقیقت کے ادراک کی موصوف کو ہوا تک نہیں لگی کہ کسی مؤلف، محدث یا عالم کے تمام اقوال کو صحیح تسلیم کر لینا علمیت نہیں بلکہ ایک قسم کی جہالت ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ لم یخروا علیہا صما وعمیانا حضور خاتم المعصومین کی زبان اقدس سے قرآن مجید لوگوں کو اظہار حقیقت کی دعوت دیتا ہے علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی۔ یہاں بصیرت کا کام ہے۔ شخصیت پرستی کا نہیں۔ راقم نے مولانا فراہی، سید سلیمان ندوی، سید ابوالاعلیٰ، مولانا اصلاحی کے بیان کردہ جن نظریات کا تعاقب کیا ہے۔ وہ میری ذاتی رائے نہیں۔ بلکہ وہ ان اکابرین کی آراء کا اظہار ہے۔ جو تبصرہ نگار کے نزدیک بھی، ویسے ہی محترم ہیں جیسے میرے نزدیک تبصرہ نگار کو ان کی وہ باتیں پسند ہیں جو ان کے اپنے نزدیک صحیح ہیں۔ اگرچہ وہ محل نظر ہی سہی۔ لیکن میرے نزدیک وہ باتیں درست ہیں، جو مسلمات کا درجہ رکھتی ہیں۔ آگے چل کر تبصرہ نگار لکھتے ہیں کہ۔

اہلحدیث مسلک کے مطابق حضرت علیؓ خلفائے راشدین میں شمار ہوتے ہیں لیکن مصنف صاحب نے اپنی "تحقیق" کے مطابق جو کچھ لکھا ہے۔ ہمارا قلم حوالے کے طور پر اُسے لکھتے ہوئے لرزاں ہیں تبصرہ نگار کے قلم نے ان سطور میں مودودی کے خیالات کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔ سیدنا ذوالنورینؓ کی ذات اقدس کو بددیانتی کا مرتکب قرار دیتے جاتے۔ امیرالمومنین امیر معاویہؓ کو ظالم کہنے سے شرم نہ کیجئے چونکہ ان لغویات کا سلسلہ اسناد طبری تک پہنچتا ہے۔ اور مودودی صاحب طبری کے خوشہ چین تھے۔ مگر سیدنا علیؓ کی ذات اقدس کے متعلق قرآن سے شواہد پیش کئے جائیں فرمودات رسولؐ سے نظائر پیش کئے جائیں۔ ابن تیمیہ سے شاہ ولی اللہ تک کی کتب سے حوالجات پیش کیجئے۔ ان حقائق کو حوالے کے طور پر نقل کرنے سے بھی تبصرہ نگار کا قلم لرزاں ہے معلوم ہوتا ہے کہ تبصرہ نگار بڑی طرح اپنے خودساختہ نظریات اور اپنے ممدوحین محدثین کی عصبیت کا شکار ہیں کاش کہ انہیں کوئی صاحب علم صرف علامہ ابن حجر عسقلانی کا یہ قول پڑھ کر سنا دیتے۔ سابقون کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ سے بہتر ہیں۔ وہ رافضی ہے۔ اور جو یہ کہیں کہ حضرت علیؓ اپنی خانہ جنگیوں میں جوان کی صحابہ سے ہوئیں حق پر تھے۔ اور ان کے مخالف غلطی پر تھے۔ ایسے لوگ بھی رافضی ہیں۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۹۴)

سیدۃ النساء العٰلمین صدیقہ کائنات کا یہ اقدام کہ خلیفہ مظلوم سیدنا ذوالنورینؓ کے مظلومانہ قتل کے قصاص کی مدعیہ کیوں ہوئیں۔ ایسے کوتہ نظر افراد کے نزدیک حضرت صدیقہؓ کا ناقابلِ معافی جرم ہے۔

اسی قسم کے عطاء اللہ حنیف نامی میرے مہربان ہیں۔ صدیقہ کائناتؓ کی تالیف پر انہیں سخت تکلیف پہنچی کہ راقم نے بخاری کی ایک روایت پر محققانہ تعاقب کیوں کیا۔ اور امام زہری کی زندگی کے چند پوشیدہ گوشے جو موصوف کے ممدوحین کی کتب میں موجود ہیں۔ اور موصوف اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اپنے مزعومہ نظریات کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے پس منظر میں دھکیلنے پر عمریں برباد کر دی ہیں۔ ان کو ظاہر کرنے کا جرم مجھ ہیچمدان سے کیوں سرزد ہوا۔

عطاء اللہ حنیف سیدۃ النساء العالمین صدیقہ کائنات کی ذات اقدس کی توصیف و مدح کو طحدانہ تالیف بھی کہہ

کر بھی مستند عالم دین لاسکتے ہیں لیکن فیض عالم امام بخاری یا زبرد (کسی) رحمہ اللہ کسی روایت پر تنقیدی نگاہ ڈالے تو جس کتاب میں وہ تنقیدی سطور لکھی جائیں تو وہ پوری کتاب ہی الحمداللہ کتاب بن جائے گذشتہ سطور میں محدثین عظام کے متعلق واضح کیا گیا ہے۔ کہ سوائے امام مالکؒ کے سب کے سب ابولولو فیروز کے ہم وطن تھے۔ اور تقریباً تمام کے تمام تیسری صدی ہجری میں گذرے ہیں۔ حضور اکرمؐ کی وفات سے تقریباً دو سو سال بعد عجم میں پیدا ہونے والے کی تالیفات میں مندرج تمام کلمات کی صحت پر بغیر تحقیق کے ایمان لے آنا عطاء اللہ حنیف ہی کو مبارک ہے۔

اب مجھ سے ایک اور جرم سرزد ہو رہا ہے۔ گو حقیقت میں یہ جرم میرا نہیں بلکہ انہی محمد گر صاحب کے اسلاف کا ہے۔ مگر چونکہ اس تحقیقی جرم کا انکشاف مجھ سے ہو رہا ہے۔

امام محمد بن یحییٰ الذہلی نے الفاظ قرآن کے مخلوق اور قدیم ہونے کے مسئلہ پر اختلاف رائے کی وجہ سے اپنے حلقہ درس سے نکال دیا۔ وہاں سے اپنے وطن بخارا پہنچے۔ مگر وہاں کے حاکم بخارا نے نکال دیا بخارا سے یہ کہتے ہوئے اللھم ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک کہتے ہوئے سمرقند کے لئے روانہ ہوئے۔ مگر وہاں کے لوگوں کی مخالفت دیکھ کر خرتنگ میں رک گئے۔

ابو عمرو بن احمد بن حمدان نے ابو العباس عقدہ سے امام بخاریؒ و مسلمؒ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا دونوں عالم ہیں مگر بخاری کبھی کبھی غلط بھی لکھ دیتے ہیں۔ الفاظ قرآن کے مخلوق الاحادث ہونے کے مسلم بھی بخاری کے ہمنوا تھے۔ اس لئے امام ذہلی کے درس سے وہ بھی نکال دیئے گئے تھے۔

امام نسائی کی سنن جس پر عطاء اللہ حنیف صاحب نے حاشیہ لکھا ہے۔ سیدنا علیؓ کو اصحاب ثلاثہ پر فضیلت دیتے تھے۔ اور امیر معاویہؓ کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ ان کے لئے صرف یہی کافی ہے۔ کہ انہوں نے سر اسر نجات پائی۔ ابن خلقان، تاریخ یافعی اشعۃ اللمعات اور بستان المحدثین میں ہے کہ نسائی نے مناقب مرتضوی لکھنے کے بعد جب اسے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے جامع دمشق میں لاتوں اور مکوں سے مار مار کر ہلاک کر دیا۔

یہ واقعہ دارقطنی ابو نعیم اصفہانی نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حاکم رافضی تھے۔ مشہور محدث قتادہ قدری تھے۔ عمر بن مرہ تابعی مرجیہ تھے۔ حسن بن صالح خارجی تھے۔ امام ابو سہل اور محمد بن فضیل شیعہ تھے۔ ابو معمر قدری تھے۔ بخاری میں انکی روایات موجود ہیں۔ عبداللہ بن موسیٰ شیعہ تھے۔ امام بخاری نے ان سے بھی روایت کی۔ اگر ان لوگوں کے مابین اختلافات موجود تھے۔ تو آج ان سے اختلاف کرنیوالوں کی ہمنوائی کیسے الحاد بن گئی۔

نذرانۂ عقیدت

نتیجۂ فکر السید پیر عبد الجلیل احمد رضا علوی القادری مدظلہ العالی

بحضور امام المسلمین، سید المتقین، ذو الہجرتین، زوج بنتین رفیق نبیین، خال و حسنین، احد من عشرۃ المبشرہ نقطۂ پرکار مدینہ، جامع القرآن، کامل الحیاء والایمان، امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ

از تجلیاتِ ربُّ الغیب تشکل اولیا • خاصۂ فیضانِ ایشان مقتبس از انبیا

دستِ قدرت ہستِ ایشان مر تصرفاتِ غیب • ناخنِ تدبیرِ شان مر طالبان عقدہ کشا

چوب شد حیِّ مجرّد قدرتِ دستِ کلیمؑ • مر سلیمانؑ تخت آورد آصف ابن برخیاؓ

مر ترا گویم بخواہ نصرت چون احمد بعمرؓ • تو یقین حیِّ مجرّد سرِّ عزم مصطفےؐ

از تجلیاتِ قدسی وجہ حق در کائنات • در بطونِ اولیاؒ وجہ اللہ شاہ انبیاؐ

ما شہیدانِ عشق را حیات جاودان • دولتِ عظمیٰ بلطفِ شاہ ذو النورینؓ لقا

در بطونِ قلب مایان غیر از رسم حلول • سیدی عثمانؓ بعون مصطفےؐ دارد نما

از بینی روی مایان یافتی گنجِ عظیم • از رہِ صدق و محبت مر رضای کبریاؐ

ما کہ ہستیم از بطونِ بحر مسجودہ "الختام" • آتشِ عشق و محبت بہر مایان الردا

رقِ منشور است در وجہِ لطیفم روحِ حق • حبِّ ذو النورینؓ پنہان ذواتِ اولیا

آن امام المسلمین ایمانِ مایان راستون • سید السادات ذو النورینؓ شاہِ اتقیا

ما کہ مر آلِ نبیؐ را چاکر و خدام حضور • خاصۂ ما عشق احمد مجتبےؐ در سر مرا

سر منظومِ مدینہ حسن عبد اللہ ظہور • سبط احمدؐ کز رقیہ بنت ختم الانبیاؐ

ہست در اکنافِ عالم جلوہ نورش ظہور • آلِ عثمان سبط احمد مجتبےؐ اصل علی

زینبیتؓ فاطمیتؓ در رقیتؓ راشناس • معدن سبط محمد مصطفےؐ زیشان بیا

نیست سیر و اعمال داشتن سر طریق • حبِ اہل اللہ طریق جملہ اربابِ صفا

ار تو خواہی از معارج دولتے غیر از حساب • در نشر قرآن چون عثمانؓ خود را با وفا

مثلِ او خلوت گزین در عہد پر شور و شر • چون بود حسن در خطر ہم باز در حاجت بیا

مر نور گویم دلیل السنی مرد خبیر • در ستان را دوست از بر دو ... را انفا

در بجوی پیش علاج باشید دیدہ ور • گوشہ ... اماں حاصل ترا

یافتہ حسن و علم دلقیب؛ الحمد رضا گنج لطیفہ

حقیقت مذہب شیعہ

مُصنّف: حکیم مولانا فیض عالم صدیقی راجوروی فاضل السنہ شرقیہ

- اِس کتاب میں فاضل مصنّف نے شیعہ مذہب کی کتب سے ثابت کیا ہے کہ صحابۂ کرام کا وجُود مقامِ نبوّت کے بعد اس کائنات ارضی پر ایک آیہ رحمت تھا۔
- شیعیت کا پس منظر بیان کرتے ہُوئے ثابت کیا گیا ہے ہرمزان مجوسی کی سرپرستی میں فیروز مجوسی نے سیّدنا فاروقِ اعظمؓ کو شہید کر کے اس سراب کا ہیولہ تیار کیا ابن سبا یہودی کے حواریوں نے سیّدنا عثمانؓ کو شہید کر کے ایک کثیر گروہ کو اس سراب کیطرف دھکیلنے کی کوششیں کیں اور یہی لوگ سیّدنا علیؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر کے جمل و صفین میں اسّی ہزار فرزندانِ توحید کو خاک و خون میں تڑپانے کا موجب بنے اور آخر یہی لوگ انہیں اپنے ڈھب کا نہ پا کر خوارج کی صُورت میں آپ کی شہادت کا موجب بنے۔
- سیّدنا حسنؓ اُن کے چکّے میں نہ آئے مگر سیّدنا حسینؓ کو گھیر کر اس سراب میں لے گئے جہاں پہنچ کر جب آپ کو احساس ہوا اور آپ عازم دمشق ہُوئے تو انہیں تلواروں کی باڑ پر رکھ لیا۔
- اِن لوگوں نے ہی ۶۵ فاطمیوں علویوں اور طالبیوں کو مختلف وقتوں میں سبز باغ دکھا کر خلافتِ موقتہ کیخلاف خروج کرا کے قتل کرایا
- اسی سراب میں بھٹکنے والے امامیہ اسماعیلیہ اور انکی بیسیوں شاخوں نے چار دانگِ عالم میں پھیل کر کہیں فاطمین مصر کا چولہ دربر کیا، کہیں بغداد میں بویہی خاندان کی صُورت میں نمودار ہوئے کہیں ایران میں صفوی بنکر اسلام دشمنی میں جُٹ پڑے اور کہیں لکھنؤ میں نواب وزیر کے وجودوں میں اچھُوت اور اچھُوتیوں کی بدعت کے مخترع ہُوئے غرضیکہ یہ لوگ جہاں بھی برسرِ اقتدار آئے ان کی تمام مادی قوت اور ذہنی صلاحتیں اسلام کی تخریب کاری میں صرف ہوئیں،
- اِن تاریخی واقعات کے علاوہ تمام متنازعہ امورات مثل نظریہ امامت، قرآن، اذان، فدک، خلافت بلافصل، متعہ، ماتم، تعزیہ داری، ندائے لغیر اللہ پر سیر حاصل مبحث ہیں۔
- آخری باب میں شیعیت کے اہلِ سُنّت پر اثرات کے تحت سلاسل اربعہ پر بحث کرتے ہُوئے ثابت کیا گیا ہے، ان لوگوں کے ہاں جس قدر مشرکانہ مبتدعانہ اعمال پائے جاتے ہیں۔ یہ تمام شیعیت کا نتیجہ ہیں

★ — یہ کتاب آپ کو شیعہ مذہب کی تمام کتب سے بے نیاز کر دے گی۔ ۵۳۶ صفحات قیمت -/۳۶ روپے